اِعلاءُ کلمۃِ اللّٰہ

فی بیان

وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیرِ اللّٰہ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِاللّٰهِ بِهٖ

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰے

اِعْلَاءُ كَلِمَةِ اللّٰهِ

فی بیان

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ

از افادات

عالم ربانی عارف لاثانی سیدنا و مولانا قبلہ عالم حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب رضی قدس سرہ

بایماء

حضرت سیدنا پیر غلام محی الدین شاہ صاحب مدظلہ العالی

باھتمام

جناب صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب سلمہ
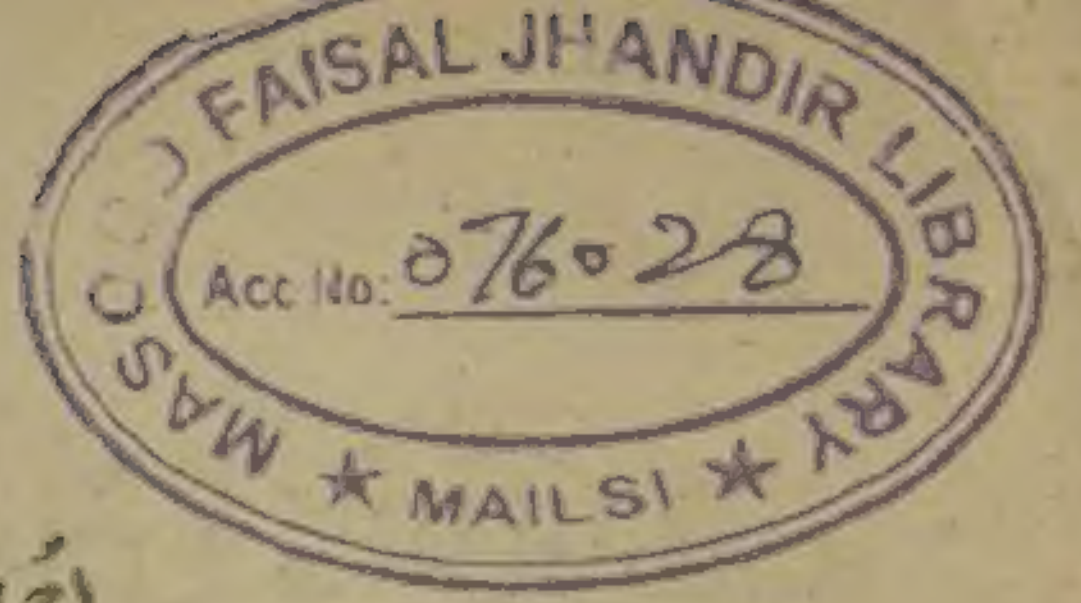
بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب کے مصنف قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

بلا ریب آنجناب مسلم شریف کی اس حدیث کے کامل تر مصداق ہیں۔ جس میں حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب اور پسند فرما لیتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُسے دوست رکھ۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر آسمان میں ندا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتے ہیں تم بھی اسے دوست رکھو۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین میں مستقر کر دی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر جب وہ کامل انسان کمال اتباع محمدی کی وجہ سے یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰهُ کے مقام پر فائز ہو کر خالق کائنات کا محبوب ہو جاتا ہے۔ تو تمام کائنات میں اس کی محبت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذیل بیّن شاہد ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ۔ الآیۃ (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کے لئے (مخلوقات میں) محبت پیدا فرما دے گا)۔ اس لئے جہاں آپ بریلوی مکتب فکر کے علماء کرام میں ایک عارف محقق اور عالم مدقق تسلیم کئے گئے ہیں۔ وہاں دیوبندی طبقہ کے اکابر علماء بھی آنجناب کے علم و عرفان کے ثناخوان نظر آتے ہیں اور ان دو بڑے اسلامی فرقوں کے علاوہ دیگر اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں میں بھی آپ ایک بلند مقام رکھتے ہیں چنانچہ آپکے جنازہ میں تقریباً ہر مسلک کے مسلمانوں کے ساتھ بعض غیر مسلم افراد کو بھی صفوں کے پیچھے روتے ہوئے یہ کہتے سنا گیا کہ آپ جگت پیر یعنی سارے جہان کے پیر ہیں اور ایسی عالمگیر مقبولیت کی حامل ہستیاں دنیا میں بہت کم ہوا کرتی ہیں۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے ٭ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آنجناب کے فیوض و برکات کے دریائے بیکراں سے ایک عالم مستفیض ہوا۔ اور علم و عرفان کی ہزاروں پیاسی روحوں نے حاضرِ خدمت ہو کر اپنی پیاس بجھائی۔ جن کے سینہ ہائے بے کینہ سے پھر ایک خلق خدا نے استفاضہ کیا۔ نیز تصنیفات۔ مکتوبات و فتاویٰ کا ایک ایسا غیر فانی ذخیرہ آپ نے چھوڑا جو رہتی دنیا تک متلاشیانِ حق کیلئے خضرِ راہ کا کام دیگا۔ چنانچہ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور اسکی وجہ تالیف خود آنجناب کے اپنے الفاظ میں خطبہ سے ظاہر ہے جسکی اہمیت اور افادیت ہر ذی بصیرت پر روز روشن کی طرح واضح ہے کتاب ہذا میں نذر و نیاز کا معنی اور اقسام۔ سماع موتیٰ۔ علم غیب عطائی۔ استمداد۔ ذبح فوق العقدہ۔ لزوم و التزام کفر کے درمیان فرق وغیرہ جیسے اہم مسائل کو نہایت ہی محققانہ اور منصفانہ انداز میں بیان فرما کر مسلمانوں کے مابین اختلاف اور تشدد کو کافی حد تک ختم کرنے میں آنجناب نے ایک زریں اسلامی خدمت سر انجام دی ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین۔

کتاب کی اہمیت اس امر سے اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ خاندان ولی اللہی کے چشم و چراغ حضرت خاتم المحدثین جناب شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپکے ایک معاصر عالم مولوی عبد الحکیم صاحب پنجابی اور انکے متبعین کے درمیان مدت سے مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ کی تفسیر میں جو اختلاف چلا آرہا تھا جسکی وجہ سے بہت سے لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہو کر فرقہ بازی کا شکار ہو رہے تھے۔ کتاب ہذا میں آنجناب نے اختلاف مذکور پر محاکمہ فرما کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو کافی حد تک روک دیا اور یہ آپکی خصوصیات سے ہے کہ جہاں آپ کسی بھی شخصیت کی دینی خدمات اور علمی کمالات کے معترف اور مداح ہیں۔ وہاں اگر اس سے جمہور کے مسلک کیخلاف کوئی بات نظر آئی تو نہایت ہی مؤدبانہ طور پر اسکی تردید کیساتھ مسلک حق کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ منصف کیلئے چون و چرا کی گنجائش باقی نہ چھوڑی۔ جیسا کہ کتاب ہذا اور آپکی معرکۃ الآراء تصنیف تحقیق الحق سے یہ امر پورے طور پر واضح ہوتا ہے۔ حیات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت جیسے اہم اصولی مسائل کے متعلق آپکی کتاب سیف چشتیائی شہرہ آفاق بن چکی ہے۔ فروعی مسائل میں عموماً آپ نے وہاں قلم اٹھایا جہاں فریقین میں افراط و تفریط کی وجہ سے اصولی اختلاف کی نوعیت پیدا ہو گئی یعنی ایک اجتہادی فروعی مسئلہ کی بناء پر ایک فریق نے دوسرے کی تکفیر و تفسیق شروع کر دی ایسی صورت میں آپ جیسے حکیم الامت کا سکوت ناممکن تھا چنانچہ اس امر کا اظہار آنجناب نے اپنے ملفوظات میں بارہا فرمایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ کتاب ہذا کے اکثر مضامین عموماً اور پہلے دو باب خصوصاً دقیق علمی مباحث پر مشتمل ہیں۔ لیکن اس ایڈیشن میں عربی اور فارسی عبارات کا سلیس اردو ترجمہ کر کے اس مشکل کو حل کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنجناب اور آپکے اسلاف علیہم الرضوان کے طفیل ہم سب کو افراط و تفریط سے محفوظ فرما کر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین ﴿ بندہ فیض احمد ساکن بستی بختاور علاقہ بھکر ضلع میانوالی حال مدرس

جامعہ غوثیہ گولڑا شریف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی قضیٰ ان لا نعبد الا ایاہ ولا نشرک بہ شیئاً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وحبیبہ محمد الذی جاء من عندہ بما امرہ ونہیٰ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ وعلیٰ الہ وصحبہ والذین اتبعوھم باحسان ابتغاءً لمرضاۃ وجہ ربھم الاعلیٰ

اما بعد میگوید ملتجی الی اللہ المدعو بمہر علیشاہ جعل آخرتہ خیراً من اولہ چونکہ در حل و حرمت جانور منذور و نام نہاد اولیاء اللہ از عرصہ دراز اختلاف میان علماء دین شکر اللہ سعیہم رو دادہ و متبعان ہر دو فریق کہ در سخن فہمی یا دیانت و تقوے بہرہ وافی و حظ کافی نمیدارند مسلک افراط و تفریط را مے گیرند بعضے میگویند کہ جانورے کہ برائے فاتحہ بزرگان شہرت دادہ شد یا طعامیکہ بنام اوشاں تشہیر یافتہ بوجہ داخل بودن او در عموم وما اُھل بہ لغیر اللہ مطلقاً حرام است ۔

اما بعد ملتجی الی اللہ قبلہ و کعبہ حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ (رضی اللہ عنہ) جعل آخرتہ خیراً من اولہ فرماتے ہیں کہ مدت مدیدہ و عرصۂ بعید سے علماء کرام شکر اللہ سعیہم کا جانور منذورہ اولیاء اللہ کی حلت و حرمت کے بارے میں اختلاف چلا آتا ہے اور فریقین کے وہ متبعین اور پیرو جو تقوی اور دیانت سے پوری طرح بہرہ ور نہیں ہیں افراط اور تفریط کی راہ اختیار کر چکے ہیں۔ ایک فریق کا خیال ہے کہ جس جانور پر اولیاء اللہ کا نام لے لیا جائے یا بزرگان کی فاتحہ کے لئے کسی طعام کو مشہور کر دیا جائے۔ کہ یہ فلاں بزرگ کی نیاز اور فاتحہ کے لئے تیار کیا گیا ہے تو وہ بوجہ وما اھل بہ لغیر اللہ کے عموم کے مطلقاً حرام ہے۔

گروہے دیگر ذبح علی القبور را بعد ازانکہ بنام خدائے عزوجل باشد مطلق حلال مے دانند گوکہ در قصد آں ذابح مقصود ازاں تقرب لغیر اللہ بود

بنابراں محرر سطور عفی عنہ ربہ الغفور سطرے چند در بیان مسئلہ مذکورہ حسب فہم ناقص خود بسلک تحریر آوردہ تاکہ دیگر مسلمانان افراط و تفریط آں صاحباں را بگوش حق نیوش خود جا ندہند۔ وایں رسالہ ایست اخوان الصفا را نافع و عجالہ ایست عساکر وساوس را دافع مشتمل بر مقدمہ وسہ باب وخاتمہ۔ بے بہرگی از علم ومحرومی از تقوٰے گوکہ ایں بے ہیچ را نیز اجازت ایں مہم عظیم الشان نمے داد چہ ایں منصبے ست شایان باہل الذکر کہ مامورہم بسوال از وشاں ومنصبہ ایست برائے وارثان ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا کہ عند الاختلاف مجبور یم بآمدن رفتے خود بدو شان پس کسیکہ تہی دست است ازیں وآں او را چہ حاصل بغیر از سخرہ وریشخندی اہل زمان۔

دوسرے فریق اُس جانور کو جو اولیاء اللہ کے مزارات پر لے جا کر اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جاتا ہے مطلقاً حلال کہتے ہیں خواہ اس ذابح کا ارادہ تقرب لغیر اللہ کا کیوں نہ ہو۔

لہٰذا محرر السطور عفی عنہ ربہ الغفور مذکورۃ الصدر مسئلہ کی تحقیق کے لئے چند سطریں تحریر میں لاتا ہے تاکہ عام مسلمان اس افراط و تفریط سے بچ جائیں یہ رسالہ سچے دوستوں کے لئے نفع مند ہے۔ اور شیطانی وساوس اور ابلیسی مکائد کا دافع ہے۔

یہ رسالہ ایک مقدمہ تین باب اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ گو تحقیق حق کا منصب جلیل صرف اُن لوگوں کے لئے ہے جن کے حق میں فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ نازل ہے (یعنی اگر کسی مسئلہ کے سمجھنے سے تم قاصر ہو تو پھر اولیاء اللہ سے سوال کرو) یا جو لوگ ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا کے وارث ہیں (اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے حق اور باطل میں امتیاز پیدا کر دیگا) اور اختلاف کے وقت مندرجہ بالا حضرات کے سامنے دست سوال دراز کرنیکا حکم صادر ہُوا ہے اور جو شخص ان لوگوں میں سے نہیں اُسے جگ ہنسائی کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔

لیکن باشارہ بعضے از مخلصان قلبی وعنایت فرمایان دلی اعنی جناب مخدومی امیر حمزہ صاحب برادر حقیقی اُستاذی ومولائی کشاف معضلات حقائق حلال مشکلات دقائق ماہر منقول معقول واقف فروع واصول اسوۂ علماء امصار قدوۂ فضلاء اعصار مرکز دائرۂ ارشاد محور کرۂ سداد سباح دریائے درایت سیاح بیداء روایت قاضی قضایائے معضلہ مفتی فتاوائے مشکلہ قدوتنا الاجل مولٰنا وولی النعم ابو البرکات ماحی البدعات جناب مولوی محمد شفیع رضی اللہ تعالےٰ عنہ واخی جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب وجناب مولوی منہاج الدین صاحب وجناب مولوی عبد المجید صاحب وجناب مولوی فیروز الدین صاحب مجبورانہ قلم برداشتم متوکلاً علےٰ ملہم الصدق والصواب والیہ المرجع والمآب۔

راقم السطور کو بھی گو علمی تہیدستی اور عملی بے مائیگی اس عظیم الشان کام کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دیتی تھی۔ مگر بعض مخلص احباب اور دلی دوستوں کے اصرار نے قلم اُٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔ (متوکلا علےٰ ملہم الصدق والصواب والیہ مرجع والمآب) جن کی فہرست یہ ہے۔

مخدومی امیر حمزہ صاحب برادر حقیقی استاذی و مولائی ابو البرکات ماحی البدعات جناب مولوی محمد شفیع صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ و جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب وجناب مولوی منہاج الدین صاحب وجناب مولوی عبد المجید صاحب وجناب مولوی فیروز الدین صاحب (رحمہم اللہ تعالےٰ اجمعین)

مقدمہ

دربیان بعضے امور کہ دانستن آنہا ضروری است بدانکہ تفسیر القرآن بالقرآن مقدم است بر ہمہ طرق تفسیر۔

اُن امور کے بیان میں جن کا جاننا ضروری ہے۔ واضح ہو کہ تفسیر کے تمام طریقوں میں سے اول درجہ تفسیر القرآن بالقرآن کا ہے یعنی ایک آیت شریف کا معنی سمجھنے میں دوسری آیت سے مدد لی جائے کیونکہ اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا

قال سلیمان الجمل فی حاشیۃ الجلالین
معنی التفسیر الکشف والابانۃ واصل
التاویل الرجوع والکشف وعلم التفسیر
یبحث فیہ عن احوال القرآن المجید
من حیث دلالتہ علی مراد اللہ تعالٰی
بحسب الطاقۃ البشریۃ ثم ہو قسمان
تفسیر وہو ما لا یدرک الا بالنقل کاسباب
النزول وتاویل وہو ما یمکن ادراکہ
بالقواعد العربیۃ فہو مما یتعلق بالدرایۃ والسر
فی جواز التاویل بالرائے بشروطہ دون التفسیر
ان التفسیر کشہادۃ علی اللہ وقطع بانہ عنی بہذا
اللفظ ہذا المعنے ولا یجوز الا بتوقیف ولذا
جزم الحاکم بان تفسیر الصحابی مطلقاً فی
حکم المرفوع والتاویل ترجیح لاحد
المحتملات بلا قطع فاغتفر انتہٰے۔

حضرت سلیمان صاحب جمل جلالین شریف کے حاشیہ
میں تحریر فرماتے ہیں کہ تفسیر کا معنے کشف اور اظہار
ہے اور تاویل کا معنے رجوع اور کشف ہے اور
علم التفسیر وہ ہے جس میں قرآن مجید کے احوال سے
انسانی طاقت کے مطابق بحث کی جائے اس حیثیت
سے کہ یہ کلام اللہ تعالٰی کی مراد پر دلالت کرتی ہے
پھر یہ علم دو قسم ہے اول تفسیر جو بغیر نقل اور روایت
یعنی عقل سے ہے اس بات کا راز کہ تاویل
بالرائے جائز ہے اور تفسیر بالرائے ناجائز ہے
کہ تفسیر میں انسان اللہ تعالٰی پر گواہی دیتا ہے کہ
کہ اس لفظ سے اللہ تعالٰی جل مجدہٗ نے قطعی طور پر
یہی معنے لئے ہیں اور یہ چیز بغیر توقیف (نقل و سماع)
کے ناممکن اور ناجائز ہے اسی لئے حاکم نے یقینی طور پر
کہا ہے کہ حضرت صحابہ کی تفسیر مطلقاً حدیث مرفوع[1]
کا درجہ رکھتی ہے اور تاویل بالرائے میں دو احتمالوں میں
سے ایک کو غیر یقینی طور پر ترجیح دیدینا ہے۔ الخ

باب اوّل

دربیان معنے آیت کریمہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ و در ضمن سوالات چند و جواب از آنہا

اس باب میں آیت کریمہ وما اهل به لغیر الله کا معنے بیان کیا جائیگا اور اسی ضمن میں چند سوال و جواب کا ذکر ہوگا۔

---

[1] یعنی صحابہ کرام قرآن کریم کا معنے اپنی رائے سے ہرگز ہرگز بیان نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ معنے بیان کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے سنا ہوگا۔ منہ مترجم

سوال

چہ مے فرمایند علماء دین مبین و مفتیان شرع
متین اندریں صورت - زید نیت کرد
کہ اگر فلاں حاجت حسب مراد من برآید
بز سیدی عبدالقادرؓ یا سیدی خواجہ
بزرگ اجمیریؒ یا گاؤ قبلۂ عالم مہارویؒ
یا گوسفند حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ
یا توشۂ حضرت خواجہ احمد عبدالحق ردولویؒ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم خواہم داد و بعد حصول
مراد حیوانات مذکورۃ الصدر را ذبح بنام
خدا عزوجل کرد و توشہ را بدراویشش
خورانیدہ ثواب طعام و فاتحہ بروح حضرت
خواجہ بخشید - آیا خوردن جانوراں و توشہ
مذکورہ در صورت مسطورہ جائز است
یانہ و نسبت بسوئے غیر خدائے
عزوجل و تشہیر بنام بزرگان موجب
حرمت آنہا مے شود یانہ ؟ بینوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین
اس صورت میں کہ زید نے ارادہ کیا ہے کہ میرا
فلاں کام میری خواہش کے موافق انجام پذیر ہو
جائے تو میں سیدی عبدالقادر یا سیدی خواجہ بزرگ
اجمیری کا بکرا یا حضرت قبلہ عالم مہاروی کی گائے
یا حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی کا دنبہ یا حضرت
خواجہ احمد عبدالحق ردولوی کا توشہ وغیرہ
دوں گا۔ اور حاجت پوری ہو جانے کے بعد
حیوانات مذکورہ کو اللہ تعالے کا نام لے کر
ذبح کیا اور توشہ درویشوں میں تقسیم کر دیا۔
اور اس طعام کا ثواب اور فاتحہ حضرت خواجہ
کی روح پر فتوح کو بخشدیا گیا مندرجہ بالا جانور
اور توشہ کا کھانا جائز ہے یا نہ۔ اور غیر اللہ کی طرف
نسبت کرنے اور بزرگان کے اسمائے
گرامی کے ساتھ مشہور کرنے سے یہ
چیزیں حرام ہو جائیں گی یا نہ ؟

الجواب وھو الموفق للصواب

بنفس تشہیر بنام بزرگان اشیاء
مذکورہ حرام نمے شود - قال اللہ تعالےٰ
فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ط

محض بزرگوں کے ناموں سے مشہور کر دینے سے
یہ چیزیں حرام نہیں ہو سکتیں - فرمایا اللہ تعالےٰ نے
جن چیزوں پر اللہ تعالےٰ کا نام لیا گیا ہو ان میں سے
کھاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیت کے ساتھ ایمان رکھتے ہو۔

وقال یعنی مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اُن چیزوں میں سے نہیں کھاتے جن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے حالانکہ ہم وہ چیزیں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں جو تم پر حرام ہیں۔

سوال

آیت مذکورہ عام است مخصوص بآیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط یعنی حرام کردہ شد بر شما مردار و خون یعنی مسفوح و گوشت خوک و آنچہ نام غیر خدا بوقت ذبح او یاد کردہ شود و آنچہ بخفہ کردن مردہ باشد و آنچہ بسنگ یا عصا مردہ باشد و آنچہ از جائے بلند افتادہ بمیرد و آنچہ بشاخ زدن مردہ شد و آنچہ او را درندہ خوردہ باشد الا آنچہ بعد این آفت ہا ذبح کردہ باشید و حرام نمودہ شدہ است آنچہ ذبح کردہ شد بر نشانہائے معبود باطل۔ و حرام کردہ شد طلب نمودن نصیب و قسمت خود را بتیرہائے فال این ہمہ فسق ست و اشیاء مذکورہ در وَمَا اُهِلَّ

آیت مذکورہ عام ہے اور دوسری آیت حرمت علیکم سے اس کی تخصیص کی گئی ہے جس میں بیان فرمایا ہے کہ تم پر مردار حرام ہے اور بہنے کا خون سور کا گوشت اور وہ چیز جس پر غیر خدا کا نام یاد کیا گیا ہے یا جو گلا گھونٹ کر ماری گئی یا پتھر اور عصا کے ساتھ قتل کی گئی یا بلند جگہ سے گر کر مر گئی یا سینگ لگنے سے مر گئی یا اُسے درندہ نے کھایا مگر وہ جو ان آفتوں کے پڑنے کے وقت ذبح کر لی گئی ہو حلال ہے اور جو معبودان باطل کے نشانوں پر ذبح کی گئی وہ حرام ہے اور قرعہ تیروں کے ذریعے تقسیم کرنا بھی یہ سب باتیں فسق ہیں۔ الایۃ

اور اشیاء مذکورہ وَمَا اُهِلَّ

لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ داخل است چنانچہ تصریح فرمودہ است بداں خاتم محدثین و زبدۂ مفسرین مولانا عبدالعزیز دہلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ زیر آیت وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ یعنے دیگر آں جانور کہ آواز بر آوردہ شد و شہرت دادہ شدہ حق آں جانور کہ لِغَیۡرِ اللّٰہِ یعنے برائے غیر خدا است (ثم قال بعد ہٰذا) خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نہ زیرا کہ چون شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلاں است ذکر نام خدا وقت ذبح فائدہ نہ کرد. چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت و خبثے در وپیدا شد کہ زیادہ از خبث مردار است زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است وجان ایں جانور را از آن غیر خدا قرار دادہ کشتہ اند و آں عین شرک است وہرگاہ ایں خبث در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا حلال نہ مے شود مانند سگ وخوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمے گردند الخ (ازاں کے بعد از یں مے فرمید) ودر لفظ ایں آیت کہ چہار جا از قرآن مجید وارد شدہ است تامل باید کرد کہ مَآ اُهِلَّ

لِغَیۡرِ اللّٰہِ بِہٖ میں داخل ہیں چنانچہ خاتم المحدثین و زبدۃ المفسرین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت مذکورہ بالا کے تحت تصریح فرمادی ہے۔

کہ وہ جانور جس پر غیر خدا کا نام لیا گیا ہو اور غیر کے نام پر مشہور کیا گیا ہو۔ وہ جانور غیر خدا کے لئے ہے۔

ذبح کے وقت خدا کا نام لیں یا نہ لیں کیوں کہ جب مشہور کیا گیا۔ کہ یہ جانور فلاں کے لئے ہے۔ تو پھر ذبح کے وقت خدا کا نام لینا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

کیونکہ وہ جانور غیر خدا کی طرف منسوب ہوچکا اور اس میں اس قدر پلیدی پیدا ہوگئی ہے کہ وہ مُردار سے بھی زیادہ ہوگیا ہے کیونکہ مُردار تو خدا کا نام لئے بغیر مرگیا ہے اور اس جانور کی جان کو غیر خدا کے لئے قرار دے کر ذبح کیا گیا ہے اور یہ بالکل شرک ہے جب یہ پلیدی اس میں سرایت کرگئی پھر خدا کے نام لینے سے کبھی حلال نہیں ہوسکتا جس طرح کتا اور سور خدا کا نام لے کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہو سکتے (اسکے بعد فرماتے ہیں) کہ اس آیت کے الفاظ چار جگہ پر قرآن مجید میں ذکر کئے گئے ہیں. غور کرنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ نے

بہ لغیر اللہ فرمودہ اند نہ ذبح باسم غیر اللہ۔ پس ذبح کردن بنام خدا ہمراہ شہرت و آواز بر آوردن بآنکہ فلاں گاؤ فلانی و بز فلانی ذبح میکند ہیچ فائدہ نمے کند و گوشت آں جانور حلال نہ مے گردد و اُہِلَّ را بر ذبح حمل کردن خلاف فقہ و عرف است ہرگز اہلال در لغت عرب و عرف آں دیار و آں وقت بمعنے ذبح نیامدہ در ہیچ شعر و عبارت بلکہ اہلال در لغت عرب بمعنے بلند کردن آواز و شہرت دادن است چنانچہ اہلال ہلال استہلال طفل نو تولد و اہل بمعنے تلبیہ حج وغیر ذلک مستعمل است و اگر کسے بگوید اَہْلَلْتُ لِلّٰہِ ہرگز معنے ذبحت للہ فہمیدہ نخواہد شد و نیز اگر اُہِلَّ را بر ذبح حمل کردہ شود۔ پس ذبح لغیر اللہ مراد خواہد شد ذبح باسم غیر اللہ از کجا فہمیدہ شود تا مدعائے ایں مردم حاصل شود۔ پس دریں عبارت اہلال را بمعنے ذبح گرفتن باز لغیر اللہ را بجائے باسم غیر اللہ ساختن قریب تحریف کلام الٰہی میرسد (باز سے قرینہ) و ایں ہر چہار چیز کہ مذکور شد یعنی مردار

وَمَا أُهِلَّ بِهٖ فرمایا ہے نہ ذُبِحَ بِاسْمِ غَیْرِ اللہ۔ لہٰذا غیر کے نام پر شہرت دینے کے بعد خدا کے نام کے ساتھ ذبح کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

اور اس جانور کا گوشت حلال نہ ہو سکے گا۔ اُہِلَّ کو ذبح کے معنے پر حمل کرنا فقہ اور عرف کے بالکل خلاف ہے۔

عرب کی لغت اور عرف میں اِہْلَال کا معنے ذبح ہرگز کہیں نہیں آیا کسی عبارت اور شعر میں یہ معنے موجود نہیں۔ بلکہ عرب کی لغت میں اہلال بلند کرنے اور شہرت دینے کے معنے میں تو وارد ہے چنانچہ اہلال ہلال یا استہلال طفل (نوزائیدہ) یا اہل بمعنے تلبیہ حج وغیرہ مستعمل ہے اور اگر کوئی عربی زبان میں اَہْلَلْتُ لِلّٰہ کہے تو اس کے معنے ذَبَحْتُ لِلّٰہ ہرگز نہیں سمجھے جاتے اور اگر اُہِلَّ کو ذبح کے معنے پر محمول بھی کر لیں پھر بھی اس کے معنے ذبح لغیر اللہ ہونگے ذبح باسم غیر اللہ کہاں سے سمجھے جائیں گے تاکہ ان لوگوں کا مطلب پورا ہو سکے۔ لہٰذا اس عبارت میں اہلال کا معنے ذبح کرنا اور پھر لغیر اللہ کی جگہ باسم غیر اللہ بنا لینا کلام الٰہی کی تحریف کے قریب پہنچ جانا ہے (بغیر قرینہ کے) یہ چاروں چیزیں یعنی مردار

تشریح مقام آنکه اہل جاہلیت احکامے
چند اختراع کردہ بودند و در آنہا بقول
اسلاف خود تمسک مے نمودند از انجملہ
بحیرہ و آں **مادہ شترے است کہ او**
را برائے بتاں مقرر مے کردند و شیر
او بکسے نمے دادند و سائبہ کہ برائے
بتاں جانورے را مے گذاشتند و بار
بر پشت او نمے نہادند و وصیلہ آں مادہ
شتریست کہ اول بار در اول حمل شتر مادہ
زاید و بعد ازاں بغیر فصل دیگر بار مادہ
پس آں را برائے بتاں مے گذاشتند
و حامی فحلے کہ ازو چند بچہ گرفتندے
و از رکوب و جز آں او را معاف
داشتندے حق سبحانہ وتعالیٰ در
تردید اینہا آیت فرستاد مَا جَعَلَ
اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَائِبَۃٍ وَّلَا
وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ
و نیز در آنہا امر فرمود کہ قال کُلُوْا
مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ مِنَ الثِّمَارِ وَالزَّرْعِ
و انعام و احلہا لکم وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّیْطٰنِ ایں طریقہ آوردہ کما فعل
المشرکون و اہل الجاہلیۃ من تحریم ما لم یحرمہ اللہ

تشریحِ مقام کے طور پر ہم مفصلاً سمجھائے
دیتے ہیں کہ اہل جاہلیت یعنی زمانہ قبل از اسلام
کے لوگوں نے چند احکام خود اختراع کر رکھے تھے اور
میں اپنے اسلاف کے طریقہ کو سند سمجھتے تھے مثلاً بحیرہ وہ
اونٹنی ہوتی جو بتوں کے نام پر آزاد کر دی جاتی اور
اس کا دودھ کوئی شخص استعمال نہ کر سکتا۔ سائبہ وہ
جانور ہوتا جس پر بتوں کا نام لے کر بار برداری ترک
کر دی جاتی۔ وصیلہ اُس اونٹنی کو کہتے تھے جو
پہلی بار مادہ شتر جنے اور پھر متصلاً دوسری دفعہ
بھی مادہ شتر پھر بتوں کے نام پر آزاد
کر دی جائے۔

اور حامی اُس اونٹ کو کہتے تھے جس سے
چند بچے حاصل کر لینے کے بعد سواری
وغیرہ معاف کر دی جاتی۔ اللہ تبارک وتعالےٰ
نے مندرجہ بالا احکام مخترعہ کی تردید فرمائی
یعنی اشیاء مذکورہ کو حرام سمجھنا کفار کا
افترا اور بہتان ہے۔ اللہ تعالےٰ
نے تو ان کو حرام نہیں فرمایا بلکہ حکم
دیا کہ کھاؤ جو کچھ کہ اللہ
تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے میوے ہوں
یا کھیتی باڑی یا چارپایہ یہ سب چیزیں تمہارے لئے
حلال ہیں۔ شیطان کے راستوں کی تابعداری مت کرو
جیسے کہ مشرکین اور اہل جاہلیت نے اختراع کیا تھا یعنی جس چیز کو

اللہ وتحلیلہ مالم یحللہ۔ فتح البیان۔ ونووی
در شرح مسلم نوشتہ المراد انکار ما حرموا
علیٰ انفسہم من السائبۃ والوصیلۃ والبحیرۃ
والحام وانہا لم تصر حراما بتحریمہم وکل ما
ملکہ العبد فہو حلال حتی یتعلق بہ انتہے۔
بعضے از فضلاء عصر جواب از نقض مذکور
در اخبار اہلحدیث مورخہ ۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ
مطابق ۲۰ جنوری بر صفحہ نہم بدیں طریق
شائع فرمودہ (وہاں بڑا کھاری شبہ آیت
بحیرہ سے کیا جاتا ہے۔ مگر میرے خیال
میں اس آیت کا مطلب بالکل صاف
ہے کہ عرب کے لوگوں کے ایک خود ساختہ
خیال کی تردید کی جاتی ہے جو وہ بحیرہ
سائبہ حام وغیرہ کی نسبت رکھتے تھے
بحیرہ سائبہ کی نسبت جو روایات آئی
اُن کا بیان مقدم ہے۔ واضح تر وہ ہے
جو امام شافعی سے منقول ہے۔ کہ قالوا
اذا نتجت الناقۃ خمسۃ ابطن اناثا
بحرت اذنہا فحرمت وبہ قال
ابو عبیدہ البعیر یسیب نذرا علی
الرجل ان سلمہ اللہ من مرض او
ابلغہ منزلہ فلا یحبس عن رعی
ولا ماء ولا یرکبہ احد قالہ ابو عبیدۃ

اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں فرمایا اُسے
حرام سمجھ لیا اور جسے اللہ تعالیٰ حلال کا
حکم نہیں دیا اُسے حلال سمجھ لیا۔ (فتح البیان)
نووی نے مسلم کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ اس
آیت سے مراد کفار پر انکار کرنا ہے کہ جن
چیزوں کو تم نے حرام سمجھ لیا ہے وہ تمہارے
حرام ٹھہرانے سے حرام نہیں ہو جاتیں بلکہ جس
چیز کا انسان مالک ہو وہ حلال ہے۔ الخ
بعض ہم عصر فضلاء نے اخبار اہلحدیث مجریہ
۳ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۰ جنوری صفحہ ۹
پر اعتراض مذکور کا جواب بدیں طور شائع
کیا ہے۔

مفسرین نے فرمایا ہے کہ جب اونٹنی پانچ
مادہ بچے جنتی تو مشرکین اس کا کان چھیدتے
اور اس کا گوشت حرام سمجھتے اور سائبہ کی
تفسیر میں ابو عبیدہ نے فرمایا کہ مشرکین کہتے تھے
اگر مجھے خدا نے شفا دی یا منزل تک سالم پہنچ
گیا تو اس اونٹ پر کوئی سوار نہ ہوگا۔

الوصیلۃ ھی ناقۃ ولدت انثی بعد انثی
الحام اذا ولد ولد الفحل قالوا حمی ظہرہ
فلا یرکب فتح البیان۔ (اس کے ترجمہ کے
بعد کچھ فاضل مجیب لکھتا ہے) ان روایات
کے اعتبار سے بحیرہ سائبہ میں اہلال لغیر اللہ
توکسی طرح نہیں پایا جاتا۔ اقول روایات
مذکورہ کی تحویل امام شافعیؒ پر محض غلطی ہے۔
شافعیؒ کا مقولہ بحیرہ کے متعلق صرف اتنا
ہی ہے کانوا اذا نتجت الناقۃ خمسۃ
بطن اناثا بحرت اذنہا فحرمت
ہیں دیکھو فتح البیان متعلق آیت ما جعل
اللہ من بحیرۃ کے۔ دوسری غلطی مجیب
کی (فلا یجلس) ایسا نہیں بلکہ (فَلَا یُجُلَسُ)
ہے۔ تیسری غلطی روایت مذکورہ بالا کو
(وہ نسخ تر) ٹھیرانا حالانکہ بخاری اور مسلم
وغیرہ لرزاق اور عبد بن حمید ونسائی و
ابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ
وابن مردویہ سعید بن المسیب سے روایت
کرتے ہیں قال البحیرۃ التی یمنع درہا
للطواغیت ولا یحلبہا احد من الناس
والسائبۃ کانوا یسیبونہا لآلہتہم لا یحمل
علیہا شیٔ والوصیلۃ الناقۃ البکر تبکر
فی اول النتاج الابل ثم تثنی بعد بانثی

وصیلہ وہ اونٹنی ہے جو یکے بعد دیگرے دو مادہ بچے جنے
حام وہ نر ہے جس کے بچہ کا بچہ پیدا ہو جائے
تو مشرکین کہتے تھے کہ اس کی پیٹھ محفوظ ہو گئی، پھر کوئی
سوار نہ ہوگا۔ فتح البیان۔

فرمایا بحیرہ وہ ہے جس کا دودھ بتوں
کے لئے روک لیا گیا ہو اور کسی آدمی
کو دودھ نکالنے کی اجازت نہ ہو۔ سائبہ وہ ہے جس کو بتوں
کیلئے واگذار کردیں اور اس پر کوئی چیز نہ لادی جائے وصیلہ
اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی دفعہ مادہ جنے اور دوسری دفعہ بھی

کانوا یسیبونها لطواغیتهم ان وصلت اخذٰی بالاخریٰ لیس بینهما ذکر و اما الحامی فحل الابل یضرب الضراب المعدود فاذا قضی ضرابه ودعوه للطواغیت واعفوه من الحمل فلم یحمل علیه شیئ وسموه الحامی - انتہیٰ موضع الحاجۃ درمنثور۔ بحسب اس معتبرہ روایت کے اہلال لغیر اللہ بحیرہ وغیرہا میں موجود ہے چوتھی غلطی اختلاف روایات کو جو بحیرہ وغیرہ میں آئے ہیں مانع جمع پر حمل کرنا مع آنکہ فتح البیان وغیرہ میں ہے ان العرب کانت تختلف افعالها فی البحیرۃ (اہل عرب کے افعال بحیرہ وغیرہ کے بارے میں مختلف تھے) جس سے سب روایات کا جمع کرنا منظور ہے۔ پھر فاضل مجیب اسی جواب میں لکھتا ہے کہ قول اس بارہ میں روایات مختلف ہیں۔ جن میں سے بعض میں ذکر ہے کہ ان سیانوں کا دودھ بتوں کے نام پر وقف ہوتا تھا۔ بعض میں ذکر ہے کہ خود ان کی ذات وقف ہوتی تھی اگر ان روایات کو بھی ان لفظوں کی تفسیر میں لیا جائے۔ تو بھی یہ بات ثابت نہ ہوئی کہ اہلال لغیر اللہ قبل از ذبح موجب حرمت نہیں الخ۔ اقول یہ بات ثابت

مادہ ہی جنے اور ان دونوں حملوں کے درمیان نر نہ پیدا ہو بلکہ دونوں مادہ ہی متصلاً ہوں تو پھر اسے بتوں کیلئے آزاد کر دیتے ہیں۔ حامی اونٹ سے کئی دفعہ بچے حاصل کر لئے جائیں اور پھر بتوں کیلئے آزاد کر دیا جائے اور اسے باربرداری سے معافی دیدیجائے بلکہ کوئی چیز بھی اس پر بار نہ کی جائے اسے حامی کہتے ہیں انتہیٰ دنساء ائی درمنثورہ

ہے کہ اہلال لغیر اللہ یعنے تشہیر و انتساب
لغیر اللہ قبل از ذبح موجب حرمت نہیں
لقولہ تعالیٰ کلوا مما رزقکم اللہ الخ
کما نقلنا سابقاً من فتح البیان۔ ولقولہ
تعالیٰ یا ایہا الناس کلوا مما فی
الارض حلالاً طیباً ولا تتبعوا
خطوات الشیطان۔ قال ابن عباس
رضی اللہ عنہما نزلت فی قوم من ثقیف
وبنی عامر بن صعصعۃ وخزاعۃ وبنی
مدلج حرموا علی انفسہم ما حرموا من الحرث
والبحائر والسوائب والوصائل والحام
تفسیر ابو سعود۔ ولقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین
آمنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم
قال سلیمان الجمل تحت قولہ تعالیٰ انما
حرم وہو قصر قلب للرد علی من یحل
ہذہ الاربعۃ ویحرم الحلال غیرہا
کالسوائب انتہیٰ۔ یہ پانچویں غلطی ہوئی
فاضل مجیب اپنی تحریر میں مفسرین
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تردید میں لکھتا
ہے دیکھو کہ اگر ماذبح یا عندالذبح کی قید
لگائی جائے تو یہ ما کا لفظ مخصوص
بالحیوانات ہو جائے گا اس لئے کہ ذبح
تو حیوانات ہی کا ہوتا ہے۔ حالانکہ آنکہ ما

جیسا کہ پہلے ہم فتح البیان سے نقل کر چکے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ
عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ثقیف کی قوم کے حق
میں اور عامر بن صعصعۃ اور خزاعۃ و بنی
مدلج کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے
بحیرہ وغیرہ اپنے اوپر حرام سمجھ لئے تھے۔
(تفسیر ابو سعود)۔

سلیمان صاحب جمل اسی آیت کے ماتحت لکھتے
ہیں کہ یہ قصر قلب ہے ان لوگوں کی تردید کے لئے۔
جو ان چار چیزوں کو حلال سمجھتے تھے یعنی دم اور میتہ وغیرہ کو
جو دراصل حرام ہیں اور اسکے ماسوا سوائب وغیرہ کو حرام سمجھتے تھے
جو حقیقت میں حلال ہیں۔

لفظ حیوانات کے علاوہ تمام چیزوں کو
پس یہ تخصیص بلا مخصص کیونکر ہوسکتی ہے
تعجب تر تو بعض علمار حنفیہ سے ہے جن کا
اُصول ہے۔ کہ عموم قرآنی کی تخصیص خبر
واحد سے بھی جائز نہیں وہ بھی اس
آیت میں بلا مخصص تخصیص کے قائل ہو
جاتے ہیں۔ اقوله جناب مولانا عبد العزیز
رحمۃ اللہ علیہ بھی۔ وما اهل به لغیر اللہ
کی تفسیر میں لکھتے ہیں (و دیگر آن جانور
کہ آواز بر آوردہ شد و شہرت دادہ شد
در حق آن جانور کہ لغیر اللہ یعنے برائے غیر
خدائے ست) اسی جواب میں آپ نے
شاہ عبد العزیز کی تفسیر سے لفظ اہلال
کی تحقیق میں کام لیا ہے۔ اور تین سطر
کے بعد ان کو بھی زیر الزام تخصیص بلا
مخصص رکھ دیا۔ اب تخصیص عام کے
متعلق معروض ہے۔ موصولات یا موصوفات
کا عموم بعد از لحاظ اپنے صلات یا صفات
کے ہوتا ہے۔ جس کا ثمرہ یہ ٹھہرا کہ افراد
غیر موصوفہ کو شامل نہ ہوں گے۔ مثلاً
فانکحوا ما طاب لکم میں کلمہ ما طیبات
ہی کو اور ایسا ہی کل امرءۃ اتزوجہا فہی
طالق میں لفظ کل امرءۃ متکلم کی منکوحہ

ہی کو شامل ہوگا۔ پس مانحن فیہ میں لفظ ما معہ لحاظ صلہ اسکے یعنے اہل بہ لغیر اللہ کے عام کہا جائے گا۔ خواہ اہلال بمعنے مطلق رفع الصوت لیا جائے یا بمعنی رفع الصوت عند الذبح۔ رہا یہ امر کہ ان دونوں معنوں میں سے کون سا معنے صحیح ہے اس کو اور دلائل سے ثابت کیا جائے گا۔ لفظ ما کے عموم کو اس تصحیح میں کوئی دخل نہیں بلکہ عند العقلاء آپ کا طرز استدلال مستلزم دور ہوگا۔ کیونکہ ما کا عموم اہلال کے اطلاق پر اور اہلال کا اطلاق ما کے عموم پر موقوف ہوگا وہو کما ترٰی۔

پھر ہم کہتے ہیں اگر فاضل مجیب کو اس پر بھی تشفی نہیں تو لیجئے صریح نص قرآنی جس سے بحائر اور سوائب میں اہلال لغیر اللہ بمعنے تشہیر و انتساب الی غیر اللہ صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی و قالوا ھذہ انعام و حرث حجر لا یطعمہا الا من نشاء بزعمہم فمعنی الآیۃ ہذہ انعام وحرث ممنوعۃ یعنون انہا لاصنامہم قال مجاہد یعنے بالانعام البحیرۃ والسائبۃ والوصیلۃ والحام۔ فتح البیان۔ ہر جگہ تفسیر کے متعلق مقدمہ کا لحاظ ضروری ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ کفار کہتے ہیں یہ جانور اور کھیتیاں ممنوع ہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا مگر جس کے لئے ہم چاہیں یعنی یہ جانور بحائر، سائبہ۔ وصیلہ وغیرہ بتوں کے لئے ہیں اور کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔

درخواند بجائی نوشتہ عموئی کذا ست
بمسلمانے داد کہ بتسمیہ کہ مجوز است
ذبح کند بسم بنام خدا ذبح کرد گوشت
او حلال است۔ کذا فی کتب الفقہ۔

پس اگر مشرکے برائے بھوانی سانڈ و
یا مسلمانے بنام بزرگے جانورے نماید خوردنش
حرام نیست زیرا کہ ازیں انتساب خللے
در واقعہ نہ شدہ خصوصاً وقتیکہ آں
مسلم جانور سائبہ را برائے فاتحہ آں بزرگ
بقصد قربہ شدن رہا کردہ باشد آرے
انقطاع ملک البتہ درآں خللے ہست اگر غیر
مالک بغیر اذن ذبح نماید و آں ہم وقتے
کہ مالک در رہا کردن قصد اخراج از
ملک نہ کردہ باشد واللہ اعلم۔

ازیں جا فرقے بین میان سائبہ و غیرہ
و میان جانور منذور للاولیاء ظاہر باشد
چہ در اول تقرب الی غیر اللہ بالذات
مطلوب است و در ثانی تقرب بذبح
آں پس التقرب و خوشنودی آں بزرگ
ازیں ذبح بایں قصد است کہ ثواب
خوردن گوشت مذبوح و فاتحہ بروح
آں بزرگ رسانیدہ شود تا حلال است
و ہمیں معنے را ناذرین باب اہل اللہ فہمیدہ۔

تو اس کا بیان یہ ہے کہ اگر کسی ہندو نے اپنی گائے
مسلمان کو یہ کہہ کر دیدیا کہ اس کو آگ کے نام پر
ذبح کرو لیکن مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کی
تو اس کا گوشت حلال ہے (ہکذا فی کتب الفقہ)

لہٰذا اگر کوئی مشرک بھوانی کے لئے سانڈ چھوڑے
یا کوئی مسلمان کسی بزرگ کے نام پر جانور رہا کرے
تو اس کا کھانا حرام نہیں ہوگا کیونکہ اس تشہیر اور
نسبت سے اصلی حقیقت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔
خصوصاً جبکہ کسی مسلمان نے جانور کو ثواب پہونچانے
کے لئے چھوڑا ہو۔ ہاں ملک مالک کے لحاظ سے اس
میں خلل ہوگا کہ کوئی دوسرا شخص مالک کی اجازت
کے بغیر ذبح کرے اور مالک نے چھوڑتے وقت
اپنے ملک سے خارج کر دینے کا ارادہ نہ کیا ہو
تو اس کا گوشت حق العبد کی وجہ سے حلال نہ ہوگا۔

مندرجہ بالا کلام سے سائبہ اور منذورۂ اولیاء
کے درمیان فرق واضح ہو گیا ہے۔ کیونکہ سائبہ
کے چھوڑ دینے میں تقرب الی الغیر مقصود ہے
اور یہاں ذبح کے ساتھ تقرب الی اللہ مقصود
ہے لیکن تقرب فقط اس معنے کے لحاظ سے
کہ اس مذبوح کا گوشت کھانے اور فاتحہ کا
ثواب فلاں بزرگ کی روح کو پہنچے "عدم نذر ماننے
والے یہی معنے مراد لیتے ہیں۔

كما صرح به حكيم الامت مولانا شاه ولی الله
وهمچنین اگر تقرب بالذبح باین غرض است
که نفس ذبح واخراج روح حیوان برائے
آں بزرگ است نه باگوشت واہداء ثواب
سروکارے نہ تا حرام شود کما سیجیئی۔ لیکن
نذر برائے اولیاء اصلا ایں معنے مراد نمیدارد
بدلیل عدم خوشنودی او وعدم خروج
او از عہدہ نذر در ذہن خودش درصورتیکہ
گوشت مذبوح او را کسے نخورد۔
وجہ دوئم برائے مخدوش فیہ بودن اینکہ
اہل را بر ذبح حمل کردن خلاف فقہ و
عرف نیست چہ اہلال در عرف آں دیار
وآں وقت بمعنے ذبح آمد افصح الفصحاء
وابلغ البلغاء سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
فرمودہ اِذَا سَمِعْتُمُ الیہود والنصاریٰ
یہلون لغیر اللہ فلا تاکلوا واذا لم تسمعوہم
فکلوا فان اللہ قد احل ذبائحہم وہو یعلم ما
یقولون فتح البیان جلد اول صفحہ ۲۲۲۔

كما صرح به حكيم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ
علیہ اس قصد کے ساتھ ذبح مذکورہ کا گوشت یقیناً
حلال ہے۔ اور اگر تقرب بالذبح سے مقصود نفس ذبح اور اُس
حیوان کا اخراج روح اس بزرگ کے لئے ہے اور گوشت کے
ہدیہ کرنے اور ثواب وغیرہ سے اُس کا کوئی سروکار نہیں تو
حرام ہے لیکن جاہل سے جاہل مسلمان بھی یہ ارادہ کبھی نہیں رکھتا
کیونکہ اُسکے خیال میں اگر اسکے ذبیحہ کا گوشت کوئی شخص نہ کھائے تو وہ
اپنے آپکو اپنی نذر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں سمجھتا نہ اس بات
پر کسی صورت میں راضی ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اُسکا ارادہ ایصال
ثواب کا ہوتا ہے نہ محض اخراج روح[1] کا۔ سو اب انکار۔ وجہ دوئم یہ ہے
کہ لفظ اہل کا ذبح کے معنے پر حمل کرنا فقہ اور عرف
کے خلاف نہیں۔ کیونکہ اہلال اس ملک اور اس وقت
کی زبان کے مطابق ذبح کے معنے میں پایا
جاتا ہے۔ فتح البیان جلد اول ۲۲۲ سیدنا حضرت علی کرم اللہ
وجہہ فرماتے ہیں یعنی اگر تم یہود اور نصاریٰ کو سنو کہ وہ ذبیحہ پر
غیر خدا کا نام لے رہے ہیں پھر تو انکی ذبیحہ کو نہ کھاؤ اور اگر
تم نے خود نہیں سنا تو پھر کھا سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب
کی ذبیحہ کو ہم پر حلال فرمایا ہے حالانکہ وہ خود جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔

---

[1] کس قدر ظلم ہے کہ محض ایک مفروضہ اور مزعومہ واہمہ کی بناء پر کہ جہلاء زبان سے اگرچہ مندرجہ بالا تفسیر اور
وضاحت کر بھی دیں پھر بھی ان کا عقیدۂ قلبی محض تقرب الی الغیر کا ہوتا ہے اور بدیں وجہ وہ جانور حرام ہو
جاتا ہے اور ایسا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے کیا یہ ظنوا لمؤمنین خیرا کے صراحۃً خلاف نہیں حلال کو بیک جنبش قلم
وزبان حرام کہدینا اور وہ بھی صرف اپنے زعم باطل کی بناء پر وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا قول اللہ تبارک
تعالیٰ وحرموا ما رزقہم اللہ افتراء علی اللہ۔ مترجم

قال ما ذبح لغیر اللہ واخرج ابن ابی حاتم
عن ابی العالیۃ وما اھل بہ لغیر اللہ
یقول ما ذکر علیہ اسم غیر اللہ انتہٰی۔ در فتح
البیان آمدہ یعنی ما ذبح للاصنام و
الطواغیت وصیح فی ذبحہ۔ در مظہری مے
نویسد قال الربیع بن انس یعنی ما ذکر عند
ذبحہ اسم غیر اللہ والاہلال اصلہ رؤیۃ
الہلال یقال اہل الہلال ثم لما جرت
العادۃ برفع الصوت بالتکبیر عند رؤیۃ
الہلال سمی لرفع الصوت مطلقا اہلال
وکان الکفار اذا ذبحوا لآلہتہم یرفعون
اصواتہم بذکرہا فجری ذلک من امرہم
حتے قیل لکل ذابح وان لم یجہر مہل انتہٰی۔
در روح البیان آمدہ ای وحرم ما رفع
بہ الصوت عند ذبحہ للصنم واصل الاہلال
رفع الصوت وکانوا اذا ذبحوا لآلہتہم یرفعون
اصواتہم بذکرہا ویقولون باسم اللات
والعزی فجری ذلک من امرہم حتی قیل
لکل ذابح وان لم یجہر بالتسمیۃ مہل۔ انتہی
موضح الحاجۃ۔ علامہ ابو السعود در تفسیر
خود مے نویسد وما اھل بہ لغیر اللہ
ای رفع بہ الصوت عند ذبحہ للصنم۔ انتہی
در جلالین آمدہ اے ذبح علے اسم غیرہ۔

قال ما ذبح لغیر اللہ اور ابن ابی حاتم نے ابی
العالیہ سے نقل کیا ہے وما اہل بہ لغیر اللہ
یقول ما ذکر علیہ اسم غیر اللہ انتہیٰ۔ فتح البیان
میں ہے جو چیز بتوں کے لئے ذبح کی جائے اور
اس پر ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارا جائے۔ تفسیر مظہری
میں لکھا ہے حضرت ربیع بن انس فرماتے ہیں جس پر
ذبح کے وقت غیر خدا کا نام ذکر کیا جائے۔ اہلال اصل
میں چاند دیکھنے کو کہتے ہیں یقال اہل الہلال یعنی
چاند دیکھا ہے پھر یہ عادت ہو گئی کہ لوگ چاند دیکھنے
کے وقت بلند آواز سے تکبیر کہتے ہیں تو مطلق آواز بلند
کرنے پر اہلال بولا جانے لگا۔ اور کفار جب بتوں کے
لئے جانور ذبح کرتے تھے تو ان بتوں کا نام لے کر پکارتے
تھے لہٰذا ہر ذبح کو مہل کہا جانے لگا خواہ وہ زور سے تکبیر نہ کہے۔
صاحب روح البیان فرماتے ہیں یعنی جس جانور پر ذبح
کے وقت بتوں کا نام پکارا جائے وہ حرام ہے۔ اہلال اصل
میں صرف آواز بلند کرنے کو کہتے ہیں۔ کفار جب جانور
ذبح کرتے تو بلند آواز سے باسم اللات والعزیٰ کہتے
لہٰذا ہر ذابح کو مہل کہا جانے لگا۔ اگرچہ اس
نے جہر نہ کیا ہو۔ انتہیٰ موضح الحاجہ۔
علامہ ابو السعود اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
وما اہل بہ لغیر اللہ ای رفع بہ الصوت
عند ذبحہ للصنم۔ انتہیٰ۔
جلالین میں ہے ای ذبح علے اسم غیرہ۔

اور معالم التنزیل آمده وما اهل به لغیر
الله ای ما ذبح للاصنام والطواغیت
واصل الاهلال رفع الصوت وکانوا اذا
ذبحوا لآلهتهم یرفعون اصواتهم بذکرها فجری
ذلک من امرهم حتی قیل لکل ذابح وان لم
یجهر بالتسمیة مهلّ وقال الربیع بن انس
وغیره وما اهل به لغیر الله قال ذکر
علیه اسم غیر الله انتهی۔ از عبارات مسطوره
بتحقیق ظاهر است که اهلال را بر ذبح حمل نمودن
موافق عرف آن دیار و آن زمان است
و لفظ اهلال منقول است از رفع الصوت
بسوئے ذبح عرفاً والمعنی اللغوی اعم من
العرفی مطلقاً من حیث الصدق والحمل
علی قول من فسر قوله تعالی وما اهل
به لغیر الله بقوله ای رفع الصوت عند
ذبحه للاصنام او من وجه من حیث التحقق
عند من فسره بقوله ای ذبح لغیر الله آری
مفسرین وعلماء لغت در وقت بیان نمودن
معنی عرفی برائے اهلال مد نظر داشتن معنی
منقول عنه را لیکن معنی لغوی را نیز بیان
می کنند از برائے آنکه مراد از اهلال
در آیت وما اهل به لغیر الله معنی
لغوی است برائے اصالت او۔

معالم التنزیل میں ہے وما اہل به لغیر الله الخ
(معنی فقرہ [illegible] ترجمہ ہے)

مندرجہ بالا معتبر تفاسیر کے عبارات سے
تحقیق ہو گیا کہ اہلال کو ذبح کے معنے پر حمل کرنا اہل
عرب کے عرف کے بالکل مطابق ہے اور یہ بھی
معلوم ہو گیا کہ اہلال کا لغوی معنے رفع الصوت ہے
لیکن عرف والوں نے اس معنے سے نقل کر کے ذبح
کے معنے میں استعمال کر لیا ہے۔ جن لوگوں نے
اہلال کے معنے رفع الصوت عند ذبح کیا ہے ان
کے نزدیک لغوی معنی صدق و حمل کی حیثیت سے
عرفی معنے سے اعم مطلق ہوگا اور جن لوگوں نے اہلال کے
معنے ذبح لغیر الله کیا ہے ان کے نزدیک لغوی و عرفی
معنے کے درمیان عام خاص من وجہ کی نسبت ہوگی یعنی
[illegible] تحقق عرفی معنے اخص من وجہ ہوگا
[illegible] عرفی معنے کے بیان کرتے وقت [illegible]
[illegible] لغوی معنے [illegible]
کرتے ہیں [illegible] نہیں ہوتا کہ [illegible] معنی آیت میں
صرف لغوی مراد ہے

وقوله علیه السلام فی خمس من الابل سائمة
شاةٌ وفی قوله تعالیٰ واستشهدوا شهیدین
من رجالکم وقوله تعالیٰ واشهدوا ذوی
عدل منکم (لم یوجب نفی الحکم لکن السنة
المعروفة ای لازکوٰة فی العوامل والحوامل
والعلوفة) فی ابطال الزکوٰة عن العوامل
والحوامل والنص الوارد فی باب التثبت
فی نبأ الفاسق ای قوله تعالیٰ یاایها
الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبأ
فتبینوا) اوجب الاطلاق فکذا ههنا فما
قال مولانا تراب علی وغیره من الاعلام
فی هذا المقام اقتفاءً علی آثار خاتم المحدثین
رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین من قوله
فجملة المرام ان تفسیر الاهلال باعتبار وضع
اللغة واستعمال الشرع والعرف هو رفع
الصوت مطلقاً واما وقع فی البیضاوی
والمدارک والدر المنثور وغیرها من قید
عند الذبح والتفسیر بالاخص تنبیهاً علی ان
الغرض من الاهلال الذبح غالباً واشعار
الجری عادة اهل ذلک الزمان علیه انه قد
تقرر فی مقره ان التقیید لا یکون علی طریق
المفهوم المخالف اذا المطلق یبقی علی اطلاقه
والمقید علی تقییده فلا تنافی بینهما احدٌ له

اور فی خمس من الابل سائمة شاة (جو مقید ہے) میں نفی
حکم کو واجب نہیں کرتی یا عدالت کی قید آیت واستشہدوا
شہیدین من رجالکم (جو مطلق ہے) اور آیت واشہدوا
ذوی عدل منکم (جو مقید ہے) میں نفی حکم کا باعث
نہیں لیکن سنت مشہورہ یعنی لا زکوٰۃ فی العوامل والحوامل
والعلوفة) کام دینے والے، بار اٹھانے والے، و گھر میں گھاس
کھانے والے جانوروں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے) نے اطلاق کا
نسخ کر دیا ہے اسی طرح اس نص نے جو فاسق کی خبر کے متعلق
وارد ہے نے اطلاق کا نسخ واجب کر دیا ہے بعینہ اسی
طرح آیت ما اہل بہ میں بھی بجائے اور سوائے الی النفس نے
نسخ اطلاق واجب کر دیا ہے لہذا مولانا تراب علی وغیرہ
علمائے اسلام نے خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب
محدث دہلویؒ کے تتبع میں جو کچھ سپرد قلم فرمایا ہے قابل
تامل ہے فرماتے ہیں خلاصۃ المرام یہ ہے کہ اہلال کی تفسیر
وضع اللغۃ اور استعمال الشرع والعرف کے لحاظ سے مطلقاً
آواز بلند کرنا ہے اور بیضاوی مدارک اور در منثور وغیرہ
میں جو عند الذبح کی قید موجود ہے وہ تفسیر بالاخص ہے
اور اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ اس زمانے
کی عادت کے مطابق غالباً اہلال کا معنے
ذبح کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے موقعہ پر یہ
اصول ثابت ہو چکا ہے کہ مفہوم مخالف کے طور پر
تقیید ناجائز ہے جب مطلق اپنے اطلاق پر رہے گا اور
مقید اپنی تقیید پر تو ان دونوں میں بالکل منافات نہ ہوگی؟

فليس مستقيم كما لا يخفى على المتفطن. وعلى
تقدير التسليم ما صرحت به تلك الاعلام فنقول
منشأ التقييد بعند الذبح ليس هو خصوص لام العلة
بل هو مستفاد من كلمة به في الآية فقولهم
عند الذبح عطف بيان او بدل من التلبس
المستفاد من الباء في به كما صرح به مولانا
عبد الحكيم في حاشيته على البيضاوي
حيث قال على هامش قول البيضاوي اي
رفع به الصوت عند ذبحه للصنم الضمير ان
لما زاد على الكشاف لفظ عند ذبحه بيانا
للتلبس او السببية المستفادة من الباء
فهي بدل من به او عطف بيان له انتهى. او
نقول الباء في به بمعنى في ولا بد من حذف
مضاف اي في ذبحه كما صرح به سليمان الجمل
في تفسير قوله تعالى وما اهل به لغير الله
وبالجملة معنى الذبح او قيد عند الذبح
بخارج عن مدلول النص۔

وجہ سیوم ۔ برائے مخدوش فیہ بودن
آنکہ اهل به لغیر الله را بمعنے ذبح
باسم غیر الله گرفتن تحریف کلام الٰہی
نیست قال النووی فی شرح مسلم فی تفسیر
ما اخرجہ من قولہ صلی الله علیہ وسلم لعن الله
من لعن والدہ ولعن الله من ذبح لغیر الله

ہماری گذشتہ گذارشات سے اس خیال کی تردید واضح ہو
چکی ہے جو صاحب انتصار پر مخفی ہیں ورنہ اگر کچھ کیلئے
ان حضرات کے فرمان کو تسلیم کر لیا جائے تو ہم کہیں گے کہ عند الذبح
کی قید کا منشا مورد کا خاص ہونا نہیں ہے بلکہ وہ کلمہ بہ سے
مستفاد ہو رہا ہے لہذا عند الذبح کا قول تلبس سے
عطف بیان یا بدل واقع ہوگا جو بہ کی باء سے حاصل ہو رہا ہے
مولوی عبد الحکیم صاحب سیالکوٹی نے بیضاوی کے حاشیہ
پر اس بات کی تصریح فرمادی ہے حیث قال الخ

یا ہم
یا ہم کہیں گے کہ بہ کی باء بمعنے فی اور کلام حذف مضاف
کے ساتھ ہے ای فی ذبحہ کما صرح بہ سلیمان الجمل فی تفسیر
ہذہ الآیۃ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ذبح کا معنے عند الذبح کی قید
مدلول النص سے خارج نہیں۔
وہذا ہو المطلوب۔

وجہ سوم ۔ شاہ صاحب کی کلام کے مخدوش فیہ
ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اگر اهل به لغیر الله
کا معنے ذبح باسم غیر الله کر لیا جائے تو اس میں کلام الٰہی
کی کوئی تحریف نہیں نووی نے مسلم کی شرح میں اس حدیث
کی تفسیر میں لکھا ہے ذلک صادق علیہ کہ نہ ... اهل
کا معنے خود حدیث کے الفاظ میں ذبح سے تفسیر کیا

می دہد کہ قصد تقرب بغیر خدا از دل دور
کردہ و خلاف آں شہرت و آوازہ دیگر دہد
(ایں ہمہ بیکار گشتیم) پس نزد حضرت
موصوف نیز تشہیر و انتساب الی غیر اللہ
عند الذبح موجب حرمت مذبوح گشت
فافہم۔ وجہ پنجم۔ آنکہ بجواب استفتاء
مذکور حضرت موصوف در صدر کلام نفس
تشہیر و انتساب حیوان را الی غیر اللہ
موجب حرمت قرار دادہ اند و اندکے
بعد ازیں ذبح لغیر اللہ یعنی اخراج جان
برائے جان آفرین کہ اصلاً در استفتاء
مذکور نیست و بالاتفاق حرام چنانچہ می
فرمایند (دستہ این مسئلہ آن است کہ جان
برائے غیر جان آفرین نثار کردن درست

اس سے معلوم ہو گیا کہ
کہ جناب موصوف کے نزدیک بھی ذبح کے وقت
غیر خدا کی طرف نسبت کرنا حرمت کا باعث ہے۔
وجہ پنجم یہ ہے کہ استفتاء کی ابتداء میں تو
حضرت موصوف نے محض انتساب و تشہیر الی الغیر
کو حرمت کا باعث قرار دیا ہے۔ اور تھوڑی
دور جا کر پھر ذبح لغیر اللہ کو حرمت کا باعث
بتا دیا ہے یعنی جان کا جان آفرین کے سوا
کسی دوسرے کے لئے نکالنا) جس کا استفتاء
میں کہیں ذکر نہیں اور بالاتفاق حرام ہے چنانچہ
فرماتے ہیں

یعنی انسان ایک وہ

عہ ضد و دریں حضرت خاتم المحدثین کی کلام سے یہی واضح ہو گیا کہ ما اہل بہ لغیر اللہ کی حرمت ابدی نہیں بلکہ اس کا تعلق نذر کے عقد کیساتھ ہے اگر کسی نے اپنے فاسد عقیدہ سے قبل از ذبح توبہ کر لی تو اس جانور کی حرمت ختم ہو جائیگی اور وہی جانور جو ایک منٹ پہلے حرام تھا اب حلال ہو جائیگا سبحان اللہ! اس آیت کے سیاق اور سباق پر اگر غور فرمایا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں ان چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ابدی طور پر حرام ہیں کسی عقیدہ کی تبدیلی سے حلال نہیں ہو سکتیں مثلاً میتۃ۔ دم مسفوح لحم خنزیر وغیرہ لہٰذا ما اہل کو مطلقاً رفع الصوت کرنا سیاق و سباق کے بھی خلاف ہوگا۔ ثانیاً اس آیت میں تمام وہ چیزیں ذکر فرمائی گئی ہیں جن کی حالت کھانے کے قابل ہے لیکن ان کا کھانا حرام ہے جیسے کہ میتۃ دم اور لحم کے الفاظ سے واضح ہے لہٰذا اگر ما اہل سے مراد ذبح لیا جائے تو وہ بھی کھانے کے قابل ہونے کی حالت میں حرام ہوگی ورنہ باقی وہ چیزیں ہیں جن کا کھانا حرام ہے اور ایک وہ چیز ہوگی جس کا بولنا حرام ہے یعنی کسی ذبح جانور پر غیر کی تشہیر حرام ہوگی فانظر ماذا تری الرجال یعرفون بالحق لا الحق یعرف بالرجال۔ (مترجم)

نیست۔ و لکن بعد ازین ذکر در ان جلستہ بہ
از استلزام مطلقاً و ہو کما تری۔ این جا نقل
سوال و جواب کہ در فتاوے عزیزی مرقوم
است مناسب معلوم مے شود۔

[illegible] تفاوت [illegible]
ہاں اگر دونوں میں استلزام تسلیم کر لیا جائے تو غلط ہے
یہاں اس سوال اور جواب کی نقل پیش کر دینی مناسب
معلوم ہوتی جو فتاوے عزیزی میں موجود ہے۔

سوال

معنی آیت وما اھل بہ لغیر اللہ
چیست و مصداق این آیت کیست۔

آیت وما اھل بہ لغیر اللہ کا معنے کیا ہے
اور اس آیت کا مصداق کیا ہے؟

جواب

قولہ تعالے وما اھل بہ لغیر اللہ
یعنی و دیگر این جانور کہ آواز بر آوردہ شدہ
و شہرت دادہ شد در حق آن جانور کہ لغیر اللہ
یعنے برائے غیر خدا است خواہ آن غیر بت
باشد یا روح خبیث کہ بطریق بھوگ
بنام او بدہند و خواہ جنے مسلط بر خانہ
یا سر کہ بدون دادن جانور از ایذائے سکنہ
آنجا دست بردار نہ شود یا توپ را روانہ
کردن نہ دہد خواہ پیرے یا پیغمبرے را
باین وضع جانورے زندہ مقرر کردہ بدہند
این ہمہ حرام است و در حدیث صحیح وارد
شدہ کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ یعنی ہر کہ
بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است
خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نہ زیرا
کہ چون شہرت داد کہ این جانور برائے

اس کا معنے یہ ہے اور دوسرا وہ جانور جس پر
آواز بلند کی جائے اور شہرت دی جائے کہ یہ
جانور غیر خدا کے لئے ہے وہ غیر بت ہو خواہ
خبیث روح ہو جیسا کہ بھوگ کے طور پر
جانور بھینٹ چڑھاتے ہیں خواہ جن ہو
جو کسی گھر میں یا کسی کے سر پر مسلط ہو اور
بغیر جانور لئے تکلیف دینے سے باز نہ آئے
یا کسی توپ پر قابض ہو اور اُسے چلنے سے
روک رکھے یا اسی طریق پر کسی پیر یا پیغمبر
کے لئے کوئی جانور زندہ مقرر کر دیں یہ سب
حرام ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے
ملعون من ذبح لغیرہ۔ یعنی جو شخص غیر خدا کے
تقرب کے لئے جانور ذبح کرے وہ ملعون ہے
ذبح کے وقت خدا کا نام لے یا نہ لے کیونکہ جب
اُس نے مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں شخص

فلان است ذکر نام خدا وقت ذبح فائده
نه کرد چه آں جانور منسوب بآں غیر گشت
و خبثے درو پیدا شد که زیاده از خبث
مردار است زیرا که مردار بے ذکر نام
خدا جان داده است و جان ایں جانور
را از آن غیر خدا قرار داده کشته اند و آں
عین شرک است و ہرگاه ایں خبث
در وے سرایت کرد دیگر بذکر نام خدا
حلال نمے شود مانند سگ و خوک که اگر
بنام خدا مذبوح شوند حلال نمے گردند
و نکته ایں مسئله آنست که جان را برائے
غیر جان آفریں نثار کردن درست نیست
و ماکولات و مشروبات و دیگر اموال را
نیز اگرچه از راه تقرب لغیر الله دادن حرام
و شرک است اما ثواب آں چیزہا را که عائد
بر بنده مے شود نذر آں غیر ساختن جائز
است زیرا که ایشاں را میرسد که ثواب مال
خود را بغیر خود بخشند چنانچه میرسد که مال خود
را بغیر خود بدہد و جان جانور مملوک آدمی
نیست تا او را بکسے تواند بخشید. و نیز دادن
مال ازیں جہت مستوجب ثواب است
که آدمیاں بوے منتفع مے شوند و چوں
مرده بعد از مفارقت ازیں جہان فانی

کے لئے ہے تو پھر ذبح کے وقت خدا کا نام لینا
کوئی فائدہ نہ کرے گا۔ کیونکہ نسبت اور شہرت
سے اس جانور میں اسس قدر خبث پیدا ہو چکا ہے
جو مردار میں بھی نہیں ہے کیونکہ مردار نے اللہ تعالیٰ
کے نام کے سوا جان دی ہے اور اس جانور کی جان
کو غیر خدا کے لئے مقرر کر کے ذبح کیا گیا ہے اور یہ
بالکل شرک ہے جب یہ خبث اس میں سرایت کر گیا
تو پھر خدا کا نام لینے سے حلال نہ ہو سکے گا۔
کتے اور سور کی طرح جو اللہ تعالیٰ کا نام لے
کر ذبح کرنے سے کبھی حلال نہیں ہو سکتے۔
اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ جان کو جان پیدا
کرنے والے کے سوا کسی کے نام پر نثار کرنا درست
نہیں ہے کھانے پینے کی چیزوں کو بھی تقرب لغیر اللہ
کے لئے دینا شرک اور حرام ہے مگر ان اشیاء کا ثواب
جو اس بندہ کی طرف راجع ہوتا ہے غیر کے لئے بخشنا
جائز ہے۔ (حرام پر بھی ثواب [illegible] ہو گا۔ مترجم)
کیونکہ انسان اپنے اعمال کا ثواب دوسرے کو بخش سکتا
ہے جیسا کہ اپنا مال دوسرے کو دے سکتا ہے لیکن
جانور کی جان چونکہ انسان کی ملکیت سے خارج ہے
لہٰذا وہ کسی کو بخشی بھی نہیں جا سکتی۔ نیز مال کا دینا
اس لئے ثواب ہے کہ دوسرے آدمی اس سے
نفع مند ہوتے ہیں اور جب میت اس جہان سے
جدا ہو جاتا ہے اور میت مال سے نفع مند

انتفاع معین مال نه مانده اند طریق نفع
رسانیدن آنها در شرع چنیں قرار یافت
که ثواب اموال را که بمستحقاں برسانند بانها
عائد سازند و جان جانور اصلاً قابل انتفاع
نیست در زندگی پس از مردگی نیز قابل انتفاع
نباشد۔ آرے اضحیه از طرف مرده کردن
در حدیث صحیح آمده است لیکن معنیش
همیں است که دادن جان برائے خدا و
ثوابے که دارد بآں مرده بخشیده شود نه
آنکه ذبح برائے مُرده کرده آید و بعضے جہال
مسلمین دریں مقام کج فهمی مے کنند و مے
گویند که گوشت را پخته بنام مرده ها دادن
بلا شبه جائز است و ما نیز از ذبح کردن
جانور بنام آں مُرده همیں قدر قصد مے
نمائیم برائے فهمانیدن ایشاں یک نکته
کافیست که با ایشاں باید گفت که شما هرگاه
ذبح کردن جانور بنام خدا غیر خدا نذر می کنید
اگر عوض آں جانور گوشت بهماں مقدار خریده
و پخته بفقرا خورانید در ذهن شما آں نذر ادا
مے شود یا نه اگر مے شود راست مے گوئید
که مقصود شما از ذبح غیر از گوشت خورانیدن
برائے ثواب آں مرده نبود و الا تقرب بذبح
نذر او کرده آید و شرک صریح لازم مے آید

نہیں ہوسکتا تو شریعت نے یہ طریقہ نکالا ہے
کہ وہ مال مستحقین پر خرچ کر کے اس کا ثواب
اس میت کی روح کو بخشدیں اور جانور کی جان
چونکہ فی ذاتہٖ زندہ ہونے کی حالت میں انتفاع کے
قابل نہیں تو مردہ ہونے کے بعد بھی انتفاع کے
لائق نہ ہوگی۔ ہاں مردہ کی طرف سے قربانی کرنے کا ذکر
حدیث شریف میں آیا ہے لیکن اس کا معنی بھی یہی ہے
کہ جان جان آفرین کے لئے اور ثواب میت کے
لئے (یعنی نذر اللہ نیاز حسین سب لوگ یہی خیال اور
عقیدہ کیکے نذر مانتے ہیں لہٰذا وہ بلا شک جائز ہوگی مترجم)
نہ یہ کہ ذبح اس مردہ کیلئے کی گئی ہے بعض جاہل مسلمان کج
فہمی کی بنا پر کہہ دیتے ہیں کہ میاں گوشت پکا کر مردے
کے نام پر دینا بلا شبہ جائز ہے ہم بھی مرحوم کے نام پر
جو مردے کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے یہی قصد کرتے
ہیں۔ ایسوں کے سمجھانے کے لئے فقط ایک نکتہ ہی کافی
ہے انہیں کہنا چاہیئے جو جانور تم اس قصد کے ساتھ
نذر کر رہے ہو اگر اس جانور کے عوض اسی
مقدار میں گوشت خرید کر پکا لو اور فقیروں
کو کھلا دو تو تمہارے خیال میں تمہاری نذر
ادا ہو جائے گی یا نہ اگر ہو جاتی ہے تو تم درست
کہتے ہو کہ تمہارا ارادہ اس ذبح سے فقیروں کو
کھلا کر میت کو ثواب پہنچانے کا تھا ورنہ نذر [illegible]
تو یقیناً یہ نذر لغیر اللہ تھی اور اس تقرب [illegible] مقصود [illegible] شرک [illegible]

و در الفاظ این آیت که در چهار جا از قرآن مجید
وارد شده تامل باید کرد که ما اهل به لغیر الله
فرموده اند نه ما ذبح باسم غیر الله پس ذبح
کردن بنام خدا همراه شهرت دادن و آواز
برآوردن بآنکه فلانی گاؤ فلانی و بز فلانے
مے کند هیچ فائده نمے کند و گوشت آں
جانور حلال نمے گردد و اهل را بر ذبح
حمل کردن خلاف فقه و عرف است هرگز
اهلال در لغت عرب و عرف آں دیار و آں
وقت بمعنے ذبح نیامده در هیچ شعر و هیچ
عبارت بلکه اهلال در لغت عرب بمعنے
بلند کردن آواز و شهرت دادن است چنانچه
اهلال هلال استهلال طفل نوتولد و اهلال
بمعنے تلبیه حج وغیر ذلک مستعمل است و اگر
کسے بگوید که اهللت لله هرگز معنی ذبحت
لله فهمیده نخواهد شد. و نیز اگر اهل را بر ذبح
حمل کرده شود پس ذبح لغیر الله مراد خواهد شد
ذبح باسم غیر الله از کجا فهمیده شود تا مدعائے
ایں مردم حاصل شود پس دریں عبارت
اهلال را بمعنی ذبح گرفتن باز لغیر الله را بجائے
باسم غیر الله ساختن قریب بتحریف کلام
الہی مے رسد. در تفسیر نیشاپوری[1] مے گوید
اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحة و قصد بذبحها

علاوہ ازیں اس آیت کے الفاظ پر غور اور تامل کرنا
چاہیئے جو چار جگہ قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے سب
جگہ اهل به لغیر الله فرمایا ہے ذبح باسم غیر الله
نہیں فرمایا لہذا غیر کے نام پر مشہور کردہ جانور کو کہ یہ
فلاں کا دنبہ ہے اور فلاں کی گائے ہے خدا کے
نام پر ذبح کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور
اس جانور کا گوشت حلال نہ ہوسکے گا۔ و اُھِلّ کو
ذبح کے معنے پر حمل کرنا عرف اور فقہ کے خلاف
ہے۔ اہل عرب کی عرف اور لغت میں اہلال بمعنے
ذبح ہرگز استعمال نہیں ہوا نہ کسی شعر میں نہ کسی عبارت
میں بلکہ لغت عرب میں اہلال آواز بلند کرنے اور
شہرت دینے کے معنے میں وارد ہے چنانچہ "اہلال ہلال"
"استہلال طفل نوتولد" اور اہلال بمعنے تلبیہ حج وغیرہ
عام مستعمل ہے۔ اگر کوئی شخص اُھْلَلْتُ لِلّٰہ کہے تو
اس کے معنی ذبحت لله ہرگز نہیں سمجھے جاتے
اور اگر اہلال کو ذبح پر حمل کیا جائے۔ تو پھر
بھی ذبح لغیر الله مراد ہوگا.
ذبح باسم غیر الله تو نہ سمجھا جائے گا تاکہ
ان لوگوں کا مطلب حاصل ہوسکے۔ لہذا اس
آیت میں اہلال کو بمعنے ذبح لینا اور پھر لغیر الله
کی بجائے باسم غیر الله بنا لینا تقریباً کلام خدا
کی تحریف ہوجاتی ہے۔ تفسیر نیشاپوری[1] میں ہے کہ علماء نے
اجماع کر لیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی قسم کی قربانی کرے اور

[1] در تفسیر [illegible] و ذکره مولانا [illegible] نیشاپوری [illegible] نقل مے
فرمایند [illegible] منقول [illegible]
الاصل ۱۲ منه عفی عنه.

[1] [illegible] نیشاپوری [illegible]
[illegible] اس میں قول [illegible] ہے۔ [illegible] نہیں ۱۲

التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی۔ و کافران در جاہلیت در وقت برآمدن از خانہ و در راہ بنام بتاں آوازے کردند و چوں بمکہ معظمہ مے رسیدند طواف خانہ کعبہ مے نمودند ایں طواف ایشاں بخانہ خدا ہرگز از ایشاں مقبول نبودہ لہٰذا حکم شد فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہٰذا پس در ینجا نیز چوں آواز برآوردند و شہرت دادند کہ ایں جانور از فلانی ست و بنام اوست و برائے او مے کنم و در وقت ذبح بنام خدا ذبح کنانیدند اصلا موجب ترتب حلیت نگشت و سرّش آں ست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر ست برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین ست برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح خواہ بقصد رسانیدن ثواب بآں ارواح نمائند یا بقصد تقرب و دفع شر و جلب نفع آں ارواح ذکر نام خدا بر آں جانور وقتی فائدہ مے دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ و خلاف آں شہرت

اور اس سے ارادہ غیر خدا کی طرف تقرب کا ہو تو وہ شخص مرتد ہو جاتا ہے اور اس کی ذبیحہ مرتد کی ذبیحہ ہوتی ہے یعنی حرام اور کفار ایام جاہلیت میں گھر سے باہر نکلتے وقت اور راستہ پر بھی بتوں کے نام پر آواز بلند کرتے تھے اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے حضور میں کفار کا یہ طواف وغیرہ ہرگز مقبول نہ ہوتا تھا چنانچہ حکم ہو گیا فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک مت آئیں یہاں بھی جب جانور پر غیر خدا کا نام بلند ہو گیا اور مشہور ہو گیا کہ یہ جانور فلاں کے نام کا ہے تو پھر ذبح کے وقت خدا کے نام لینے سے ہرگز حلت پیدا نہ ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام جس طرح بھی جانور ذبح کریں اس سے مقصود اُس جانور کی جان اس شخص تک پہنچانی ہوتی ہے جس کے لئے ذبح کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ فاتحہ درود اور قل وغیرہ کے لئے ایک مقررہ طریقہ ہے۔ تاکہ وہ کھانے پینے کی چیزیں اُن ارواح تک پہنچ سکیں خواہ اُن کو ثواب پہنچانا مقصود ہو یا تقرب مد نظر ہو یا شر سے بچنا یا جلب نفع وغیرہ۔

ہاں خدا کا نام لینا اس وقت مفید ہوگا کہ تقرب لغیر اللہ کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے اور پہلی شہرت کے خلاف مشہور کرے

وآورد دیگر دہند بہ ما ازیں کار برگشتیم آمدیم بریں کہ دریں سورہ لفظ بہ را بر لفظ لغیر اللہ مقدم آوردہ اند و در سورہ مائدہ وانعام و نحل موخر وجہ اش آنست کہ اصل ہمیں است کہ با را متصل فعل مقدم بر متعلقات دیگر آرند۔ زیرا کہ با دریں مقام برائے تعدیہ فعل است مانند ہمزہ و تضعیف پس حتی الامکان ملاصق فعل باشد و ایں موضع اول قرآن ست دریں موضع بر ہماں اصل خود استعمال فرمودہ اند و در سورتہائے دیگر آنچہ محل انکار و مدار سرزنش است یعنی ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ و لہٰذا در باقی سورتہا جملہ فلا اثم علیہ را نیز موقوف داشتہ اند زیرا کہ در اول قرآن مسموع شدہ آمدہ است و ایں ہر چہار چیز کہ مذکور شد یعنی مردار و خون و گوشت خوک و جانوریکہ برائے غیر خدا مقرر کردہ ذبح نمایند از جنس ست کہ بر جمیع فرقہا در جمیع حالات حرام است و ازاں قبیل نیست کہ بر فرقہ حرام باشد و برائے دیگراں حلال مانند مال زکوٰۃ و صدقات یا در حالتے حرام است و در حالتے دیگر حلال مانند دوائے

اور کہے کہ ہم اس کام سے تائب ہیں (اور پھر خدا کے سوا کسی غیر کے لئے نذر نہ کرے تو وہ جانور حلال ہوگا) باقی اس سورت میں بہ کا لفظ غیر اللہ پر مقدم ہے در سورت مائدہ و انعام اور نحل وغیرہ میں مؤخر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل تو یہی ہے کہ با اپنے متعلقات میں فعل کے ساتھ متصل ہو اور باقی چیزوں سے مقدم ہو کیونکہ یہاں پر با تعدیہ کے لئے ہے جیسا کہ ہمزہ اور تضعیف وغیرہ پس حتی الامکان فعل کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا قرآن کریم میں پہلی جگہ پر جو یہی ہے اصل کے موافق استعمال فرمایا گیا ہے اور دوسری سورتوں میں چونکہ انکار اور تنبیہ کا مقام ہے لہٰذا لغیر اللہ کو مقدم ذکر کیا گیا ہے اسی وجہ سے فلا اثم علیہ کا جملہ بھی فقط اول قرآن میں وارد فرما کر باقی سورتوں میں نہیں لایا گیا اور یہ چار چیزیں جو یہاں ذکر کی گئی ہیں یعنے مردار اور خون اور گوشت خنزیر و ما اہل بہ لغیر اللہ یہ اس قبیل سے ہیں جو ہر فرقہ پر حرام ہیں۔ اور ہر حالت میں حرام ہیں اس طرح نہیں ہیں کہ کسی فرقہ پر حرام ہوں اور کسی پر حلال جس طرح زکوٰۃ اور صدقات وغیرہ (یعنے غنی پر حرام ہیں اور فقیر پر حلال) یا کسی حالت میں حرام ہوں اور کسی وقت حلال جیسے زہریلی اور گرم دوا

التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحۃ ذبیحۃ مرتدا انتہی۔ وکافران در جاہلیت در وقت برآمدن از خانہ و در راہ بنام بتان آوازے کردند و چوں بمکہ معظمہ مے رسیدند طواف خانہ کعبہ مے نمودند ایں طواف ایشاں بجناب خدا ہرگز از ایشاں مقبول نبودہ لہٰذا حکم شد فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا پس در ینجا نیز چوں آواز برآوردند و شہرت دادند کہ ایں جانور از فلانی ست و بنام اوست و برائے او مے کنم و در وقت ذبح بنام خدا ذبح کنانیدند اصلا موجب ترتب حلیت نگشت و سر ش آن ست کہ نزد عوام طریق ذبح جانور بہر گونہ کہ مقرر ست برائے رسانیدن جان جانور برائے ہر کہ منظور باشد چنانچہ فاتحہ و قل و درود خواندن طریق متعین است برائے رسانیدن ماکولات و مشروبات بارواح خواہ بقصد رسانیدن ثواب بآں ارواح نمائند یا بقصد تقرب و دفع شر و چاپلوسی و تملق آرے ذکر نام خدا بر آں جانور وقتی فائدہ دہد کہ تقرب بغیر خدا از دل دور کردہ و خلاف آں شہرت

اور جس سے ارادہ غیر خدا کی طرف تقرب کا ہو تو وہ شخص مرتد ہو جاتا ہے اور اس کی ذبیحہ مرتد کی ذبیحہ ہوتی ہے یعنی حرام الخ۔ ایام جاہلیت میں کفار گھر سے باہر نکلتے وقت اور راستہ پر بھی بتوں کے نام پر آواز بلند کرتے تھے اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے حضور میں کفار کا یہ طواف وغیرہ ہرگز مقبول نہ ہوتا تھا چنانچہ حکم ہو گیا فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا اس سال کے بعد مسجد حرام کے نزدیک نہ آئیں یہاں بھی جب جانور پر غیر خدا کا نام بلند ہو گیا اور مشہور ہو گیا کہ یہ جانور فلاں کے نام کا ہے تو پھر ذبح کے وقت خدا کے نام لینے سے ہرگز حلت پر نتیج نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام جس طرح بھی جانور ذبح کریں اس سے مقصود اُس جانور کی جان اس شخص تک پہنچانی ہوتی ہے جس کے لئے ذبح کی جا رہی ہے۔ جیسا کہ فاتحہ درود اور قل وغیرہ کے لئے ایک مقرر طریقہ ہے۔ تاکہ وہ کھانے پینے کی چیزیں اُن ارواح تک پہنچ سکیں خواہ اُن کو ثواب پہنچانا مقصود ہو یا تقرب مدنظر ہو یا شر سے بچنا یا چاپلوسی وغیرہ۔

ہاں خدا کا نام لینا اس وقت مفید ہوگا کہ تقرب لغیر اللہ کا خیال بالکل دل سے نکال ڈالے اور پہلی آواز کے خلاف مشہور کرے

و آنچه دیگر دیده ما ازیں جا برگشتیم
آمدیم برین که درین سوره لفظ به ایں لفظ
لغیر اللہ مقدم آورده اند و در سوره مائده
و انعام و نحل مؤخر وجه اش آنست
که اصل همین است که با متصل فعل مقدم
بر متعلقات دیگر آرند۔ زیرا که با درین مقام
برائے تعدیہ فعل است مانند همزه و
تضعیف پس حتی الامکان ملاصق فعل
باشد و این موضع اول قرآن است درین
موضع بر همان اصل خود استعمال فرموده اند
و در سورتہائے دیگر آنچه محل انکار و مدار
سرزنش است یعنی ذبح بقصد غیر اللہ
مقدم آمده و لهذا در باقی سورتہا جمله
فلا اثم علیه را نیز موقوف داشته اند زیرا که
در اول قرآن مسموع شده آمده است
و این ہر چہار چیز که مذکور شد یعنی مردار و
خون و گوشت خوک و جانوریکه برائے
غیر خدا مقرر کرده ذبح نمائند از جنس
است که بر جمیع فرقه ها در جمیع حالات
حرام است و ازاں قبیل نیست که بر
فرقه حرام باشد و برائے دیگراں حلال
مانند مال زکوٰة و صدقات یا در حالتے حرام
است و در حالتے دیگر حلال مانند دوائے

و کہتے ہیں ہم اس مقام سے لوٹ کر دیگر چند
باتیں بیان کرتے ہیں جو ضروری ہوں گی۔ پس اس سورت میں
بہ کا لفظ غیر اللہ پر مقدم ہے اور سورت مائدہ و انعام
و نحل وغیرہ میں مؤخر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ
اصل تو یہی ہے کہ با اپنے متعلقات سے فعل کے ساتھ
متصل ہو اور باقی چیزوں سے مقدم ہو کیونکہ یہاں
پر با تعدیہ کے لئے ہے جیسا کہ ہمزہ و تضعیف
وغیرہ پس حتی الامکان فعل کے ساتھ متصل ہونا
ضروری ہے۔ لہذا قرآن کریم میں پہلی جگہ پر جو یہی ہے
اصل کے موافق استعمال فرمایا گیا ہے اور دوسری
سورتوں میں چونکہ انکار و تنبیہ مقدم ہے
لہذا غیر اللہ کو مقدم ذکر کیا گیا ہے اسی وجہ سے
فلا اثم علیہ کو بھی فقط اول قرآن میں وارد فرمایا
باقی سورتوں میں نہیں لایا گیا اور یہ چار چیزیں جو
یہاں ذکر کی گئی ہیں یعنی مردار اور خون اور
گوشت خنزیر و ما اہل بہ لغیر اللہ یہ اس
قبیل سے ہیں جو ہر فرقہ پر حرام ہیں
اور ہر حالت میں حرام ہیں اس طرح نہیں
ہیں کہ کسی فرقہ پر حرام ہوں اور
کسی پر حلال جس طرح زکوٰۃ و صدقات
وغیرہ (یعنی غنی پر حرام ہیں اور فقیر پر حلال)
یا کسی حالت میں حرام ہوں اور کسی
وقت حلال جیسے زہر کہ ... در گرم دوا

گرم سمی مفرکہ بر محرور مزاجاں حرام است وچوں مزاج آنہا برودت پیدا کند حلال مے شود آرے بوقت ناچارگی خوردن ایں چیزہا باوجود حرمت معاف مے گردد کما قال اللہ تعالےٰ فمن اضطر الخ۔

گرم مزاج شخص کے لئے گرمی کے موسم میں حرام ہوگی اور مزاج کی سردی کے وقت حلال ہں اضطرار اور نہ پاری کے وقت ان چیزوں کا کھانا جائز ہے (کیونکہ بوقت کمی حرام ہوئیں ترجم) (ان فتوؤں کی لفظ بلفظ تردید پہت گذرچکی ہے)

باب دوم

دربیان شرائط ذبح واقسام او

بداں کہ صاحب جامع الرموز دربیان شرائط ذبح مے نویسد وَالشَّرْطُ ذِکْرُ الذَّابِحِ اِسْمَہٗ تَعَالےٰ المجرد علی الذبیحۃ عند الذبح للہ تعالیٰ انما قلنا الذابح لانہ لو سمی غیرہ لم یحل کما فی المحیط و انما قلنا اسمہ تعالیٰ لانہ لو ذکر اسم غیرہ تعالیٰ لم یحل و انما قلنا المجرد لانہ لو قال اللہم اغفرلی لم یجز لانہ دعاء کما فی الہدایۃ و انما قلنا علے الذبیحۃ لانہ لو سمی عند الذبح لافتتاح عمل لم یحل و انما قلنا عند الذبح لانہ اذا انفصل بینہ و بین التسمیۃ بعمل کثیر لم یحل و قال الزعفرانی لو حدّ الشفرۃ

صاحب جامع الرموز نے ذبح کے شرائط میں تحریر فرمایا ہے والشرط ذکر الذابح اسمہ تعالیٰ المجرد علی الذبیحۃ عند الذبح للہ تعالیٰ الذابح اس لئے کہا گیا ہے کہ اگر ذابح کے بغیر کوئی دوسرا آدمی تکبیر کہہ رہا ہے تو جانور حلال نہ ہوگا اور اسمہ تعالیٰ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ذابح نے غیر خدا کا نام لیکر ذبح کیا پھر بھی حلال نہ ہوگا۔ اور المجرد کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر تکبیر کی بجائے اللہم اغفرلی کہہ دیا پھر بھی نہ جائز ہوگا کیونکہ یہ دعاء ہے جس طرح ہدایہ میں ہے۔ اور علی الذبیحۃ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اگر ذبح کے وقت اس کام کو شروع کرنے کے ارادہ سے بسم اللہ پڑھ لیا اور ذبح کے ارادہ سے تسمیہ نہیں کہا تو بھی جانور حلال نہ ہوگا۔ اور عند الذبح اس لئے کہا ہے کہ اگر ذابح نے بسم اللہ اور ذبح کے درمیان بہت سا دوسرا کام کر لیا ہے جس سے فاصلہ ہو گیا ہے پھر بھی جانور حلال نہ ہوگا حتیٰ کہ زعفرانی وغیرہ نے کہا ہے کہ اگر درمیان

لم يحل فلو سمّى على ذبيحته وذبح غيرها لم يحل وانما قلنا لله تعالى لانه لو سمّى وذبح لقدوم الامير ونحوه من العظماء لا يحل لانه ذبح تعظيما له لا لله تعالى انتهى۔

یعنی شرط است برائے ذبح ذکر نمودن ذابح نه غیر او۔ اسم حق سبحانه وتعالے را نه غیر او را۔ خالی از ذکر اسم غیر بر جانور مذبوح نه بر غیر او۔ توقف ذبح نه آنکه فاصله کند درمیان ذبح وتسمیه بعمل کثیر۔ نیت تعظیم الله تعالی نه برائے تعظیم غیر۔ وذبح بر چند قسم است اوّل آنکه از ذبح فقط جان کشتن واراقه دم باشد خالصاً لوجه الله تعالے وتقرباً الیه چون هدایائے کعبه واضحیه عید قربانی واضحیه منذوره واین قسم ذبح عبادت است۔ اما چند شروط که معتبر اند در شرع مثل تعین مکان وزمان۔ دوم مقصود از ذبح جان کشتن است اما نه تقرباً الی الله ونه الی غیر الله مثلاً ذبح برائے خوردن این قسم نه عبادت است ونه گناه۔

میں ذبح نے چھری تیز کرنی شروع کر دی ہے تو بھی حلال نہ ہوگا۔ پس اگر کسی نے بسم اللہ تو ایک ذبیحہ پر پڑھی ہے مگر ذبح دوسرے جانور کو کر دیا تو بھی حلال نہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کہنے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر اس نے بسم اللہ بھی پڑھی ہے مگر ذبح سے مقصود غیر خدا کی تعظیم ہے جیسے کسی میر کے آنے پر چونکہ اس نے یہ جانور اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح نہیں کیا بلکہ غیر کی تعظیم کے لئے۔ انتہی۔

گویا ذبح کے لئے یہ چند چیزیں ضروری ہوں گی۔ ذابح کا خود بسم اللہ پڑھنا۔ صرف اللہ تعالیٰ کا نام لینا۔ غیر کا نام نہ لینا۔ اسی مذبوح جانور پر بسم اللہ کہنا نہ دوسرے جانور پر۔ اور ذبح اور بسم اللہ کے درمیان عمل کثیر کا فاصلہ نہ کرنا۔ اور خدا تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ذبح کرنا نہ غیر کیلئے۔ ذبح کے کئی اقسام ہیں۔ اوّل ذبح سے صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم کیلئے خون کرنا اور اخراج روح مقصود ہو اور محض اسی کے تقرب کا ارادہ ہو۔ جیسا کہ کعبہ شریف کے ہدایا اور عید اضحی کی قربانیاں اور منتوں کی قربانیاں وغیرہ یہ قسم عبادت ہے۔ لیکن اس کے لئے بھی چند شرائط ہیں جو فقہ میں مذکور ہیں مثلاً مکان اور زمان کی تعیین وغیرہ۔ دوم ذبح سے تقرب ہرگز مراد نہ ہو نہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ غیر کے لئے بلکہ محض چھری کا امتحان کرنے کیلئے جانور ذبح کر دیا یہ قسم نہ عبادت ہے نہ گناہ۔

۱؎ شاید یہ گوشت کے نہ کھانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ صرف خون کرنا مراد ہو جیسا کہ ایام [illegible] میں ہوتا تھا۔ تو حب شرع ہوگا۔ کما صرح به فی غایۃ الاوطار وغیرہ۔ مترجم

اما حلت مذبوح مشروط است بشرائط
مذکوره بالا یعنی ذکر الذابح اسمه تعالے الخ
سوئم آنکه مقصود از ذبح فقط جان کشتن و
اراقة الدم است لکن للتقرب الی غیر الله
اگرچه باشد آن ذبح بر نام خدا ذبحش قسم
است که اورا فقها تعبیر بذبح لغیر الله
نموده حرام گفته اند ۔ چہارم آنکه مقصود
از ذبح جانور نفس جان کشتی و اراقة الدم
نیست بلکه گوشت او و ذبح وسیله است
برائے آں خواه ذبح نموده شود برائے خوردن
خود یا فروختن یا به تقریبات شادی و غمی
یا برائے ضیافت مهمان یا فاتحه و نیاز
بزرگان یا برائے ادائے نذر الله و خواه ذبح
وسیله باشد برائے امر مباح مثل
خوردن خود یا فروختن وغیرها یا برائے
امر مستحب مثل ضیافت و فاتحه و نیاز
وغیر ذلک بزرگان یا برائے امر واجب
مثل نذر الله یا برائے امر حرام مثل آنکه
حیوانے را ذبح نمود برائے آنکه رساند
گوشت او را بظالمے بطریق رشوت برائے
حق تلفی دیگران ۔ پس خوردن این قسم چہارم
بجمیع اصناف جائز است بی شبہ اگر بنام
خدا ذبح شده باشد و این قسم از قبیل ذبح

مگر حلال ہونے کے لئے مذکورہ بالا شرطیں پائی
جانی چاہئیں ۔
سوم ذبح سے مقصود غیر خدا کا تقرب ہو اور اس طرح
ذبح بھی کسی غیر کے لئے ہو خواہ اس پر ذبح کے وقت
خدا کا نام بھی لیا گیا ہو ۔ اس قسم کو
فقہاء نے ذبح لغیر اللہ سے تعبیر کیا ہے
یہ قطعاً حرام ہے ۔ چہارم ذبح سے مقصود محض
جان کشی اور خون گرانا نہیں بلکہ گوشت مقصود
ہے ۔ اپنے کھانے کے لئے یا بیچنے کے
لئے یا ضیافت کے لئے یا خوشی
اور غمی کی تقریب پر یا بزرگوں کے
فاتحہ اور نیاز کے لئے یا
اللہ تعالے کی نذر ادا کرنے کے لئے
مذکورہ بالا امور میں ذبح کہیں امر مباح کے لئے
وسیلہ ہے جیسا کہ کھانا یا بیچنا یا امر مستحب کے لئے
جیسا کہ ضیافت یا فاتحہ و نیاز بزرگوں کے غیرہ
وغیرہ یا امر واجب کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی نذر
یا امر حرام کے لئے جیسا کہ کوئی جانور ذبح
کرے تاکہ اس کا گوشت کسی ظالم کو رشوت
کے طور پر دے کر کسی مسلمان کی حق تلفی کرائے پس اس
چوتھی قسم کے تمام جانوروں کا گوشت کھانا بلا شک جائز ہے
فقہاء کے اصطلاحی تقرب الی غیر اللہ والی قسمت ہرگز نہیں سمجھے
خدا کا نام لیکر ذبح کرے کیونکہ یہی طور پر اس قسم کی تعریف

تقرباً الی غیر اللہ بمعنی مصطلح علیہ فقہا نیست
گو بمعنی لغوی باشد پس جانورے کہ
شہرت دادہ شد بآنکہ این نیاز فلاں
بزرگ است چونکہ مقصود او تناول
گوشت و فاتحہ و ثواب رسانیدن است
نہ فقط جانکشی بطور بھوگ ہندواں خارج
است از قولہ تعالیٰ وما اہل بہ لغیر
اللہ و یافتہ نشد در وے حقیقت تقرب
الی غیر اللہ و ہمچنیں است حکم اطعمہ منذورہ
و شہرہ بنام بزرگاں۔ ازینجا دانستی کہ
نیت را در بعضے اعمال دون البعض اثری
است مخصوص اثر تقلیب یعنی آں عمل
بسبب نیت عبادت گفتہ مے شود
و ... فدا مثلاً ذبح حیوان و نفس جانکشی
او بقصد تقرب الی اللہ یا الی غیر اللہ
عبادت است پس ذابح در صورت
اولیٰ عابد است برائے حق سبحانہ و تعالیٰ
کہ بلیق بشان المؤمنین و مذبوحش حلال
لعدم عروض الخبث مطلقاً و در ثانیہ عابد
است برائے غیر خدا عزّ و جل و عبادت
برائے غیر خدا کفر است و مذبوح او حرام
لسرایتہ الخبث من جہتہ الذابح فیہ و ذبح
بغیر قصد تقرب مثلاً برائے امتحان کارد

اس پر صادق آجائے۔ مثلاً جس جانور پر آواز بلند کی جائے
کہ یہ فلاں بزرگ کی فاتحہ یا نیاز کے لئے
ہے۔ مگر اس سے مقصود گوشت کھانا اور ثواب
پہنچانا ہوتا ہے

فقط ہندوؤں کی طرح بھوگ کے طور پر جانکشی
مقصود نہیں ہوتی یہ قسم ما اہل بہ لغیر اللہ سے
خارج ہے اور اس میں حقیقۃً تقرب الی الغیر
نہیں پایا جاتا اور یہی حکم ان کھانے پینے کی چیزوں
کا ہے جو بزرگوں کے فاتحہ و نیاز کے لئے جمع کی
جاتی ہیں یعنی یہ سب نذر لغیر اللہ میں داخل نہیں ہیں
مندرجہ بالا تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ بعض اعمال
میں نیت کو خاص اثر حاصل ہے یعنی نیت کی وجہ سے
اس عمل کو عبادت کہہ سکتے ہیں ورنہ نہیں مثلاً صرف اراقۃ
الدم اور اخراج روح کی نیت سے اگر کوئی جانور ذبح کیا
جائے تو وہ عبادت ہوگا لہٰذا اگر اس سے تقرب
الی اللہ مطلوب ہے تو جانور حلال ہوگا اور ذابح
اس عبادت کے ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر تقرب
الی الغیر مقصود ہے تو یہ غیر خدا کی عبادت ہوگی اور
غیر خدا کی عبادت کفر ہے۔
لہٰذا وہ جانور حرام ہوگا کیونکہ
ذابح کی طرف سے نیت کا خبث اس میں سرایت
کر گیا ہے اور اگر بغیر ارادہ ذبح کیا جیسے کہ چھری کی آزمائش

عبادت نیست بلکہ عملیست مباح بخلاف نکاح وطلاق وعتاق وغیرہا کہ نہایت اثر نیت درانہا ترتب ثواب است نہ اینکہ آنہارا عبادت گرداند وہذا الفارق یوجد فی الذبح دون النکاح ونظائرہ فان الذبح واراقۃ الدم تقربا الی الغیر یوجد فیہ معنی غایۃ الذل والخضوع بحیث یصدق علیہ معنی العبادۃ بخلاف النکاح واخواتہ فما اورد خاتم المحدثین ومولوی عبدالحکیم کلٌ علی الآخر بالنقض فی ہذا المقام فلم یغنوا من الحق شیئاً کما ستعرف۔

تنبیہ۔ باید دانست کہ حرمت قسم ثالث از اقسام ذبح یعنی ذبح للتقرب الی غیر اللہ نہ از برائے آنست کہ داخل است در وما اھل بہ لغیر اللہ ،بآں معنی کہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد اند دراں لما عرفت ونہ بآں معنی کہ مفسرین از سلف در تفسیر آیت مذکورہ فرمودہ اند یعنی وآں جانور کہ ذکر کردہ شود وقت ذبح او نام غیر خدائے عزوجل یا آں جانور کہ ذبح نمودہ شود بر نام غیر خدائے جل وعلا چہ در صورت مذکورہ ذبح بنام حق سبحانہ وتعالیٰ کردہ شدہ است لیکن مقصود

وغیرہ کے لئے تو یہ امر مباح عبادت نہیں بخلاف نکاح طلاق عتاق وغیرہ کے کہ ان میں نیت کا اثر فقط انہیں کار ثواب بنا سکتا ہے عبادت نہیں بنا سکتا کیونکہ ذبح اور اراقۃ الدم وغیرہ میں چونکہ ذلت اور خشوع وغیرہ کا معنے پایا جاتا ہے لہذا اس پر عبادت کا لفظ صادق آ سکتا ہے۔

بخلاف نکاح وغیرہ کے۔ پس مولوی عبدالحکیم اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک دوسرے پر جو اعتراضات اس مقام پر وارد کئے ہیں وہ احقاق حق کیلئے ہرگز مفید نہیں جیسا کہ عنقریب آپ کو معلوم ہو جائیگا۔

تنبیہ۔ جاننا چاہئے کہ تیسری قسم کی حرمت کا باعث یہ نہیں ہے کہ وہ ذبیحہ ما اہل بہ لغیر اللہ کے قبیلہ سے ہے جیسا کہ حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اتباع نے قرار دیا ہے اور خیال کیا صاحب موصوف اس خیال میں بالکل اکیلے ہیں کما عرفت۔ اور یہ سبب بھی نہیں کہ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین سلف نے آیت مذکور کے معنی میں لکھا ہے کیونکہ اس قسم میں ذبح تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کی گئی ہے لیکن اس جانکنی اور اراقۃ الدم سے مقصود

از ذبح اراقۃ الدم و جانکشی ست برائے
غیر خدا سبحانہ و تعالےٰ۔ بلکہ حرمت
این قسم از برائے آنست کہ شرط ششم
از شرائط مذکورہ یعنی خالصاً لتعظیم
اللہ منتفی ست و ماخذ این شرط از نص
قول او سبحانہ و تعالےٰ است وما
ذبح علی النصب یعنی وجانوریکہ
قصد نمودہ شود بذبح او تعظیم نشانہا
و ذکر کردہ نشود وقت ذبح نام صنم
پس ما ذبح النصب و ما اھل بہ لغیر
اللہ ہر یکے را مصداقے علیحدہ متحقق
گشت قال سلیمان الجمل و ما ذبح
علی النصب ای ما قصد بذبحہ النصب
ولم یذکر اسمہا عند ذبحہ بل قصد تعظیمہا
بذبحہ فعلی بمعنی اللام فلیس ہذا مکررا مع
ما سبق اذ ذاک فیما ذکر عند ذبحہ اسم الصنم
وہذا فیما قصد بذبحہ تعظیم الصنم من غیر ذکرہ
و بعضے از سلف صالحین قولہ تعالےٰ
و ما اھل بہ لغیر اللہ را ماخذ این شرط
قرار دادہ اند نہ بآں معنی کہ خاتم المحدثین
متفرد اند۔

غیر خدا کی تعظیم ہے۔
بلکہ اس قسم کی حرمت شرائط مذکورہ
میں سے چھٹی شرط کا مفقود ہونا ہے
یعنے ذبح خالصاً اللہ تعالےٰ کی تعظیم کے
لئے نہیں اور اس شرط کا ماخذ آیت
و ما ذبح علے النصب ہے
یعنے وہ جانور جن کی ذبح
سے مقصود اُن نشانوں کی تعظیم ہے
گو ذبح کے وقت بتوں کا نام نہیں
لیا جاتا لہذا ما ذبح علی النصب اور ما اہل بہ لغیر
اللہ کا مصداق علیحدہ علیحدہ ہو جائے گا
سلیمان الجمل فرماتے ہیں و ما ذبح علی النصب
ای ما قصد بذبحہ النصب ولم یذکر اسمہا
عند ذبحہ یعنی جس جانور کو نشانوں کی
تعظیم کے لئے ذبح کیا جائے و ذبح کے
وقت ان نشانوں کا نام ذکر نہ کیا جائے پس
علی بمعنے لام ہوگا لہذا یہ تکرار نہ ہوگا یعنی اس
آیت کا مصداق اور ما اہل بہ کا مصداق جدا جدا ہو گیا
کیونکہ ما اہل سے مراد وہ جانور ہے جس پر ذبح کے وقت بت
کا نام لیا جائے اور اس آیت سے مراد وہ جانور ہے جو بت کی تعظیم
کے لئے ذبح کیا جائے اور نام ذکر نہ کیا جائے سلف صالحین میں سے
بعض حضرات نے و ما اہل بہ لغیر اللہ کو چھٹی شرط کا ماخذ قرار دیا ہے
لیکن اُس معنے سے نہیں جس طرح خاتم المحدثین نے مراد لیا ہے

جواب

قصد تعظیم بایں طریق کہ مقصود از ذبح
فقط جان کشی نہ گوشت چونکہ امر قلبی
ست لہٰذا در تحریم او جرأت نمودہ
نمے توانیم الا در صورت تصریح ذابح
آنچہ قصد کردہ است یا در وقتیکہ قرائن
قطعیہ مفید یقین باشند بر قصد
مذکور و آنچہ ذکر نمودی از عدم
رضاء ناذر بمعاوضہ پس او را وجہی ست
کہ بغور پرسش تواں رسید و آں
این ست کہ ناذرین از عوام بلحاظ
اہتمام فاتحہ گوشت بازار بکار نمے برند
و جانور زندہ ذبح مے کنند چنانچہ
برائے مہمان صاحب تعظیم تکلفے و
اہتمامے مرعی مے دارند و گوسفند فربہ
مثلاً خصوصاً دست پرور در ذبح مے
نمائیند و معاوضہ بگوشت بازار ہرگز
روا نمے دارند ہمچنیں در فاتحہ بزرگان
بجدی اہتمام مرعی مے دارند کہ علاوہ
عدم رضا بر معاوضہ مذکورہ استعمال
ظروف مستعملہ طعام فاتحہ برائے طعام
دیگر جائز نمے دارند۔ رفتہ رفتہ
ایں داعیہ اہتمام عندالعوام از شرائط

ناذر مذکور کا مقصد دلی اگر غیر خدا کی تعظیم ہے اور گوشت
کھلا کر ثواب حاصل کرنا نہیں لیکن اس کے کسی
لفظ سے صراحتہً یہ معلوم نہیں ہوتا تو ہم
اس جانور کی تحریم کی جرأت نہیں کر سکتے کیونکہ
قصد تعظیم ایک قلبی و مخفی امر ہے اور محض گمان اور شک
کی بناء پر مسلمان کو مرتد کہہ دینا اور حلال جانور پر حرام کا حکم
لگا دینا سخت نامناسب ہے ہاں اگر تعظیم لغیر اللہ کی
تصریح موجود ہے یا قرینہ قطعیہ مفید یقین پایا گیا ہے
تو حرام کر سکتے ہیں لیکن ناذر مذکور کا صرف معاوضہ
پر راضی نہ ہونا تعظیم لغیر اللہ کی دلیل نہیں بن سکتا۔
اگر آپ عوام کے خیالات اور نفسیات کا پورا
مطالعہ رکھتے ہیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ عوام
ناذرین فاتحہ کو مہتم بالشان امر سمجھ کر بازار کا
گوشت استعمال نہیں کرتے اور علیحدہ جانور ذبح کرتے ہیں
جس طرح کوئی خاص قابل عزت مہمان آجائے تو کو بازار میں گو[شت]
موجود ہونے کے باوجود تکلف اور اہتمام کی بنا پر خود
ذبح کرتے ہیں اور خصوصاً گھر کا پلا ہوا اسی طرح بزرگوں کے
فاتحہ کیلئے بھی اہتمام کے طور پر بازار کا گوشت استعمال کرنا
مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ بعض اوقات تو مستعمل شدہ
برتن بھی طعام مذکور کے لئے استعمال کرنا جائز
نہیں سمجھتے رفتہ رفتہ یہ اہتمام کا یہ طریقہ عوام
کے نزدیک فاتحہ کی ایک شرط

وضروریات فاتحہ معدود گشتہ نہ آنکہ بھوگ جان بطریق ہندواں مراد داشتہ باشند

سمجھا جاتا ہے۔ ہندوؤں کی طرح بھوگ جان کے طور پر ہرگز کسی مسلمان کا ارادہ نہیں ہو سکتا خواہ وہ کتنا جاہل کیوں نہ ہو۔

سوال

معاوضہ آں جانور منذور بجانورے دیگر کہ فربہ باشد از منذور روا نمے دارند و ایں دلیلیست باہر برین کہ مطمح نظر ناذر بغیر از اخراج روح بطریق بھوگ جان امرے دیگر نیست۔

اس جانور مذکور کے عوض دوسرا جانور جو پہلے سے زیادہ موٹا تازہ ہو ذبح کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے تو معلوم ہوا کہ ناذر مذکور کا مطمح نظر صرف جانکشی اور اخراج روح بھوگ کے طور پر ہے کوئی دوسری بات نہیں۔

جواب

ایں را وجہے دیگر است بغیر از بھوگ جان و آن ایں کہ در ذہن ناذر مرکوز و راسخ شدہ کہ نذر بعد از تعین جانورے بذبح جانورے دیگر ادا نمے شود و ظاہر است کہ ایں زعم و اعتقاد را اثری در حرمت نیست غایتہ ما فی الباب ہمیں است کہ او را بی اصل و بے وجہ خواہیم شمرد بلکہ بعد از غور نظیرش از فقہیات شرعیہ آنست کہ اگر شخصے جانور زندہ بقصد ذبح در ایام اضحیہ خرید نمود پس تبدیل

اس معاوضہ پر راضی نہ ہونے کی ایک دوسری وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ عوام کے دل میں پختہ خیال جاگزیں ہو گیا ہے کہ ایک جانور متعین کرنے کے بعد دوسرا جانور ذبح کرنے سے نذر ادا نہ ہو گی اور ظاہر ہے کہ اس زعم و اعتقاد کا تعلق حرمت کے ساتھ ہرگز نہیں انتہائی طور پر صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ عوام کا یہ اعتقاد بے اصل اور بے وجہ ہے بلکہ غور کرنے پر فقہ میں اس کی ایک نظیر بھی دستیاب ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ قربانی کے موقعہ پر جو جانور متعین کر لیا جائے اس کی جگہ دوسرا تبدیل

آں جانور بہ جانور دیگر و گوشت بازار ممنوع است۔ عوام کالانعام بسبب جہالت و غفلت از خصوصیت شرائط قربانی در ہر نذر ایں تعین را مرعی داشتند امّا چونکہ شرائط ذبح موجود اند مذبوح حلال است۔

کرنا یا بازار کا گوشت استعمال کرنا ناجائز ہے عوام کالانعام نے جہالت اور غفلت کے باعث قربانی کی یہ خاص شرائط ہر نذر کے لئے ضروری سمجھ لی ہے۔ لیکن ذبیحہ مذکورہ میں چونکہ ذبح کے تمام شرائط موجود ہیں۔ لہٰذا! یقیناً حلال ہوگی۔

حکایت

یاد دارم کہ در ایام طالب العلمی در علاقہ سون سکیسر بمقام انگہ بخدمت مولانا افضل الفضلاء واکمل الکملاء جناب حاجی حافظ سلطان محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سکونتے داشتم۔ در موضع شکرکوٹ درویشے بود معمر غریب الوطن المعروف بابا نور ماہی صاحب نسبت قادریہ کہ دست بیعت بدست حضرت شیخ جی صاحب چکی والا دادہ بود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ و در ہر ماہ بتاریخ یازدہم بزغالہ یا گوسفندے دست پرورده برائے فاتحہ سیدنا عبدالقادر جیلی

میں جن دنوں طالب علمی کے دوران میں سون سکیسر کے علاقہ میں انگہ کے مقام پر حضرت مولانا حاجی سلطان محمود صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تحصیل علم کے لئے سکونت پذیر تھا ایک بزرگ عمر رسیدہ مسافر شکرکوٹ کے مقام پر مقیم تھے۔ آپ کا نام بابا نور ماہی مشہور تھا قادریہ نسبت رکھتے تھے اور حضرت شیخ محمود صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چکی والے کے دست حق پرست پر شرف بیعت حاصل تھا صاحب موصوف ہر مہینے کی گیارہ تاریخ کو ایک بکری یا دنبہ جو اپنے ہاتھ سے پلا ہوا ہوتا حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

[1] لیکن نذر صحیح کی صورت میں مثلاً جب کوئی شخص کہے کہ "یہ جانور میں اللہ تعالیٰ کی نذر کرتا ہوں اس کو ذبح کرکے اس کا گوشت فقراء کو کھلاؤنگا اور اسکا ثواب فلاں بزرگ کی روح کو بخشونگا۔" تو پھر وہ لیو فوائد وہم کے حکم خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے وہی جانور ذبح کرنا واجب ہوگا اور اسکے زندہ ہونیکی صورت میں دوسرا جانور ذبح کیا جانا جائز نہ ہوگی ہاں اگر اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کیلئے دنبہ ذبح کرونگا اور متعین نہیں کیا تو پھر جونسا دنبہ ذبح کرے جائز ہوگا۔ مترجم

رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن اسلافہ ذبح مے کرد
او را بمعہ حلوہ و نان پختہ بفقراء مے خورانید
بالخصوص این نیازمند اہل اللہ را باہتمام
واصرار دعوت مے فرمود و عنایتے خاص
برحال این بے ہیچ مبذول مے داشت
شغل پاس انفاس اسم ذات بغیر از
درخواست بفقیر عطا فرمودہ بود۔ روزے
از شکر کوٹ بسوئے انگہ مے رفتم در اثناء
طریق اندکے دور از راہ دیدم کہ ہماں درویش
گوسفندے را مے چرانید و از فرط محبت
وداعیہ شوق باآں گوسفند اختلاط مے
کرد گاہے او را بر دوش و گاہے بر
زمین مے نہاد و مے شنیدم کہ میگفت
(میرے محبوب دیا لیلیا) یعنے اے
گوسفند محبوبِ من۔ دراں ساعت
در دلِ من این خطرہ خطور مے کرد کہ بعد
فراغت از حصول علم در کنج تنہائی
بقیہ عمر خود را بمطالعہ کتب خواہم گذرانید
و تدریس نخواہم کرد۔ اندکے طریق را
گذاشتہ بسوئے آں درویش متوجہ
شدم بمجرد دیدن این نیازمند متکلم
بر خاطر گشت و فرمود۔ کہ اگر شخص علم
را خواندہ تدریس نکند و کسے را نفع نہ

کے فاتحہ کے لئے ذبح کرتے اور ساتھ حلوہ اور
روٹی بھی پکا کر فقراء کو کھلاتے خاص طور پر اس
نیازمند خادم اما دلیا، کو اصرار اور اہتمام کے ساتھ
شریک دعوت فرماتے اور میرے حال پر حد سے
زیادہ مہربانی کی نظر رکھتے بلکہ بغیر درخواست صاحب
موصوف نے بندہ کو شغل پاس انفاس کی
اجازت فرمائی۔ ایک دن میں شکر کوٹ سے انگہ
جا رہا تھا راستے میں دور سے میں نے دیکھا کہ وہی سفید
ریش بزرگ دُنبہ چرا رہے تھے اور از راہ محبت
و فرط شوق اس کے ساتھ کھیل رہے تھے
کبھی کندھے پہ اٹھاتے کبھی زمین پر رکھ دیتے
میں نے قریب جا کر سنا تو کہہ رہے تھے۔
"میرے محبوب دیا لیلیا"۔ اس وقت
میرے دل میں خیال آ رہا تھا۔ کہ
تحصیل علم سے فارغ ہو کر گوشۂ تنہائی
میں بیٹھ کر کتابوں کے مطالعہ میں
مشغول رہوں گا۔

اور تدریس وغیرہ نہ کروں گا جب راستہ
سے ہٹ کر ان کے ملنے کے لئے متوجہ ہوا
تو مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے جب کوئی شخص
علم حاصل کر کے تدریس نہ کرے اور
کسی کو نفع نہ پہنچائے۔ تو

رساند اورا از حصول علم چہ فائدہ باز بہماں گوسفند ہماں اختلاط و موانست آغاز نہاد۔ او اقدس سرہ در طعام یازدہم اہتمامی بود مخصوص و بعالیجناب حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارتباطے بود ممتاز۔ الٰہی احدی مصدری بجاہ قوم لایشقی جلیسہم حبک و رضاک ولقاءک والعفو والعافیۃ والمعافاۃ فی الدین والدنیا والآخرۃ۔ خلاصہ کلام دریں مقام آنکہ اگر ناذر را بوقت ذبح اصلا توجہ بسوئے حق سبحانہ وتعالیٰ نشود و مقصود او از ذبح فقط تقرب الی غیر اللہ باشد پس ذبیحہ او حرام است اگرچہ ذبح بر نام خدائے عز وجل کردہ باشد چنانچہ فقہاء در ذبح برائے قدوم قادم تصریح فرمودہ اند آری در صورت عدم اظہار ذابح قصد خود را انتفائے قرائن مفیدہ برائے یقین حمل فعل مسلمان بر محمل نامشروع ناجائز لہٰذا در صیدالمنیہ گفتہ انہ یکرہ ولا یکفر لانا لانسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحو ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ و صاحب تفسیر احمدی فرمودہ فعلم من

پھر ایسے علم حاصل کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ بات کہہ کر پھر اسی دنبے کے ساتھ گفتگو میں مشغول ہو گئے بزرگ موصوف گیارہویں شریف کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ ور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی ذات پاک سے کافی رابطہ حاصل تھا (اے میرے بے نیاز خداوند ایسے مقبولوں کا صدقہ جن کے ساتھ بیٹھنے والے بھی بدبخت نہیں ہوسکتے ہیں اپنی محبت اپنی رضا اور اپنا لقا نصیب فرما اور دنیا و آخرت میں عفو اور عافیت سے رکھیو) خلاصۃ الکلام یہ ہوا کہ اگر ناذر ذبح کے وقت اللہ تعالےٰ کی طرف بالکل دھیان نہیں رکھتا اور اس ذبح سے اس کا مقصد محض تقرب الی الغیر ہے تو یہ جانور بالکل حرام ہوگا گو ذبح کے وقت اللہ تعالےٰ کا نام بھی لیا ہو جیسا کہ فقہاء نے ذبح لقدوم الامیر میں تصریح فرمائی ہے۔

ہاں جب صراحۃً بھی تعظیم لغیر اللہ کا اظہار نہیں کیا اور قرینہ قطعیہ بھی موجود نہیں تو پھر مسلمان کے فعل کو زبردستی خلاف شرع محمل پر حمل کرنا اور جانور کو حرام کہنا ناجائز ہے۔ لہٰذا صیدالمنیہ میں ہے۔ یعنی یہ مکروہ ہے مگر اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ہم مسلمان پر یہ برا گمان نہیں کرسکتے کہ اس نے کسی انسان کا تقرب حاصل کرنے کیلئے یہ جانور ذبح کیا ہو۔ اسی طرح شرح وہبانیہ میں ہے اور تفسیر احمدی

منها ان البقرة المنذورة للاولیاء کما هو
الرسم فی ایامنا حلال طیب انتہی۔
وامام رافعی درباره ما ذبح لقدوم امیر
نوشته هذا انما یذبح استبشارا بقدومه
فهو کذبح العقیقة لولادة المولود ومثل
هذا لایجری التحریم والله اعلم انتهی۔
وبناء علیه قال الفقهاء والفارق انه
ان قدمها لیاکل منها کان الذبح لله و
المنفعة للضیف او للولیمة او للذابح
وان لم یقدمها لیاکل بل یدفعها لغیره
کان لتعظیم غیر الله فتحرم) چه در صورت
بودن اکل لحم مقصود از ذبح محمل صحیح
برائے ذبح لمن پیدا شد ومفاد لام در
ذبح لفلان بغیر از حمل بر محمل غیر صحیح
روئے نمود فیکون الذبح واخراج الروح
لتعظیم الله تعالی والمذبوح لغیره واحل
کون المذبوح لغیر الله [illegible] یقال ذبح
لغیر الله بمعنی ذبح لانتفاع غیر الله سواء کان
الانتفاع بطریق الاکل او حصول الثواب
بخلاف آں صورت که درو اکل لحم اصلا
مقصود نباشد چه برین تقدیر چونکه فلان
از مذبوح ہیچ فائده حاصل نه شده پس
متعین خواهد بود نفس ذبح برائے او [illegible]

والے فرماتے ہیں فعلم من ههنا ان البقرة المنذورة
للاولیاء کما هو الرسم فی ایامنا حلال طیب۔ یعنے اس سے
معلوم ہوا کہ وہ گائے جو اولیاء اللہ کی نذر ہوتی ہے
جس طرح ہمارے زمانے میں عادت ہے حلال طیب ہے۔ امام
رافعی ذبیحہ بقدوم امیر کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ جانور
امیر کی آمد کی خوشی میں ذبح کیا جاتا ہے جس طرح بچہ
پیدا ہونے پر عقیقہ کے لئے جانور ذبح کیا جاتا ہے
لہذا اس پر تحریم کا فتوے نہیں دیا جا سکتا۔ بنا علیہ فقہاء
کرام نے فرق بیان فرمایا ہے کہ اگر اس ذبیحہ سے مقصود
کھانا ہے تو ذبح اللہ تعالی کے لئے ہو گی اور نفع مہمان
یا ولیمہ وغیرہ کے لئے ہوگا اور اگر ذبح سے کھانا مقصود
نہ ہو تو یہ تعظیم بغیر اللہ ہے پس جانور حرام ہوگا کیونکہ
جب گوشت کھانا مقصود ہوگا تو کہیں من ذبح [illegible] محمل
معلوم ہو جائیگا یعنی ذبح اللہ تعالی کی تعظیم کے لئے اور
مذبوح غیر کے لئے لہذا اس جانور پر ذبح بغیر اللہ کا
اطلاق اس معنے میں کہ ذبح للانتفاع غیر اللہ صحیح ہے
انتفاع ہو گا خواہ وہ انتفاع کھانے کے طور پر ہو
یا ثواب کا حاصل کرنا وغیرہ بخلاف اس صورت کے
جس میں گوشت کھانا بالکل مقصود نہ ہو۔
کیوں کہ اس صورت میں جب مذبوح
سے فلاں کو جس کی طرف نسبت کی جا رہی ہے
کوئی نفع نہیں پہنچ رہا پس متعین ہو جائے گا
کہ نفس ذبح اس فلاں کے لئے ہے۔

صدق وتحقق مفاد ذبح لفلان محمل غیر صحیح متعین
گشت لعلک دریت مما ذکرنا من امر النبأ
الی الفارق المذکور وان لم یجد قطعیۃ انتقاد
کون الذبح للتقرب الی غیر اللہ فی صورۃ قصد
اکل اللحم من الذبح لجواز اجتماعھما فانہ لما جاز
اجتماع قصد التقرب الی اللہ وقصد اکل اللحم
کما فی الاضحیۃ ففی صورۃ التقرب الی الغیر
اولٰی لکن عند وجود المحملین یحمل فعل المسلم
علی المحمل الصحیح علی ان قیاس ما ذبح للتقرب
الی غیر اللہ علی الاضحیۃ قیاس مع الفارق
فاندفع ما اوردہ خاتم المحدثین رض علی الفقہاء
فی قولھم ان الذبیحۃ للتقرب الی غیر اللہ ھی
التی لم یقصد بذبحھا اکل اللحم (من ان ھذا
لیس بمدلول لغوی لقولھم ما قصد بہ التقرب
لغیر اللہ فلیبین وجہ دلالۃ ذا اللفظ علی ھذا
المعنی والا فھو مردود علی قائلہ کیف والاضحیۃ
یقصد بھا التقرب الی اللہ ویقصد اکل لحمھا
فاذا یجمع قصد التقرب وقصد الاکل فی التقرب
الی اللہ ففی التقرب الی الغیر اولٰی انتھی۔ وما
اوردہ ایضاً فی ھذا المقام علی قولھم (بل لیدفعھا
الی الغیر) من انھم ماذا ارادوا بالغیر فلیبین حتی
نتکلم علیہ انتھی۔ وجہ الاندفاع ظاھر لمن
تدبر فیما قلنا انفا وفیما حررنا من اظہار مراد

اور ذبح لفلان کے صدق اور تحقق کے لئے غیر صحیح محمل
متعین ہے گذشتہ تقریر سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا
کہ جب تقرب الی اللہ کا قصد اور گوشت کھانے کا ارادہ
دونوں ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں۔ جیسے قربانی کے جانور
میں تو تقرب الی الغیر اور گوشت کھانے کا ارادہ بطریق
اولیٰ جمع ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ہر دو محملوں کی موجودگی
میں مسلمان کے فعل کو صحیح محمل پر حمل کرنا لازم ہوگا۔
علاوہ ازیں ما ذبح لتقرب الغیر کو اضحیہ پہ قیاس
کرنا مع الفارق ہوگا۔
جیسا کہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ
تعالٰی عنہ نے کیا ہے فرماتے ہیں فقہاء
کا یہ کہنا کہ جس جانور کا گوشت کھانا مقصود
نہ ہو وہی تقرب الی الغیر کی علامت ہے غلط ہے
کیونکہ قطعاً یہ معنے ما قصد بہ التقرب الغیر کا مدلول
لغوی نہیں لہٰذا دلالت مذکور کی وجہ بیان کریں
ورنہ ہم اس کو اس کے قائل پر لوٹا دیں گے
حالانکہ قربانی کے جانور میں تقرب الی اللہ کا قصد
اور گوشت کھانے کا ارادہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ تو
تقرب الی الغیر اور گوشت کا قصد کیوں جمع نہیں ہو سکتے۔ اھ
ہماری مندرجہ بالا تقریر سے ابھی ابھی اس شبہ کا
ازالہ کیا جا چکا ہے۔ دوم فقہاء کے اس قول پر کہ
(لیدفعھا الی الغیر) فرماتے ہیں کہ اس غیر سے کیا مراد ہے
بیان کرو تاکہ ہم اس پہ کلام کر سکیں۔ اھ۔

عبارۃ الدر المختار الحنفی والفاروق الاول بطریق بحاشیہ نقل و اختتم۔ تا اینجا نقل جواب استفتاء مذکور کہ حضرت خاتم المحدثین مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ بزبان عربی قلمی فرمودہ اند و نیز نقل جواب جناب مولوی عبد الحکیم ملتانی رحمہ اللہ۔ و نقل رد جواب مولانا موصوف از ضروریات مے دانیم تا کہ متبعین ہر دو بزرگوار رضی اللہ تعالی عنہما جائے کلام نماند و اطمینانے درمیان مالہا و ماعلیہا کہ ازیں بے بضاعت بر حواشی کلام ہر دو صاحبان بعلامت (از مؤلف) خواہد بود حاصل شود۔۔۔

ہم نے اصل اور ترجمہ دریں صورت نقل کی ہے اور در مختار کی عبارت جس طریقے سے واضح کی ہے یا اعتراضات واقع ہو چکے ہیں اب ہم حضرت خاتم المحدثین کا استفتاء اور جواب جو عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے نقل کرتے ہیں اور ساتھ اس کے جواب جو مولوی عبد الحکیم ملتانی نے دیا ہے اور پھر حضرت شاہ صاحب کا جواب الجواب نقل کرنا نہایت ضروری سمجھتے تاکہ ہر دو فریق کے متبعین کو اعتراض کا موقعہ نہ ملے اور اس فقیر کی طرف سے ان حضرات کی کلام پر جو کچھ گزارش ہوگی حاشیہ پر ساتھ ساتھ (مؤلف) کی علامت سے تحریر کرکے اطمینان کا سامان مہیا کیا جائے گا۔

سوال

چہ مے فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں صورت کسی نیت کرد کہ اگر ایں کار من حسب الحاجت برآید گاؤ سید احمد کبیر یا گوسفند شیخ سدو وغیرہما بدہم و بعد از انجاح حاجت گاؤ را ذبح بنام خدا کرد و حالانکہ در نیت نسبت گاؤ بہ سید احمد کبیر و نسبت گوسفند بہ شیخ سدو مے کند و حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ناطق است و ان اللہ لا ینظر الی صورکم و لکن ینظر الی قلوبکم و نیاتکم بریں معنی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے اگر میرا فلاں کام میری مرضی کے مطابق ہو جاوے تو میں سید احمد کبیر کی گائے دونگا یا شیخ سدو کا دنبہ اور حاجت پوری ہو جانے کے بعد خدا کا نام لے کر ذبح کیا۔

حالانکہ اس کی نیت میں نسبت سابقہ یعنی گائے کی نسبت سید احمد کی طرف ویسے باقی ہے در حدیث شریف میں وارد ہے۔ (عمل کا تعلق نیت کے ساتھ ہے اور اللہ تعالی تمہاری نیتوں اور دلوں کی طرف دیکھتا ہے تمہاری شکلوں کی طرف نہیں دیکھتے۔

انه يكره[1] ولا يكفر لانا لا نسیئ الظن
بالمسلم انه يتقرب الى الآدمي بهذا
النحو ونحوه في شرح الوهبانية عن
الذخيرة ونظمه فقال۔ **شعر**
وفاعله جمهورهم قال كافر
۔ وفضلی واسماعيل ليس بكفر
وهكذا في مطالب المومنين والاشباه
والنظائر وفي الحديث لعن الله من
ذبح[2] لغير الله رواه احمد وايضاً
ملعون من ذبح لغير الله رواه ابوداؤد
وفي غرائب ابي عبيد وبستان الفقيه
وكنز العباد انه لا يجوز ذبح البقر
والغنم عند القبور لقوله[3] عليه
السلام لا عقر في الاسلام يعني
عند القبور هكذا في سنن ابي
داؤد وكذا لا يجوز على[4] البناء
الجديد وعند شراء الدار لان

ایسا کرنا مکروہ ہے[1] لیکن کافر نہ ہوگا کیونکہ ہم مسلمان
پر یہ بدگمانی ہرگز نہیں کر سکتے کہ اُس نے آدمی کی
تعظیم کے لئے یہ جانور ذبح کیا ہو۔ شارح وہبانیہ
نے ذخیرہ سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ اور ایک شعر بھی
ذکر کیا ہے۔ شعر۔ یعنی ایسے ذبح کے حق میں جمہور کا حکم
یہ ہے کہ وہ کافر ہے لیکن فضلی اور اسمٰعیل کا فتوے ہے کہ کافر
نہیں ہوتا۔ ویکذا فی مطالب المومنین والاشباہ والنظائر
اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ خدا اس شخص کو
لعنت کرے جس نے غیر خدا[2] کے لئے جانور ذبح کیا رواہ احمد
یا وہ ملعون ہے جس نے غیر اللہ کیلئے جانور ذبح کیا رواہ ابوداؤد
اور غرائب ابی عبید اور بستان الفقیہ اور کنز العباد میں ہے
کہ قبروں کے نزدیک گائے[3] اور بکری کا ذبح کرنا جائز نہیں
ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے
لا عقر فی الاسلام یعنی عند القبور۔ یعنی اسلام میں
قبروں کے نزدیک ذبح کرنا درست نہیں۔ سنن ابی داؤد
میں بھی اسی طرح مروی ہے علی ہذا القیاس نئے مکان
میں داخل ہونے سے پہلے وہاں کوئی جانور ذبح کرنا[4] منع

---

[1] لاجل ہذا عممنا الحرمۃ فیما قبل ۱۲

[2] ازیں نیز حرمت ما ذبح باسم غیر اللہ یا
ما ذبح لتعظیم غیر اللہ ثابت مے شود نہ حرمت جانورکیہ
شہرت دادہ شود بنام غیر ۱۲ مؤلف

[3] ایں حدیث نیز با محل بحث علاقہ ندارد ۱۲ مؤلف

[4] با محل بحث ربطے ندارد ۱۲ مؤلف

[1] اسی لئے ہم نے پہلے حرمت کی تعمیم کر دی ہے ۱۲

[2] اس حدیث شریف میں بھی اس جانور کی حرمت ثابت
ہوتی ہے جو غیر خدا کے نام سے ذبح کیا جائے یا غیر کی تعظیم مقصود ہو۔
اور یہ حکم اس جانور کا نہیں ہے جو غیر کے نام سے مشہور کیا جائے ۱۲

[3] یہ حدیث بھی محل بحث کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی ۱۲

[4] بالکل بے تعلق اور بے ربط ہے ۱۲ مؤلف

النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن
ذبائح الجن بناء علی انھم یکرمون
نابطن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
و نھی عنہ و ھکذا فی الکتب الشافعیة
رحمة اللہ علیہم قال النووی فی شرح مسلم
فی تفسیر ما اخرجہ من قولہ صلی
اللہ علیہ وسلم لعن اللہ من لعن
والدہ و لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ
واما الذبح لغیر اللہ فالمراد بہ ان یذبح
باسم غیر اللہ کمن ذبح للصنم
والصلیب اولموسیٰ وعیسیٰ علیہما
السلام اوالکعبة ونحو ذلک فکل ھذا
حرام ولا تحل[۱] ھذہ الذبیحة سواء
کان الذابح مسلماً او نصرانیاً او یہودیاً
کما نص علیہ الشافعی واتفق علیہ
اصحابنا فان قصد[۲] مع ذلک تعظیم
المذبوح لغیر اللہ والعبادة لہ کان
ذلک کفراً فان کان الذابح مسلماً
قبل ذالک صار بالذبح مرتداً[۳]

خرید کرنے کے وقت ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جنوں کیلئے جانور ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے کیونکہ اس
میں غیر اللہ کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے۔ شوافع کی کتب میں بھی
اسی طرح موجود ہے۔

نووی نے مسلم کی شرح میں لعن اللہ من لعن
والدہ ولعن اللہ من ذبح لغیر اللہ کی
تفسیر میں لکھا ہے

ذبح لغیر اللہ سے مراد ذبح باسم غیر اللہ
ہے۔ جس طرح بت کے لئے
ذبح کرنا یا صلیب کے لئے یا
موسیٰ علیہ السلام کے لئے یا عیسیٰ علیہ
السلام یا کعبہ وغیرہ کے لئے یہ سب
حرام ہیں اور یہ ذبائح ہرگز حلال[۱] نہیں
ہوسکتیں خواہ ذابح مسلمان ہو یا نصرانی
ہو یا یہودی جیسا کہ امام شافعی صاحب نے
اس پر نص فرمائی ہے اور ہمارے اصحاب کا اس مسئلہ
میں اتفاق ہے پس[۲] اگر اس ذبح سے غیر خدا کی تعظیم
اور عبادت مقصود ہے تو یہ کفر ہے پس اگر ذابح پہلے
مسلمان تھا تو اب مرتد ہو جائے گا۔

---

۱ مؤید است برائے تفسیر سلف صالحین و
مخالف است از تفسیر جناب۔ ۱۲

۲ لیس لہ ربط بمحل البحث ۱۲

۳ لیس محل البحث ۱۲

۱ یہ تفسیر سلف صالحین کے موافق ہے اور
جناب خاتم المحدثین کے مخالف۔ ۱۲

۲ محل بحث کے ساتھ اس حکم کو کوئی رابطہ نہیں۔ ۱۲

۳ محل بحث سے بالکل بے تعلق ہے۔ ۱۲

انتم لا تأكلون الميتة وقد قتلها
الله وتأكلون ما تقتلون بأيديكم
فقد رجحتم مقتولكم على مقتول
الله فاجاب الله تعالى عن ذلك
بان الميتة لم يذكر معها اسم الله
فلذلك حرمت وكذا الموقوذة و
المتردية لم تقتل على الوجه الماذون
فيه من الله فحرمت وما قتلناه بايدينا
ثم صار حلالاً لان قتلها وقع باذن
الله وبالوجه المشروع بحيث خرج
منه الدم المسفوح ومع ذكر اسم الله
فتحليل هذا او تحريم ذلك عين
التعظيم لاسم الله واما حديث
القتل فمغالطة وهمية لان الكل
مقتول الله سواء كان بايدينا او بايدي
غيرنا او ماتت حتف انفها اذ لا موت
عندنا الا باذن الله قال الله تعالى الله
يتوفى الانفس حين موتها ولذلك
اجمع اهل السنة والجماعة على ان
المقتول ميت لاجله والله اعلم وما
وقع في البيضاوي وغيره من التفاسير
انهم قالوا وما اهل به لغير الله
اى ما رفع الصوت به عند ذبحه

تم اللہ تعالیٰ کی قتل کی ہوئی چیز کو تو نہیں کھاتے
یعنی میتہ کو اور اپنی قتل کی ہوئی چیز کھا لیتے ہو تو
گویا تم نے اپنے مقتول کا رتبہ اللہ تعالیٰ کے مقتول
سے بڑھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اعتراض کا
جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میتہ پر چونکہ
اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا اس لئے وہ حرام
ہے اور اسی طرح موقوذہ اور متردیہ وغیرہ بھی
کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق ذبح
کے برخلاف ان پر موت وارد ہوئی ہے اور جو
جانور ہم نے خود ذبح کیا ہے وہ اس لئے حلال
ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہے
اور اسی طریق سے ذبح کیا گیا ہے جس کی اللہ تعالیٰ
کی طرف سے اجازت تھی یعنی دم مسفوح وغیرہ اس کا
مکمل طور پر خارج ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ کا
نام بھی لیا گیا ہے لہٰذا ہمارے جانور کا حلال ہونا اور تمہارے
کا حرام ہونا بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم ہے باقی تمہارا قتل
والا شبہ بالکل وہمی مغالطہ ہے کیونکہ دراصل یہ سب جانور
اللہ تعالیٰ کے قتل شدہ ہوتے ہیں خواہ وہ ہمارے ہاتھوں سے
قتل ہوں یا کسی غیر کے ہاتھوں یا خود بخود اپنی موت مر گئے ہوں کیونکہ
ہمارے نزدیک موت صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہو سکتی ہے قولہ تعالیٰ اللہ
اسی لئے اہل سنت والجماعت ہے کہ مقتول اپنی اسی مقدر پر مرا ہے
جو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے مقدر فرمائی تھی واللہ اعلم۔ باقی بیضاوی وغیرہ
تفاسیر میں جو اہل بہ کا معنی رفع الصوت عند ذبحہ

للصنم فمبني على جري عادة المشركين في ذلك الزمان ولذا لم يفرقوا في التفاسير القديمة بينهما ذكر اسم غير الله عليه وبين ما قصد بذبحه التقرب الى غير الله لان مشركي ذلك الزمان كانوا مخلصين في الكفر وكانوا اذا قصدوا التقرب بذبح بهيمة الى غير الله ذكروا عليها عند الذبح اسم ذلك الغير بخلاف مشركي المسلمين فانهم يخلطون بين الكفر والاسلام فيقصدون التقرب بالذبح الى غير الله يذكرون اسم الله عليها وقت الذبح فالاول كفر صريح والثاني كفر صورته صورة الاسلام وكانوا يعتقدون ان لا طريق للذبح الا هذا سواء كان لله او لغير الله وقد تجري هذه العادة في زماننا ايضاً فانهم يشهرون ان فلاناً يذبح بقرة لاجل السيد احمد كبير

للصنم تحریر کر دیا گیا ہے وہ اس زمانہ کے مشرکین کی عادت کی بنا پر کیا گیا ہے۔ اسی لئے پرانی تفسیروں میں اس بات کا فرق کبھی نہیں بیان کیا گیا کہ اس جانور پر غیر خدا کا نام ذکر کیا گیا ہو یا اس کی ذبح سے مقصود تقرب الی الغیر ہو کیونکہ اس زمانہ کے مشرکین خالص مشرک اور مخلص فی الکفر تھے اور جب تقرب الی غیر کے لئے کوئی جانور ذبح کرتے تھے تو اس پر نام بھی غیر ہی کا لیتے تھے بخلاف ہمارے زمانہ کے مسلمان مشرکوں کے کہ یہ لوگ کفر و اسلام کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔ ذبح تو تقرب الی الغیر کی نیت سے کرتے ہیں اور ذبح کے وقت نام اللہ تعالیٰ کا بلند کرتے ہیں پہلا تو کفر ہے اور دوسرا ہے تو کفر لیکن شکل و صورت اسلامی ہے ان لوگوں کا اعتقاد تھا کہ ذبح کا طریقہ یہی ہے خواہ اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کریں یا غیر کے لئے۔

ہمارے زمانہ میں بھی یہ عادت جاری ہے

لوگ مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص سید احمد کبیر کے لئے گائے ذبح کیا کرتا ہے۔

---

۱ قد مر الجواب عنه ۱۲ از مؤلف

۲ لكن بدلالة اللفظ كما مر ۱۲ ״

۳ فهو حلال لم يكن ما ذكر اسم الله داخل في ما اهل لغير الله

۴ لو قصد بذبحها التقرب لغير الله ۱۲ ״

۵ ليس التشهير من موجبات التحريم كما مر ۱۲ ״

۱ اس کا جواب گذر چکا۔

۲ لیکن بدلالت لفظ سے ہے جیسے گذر چکا۔

۳ اسی سے جس پر خدا کا نام لیا گیا وہ ما اہل بغیر اللہ میں داخل نہیں۔

۴ اگر تقرب الی الغیر کی قصد ہو ۱۲

۵ شہرت تحریم کا سبب نہیں ۱۲

لما روي ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال بعد الذبح اللّٰھم تقبل ھٰذہٖ
من امۃ محمدٍ ممن شھد لك بالوحدانیۃ
ولی بالبلاغ والشرط ھو الذکر
الخالص المجرد علی ما قال ابن
مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جردوا
التسمیۃ انتھی۔ ما فی الحمد ایۃ
صریح[1] فیما ذکرنا من انّ قصد التقرب
الی غیر اللہ محرّم للذبیحۃ سواء کان
بطریق الاستقلال او بطریق الشرکۃ
نعم لو ذکر ذکراً مجرداً عن غیر[2] ہ[3]
قصد التقرب الی غیر اللہ ففیہ
تفصیل فان ذکر موصولاً لا معطوفاً تکرہ

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ذبح کے بعد
فرمایا اللھم تقبل ہٰذہ عن امۃ محمدٍ ممن شہد لک بالوحدانیۃ
ولی بالبلاغ ذبح کی شرط ذکر خالص مجرد ہے جس طرح
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
جردوا التسمیۃ یعنے فقط اللہ تعالیٰ ہی کا
ذکر کرو۔ اھ ک۔

ہدایہ کی مندرجہ بالا عبارت واضح ہوگیا ہے
کہ تقرب الی الغیر کی قصد[2] ذبیحہ کو بالکل حرام کر
دیگی۔ خواہ مستقل طور پر تقرب الی الغیر کا ارادہ
ہو یا شرکت کے طور پر ہاں اگر اللہ تعالیٰ کا نام
بالکل مجرد[3] ذکر کیا ہے اور تقرب الی الغیر کا قصد
بھی نہیں تو اس میں تفصیل ہے اگر غیر کا نام
متصلاً بغیر عطف کے لیا ہے تو مکروہ ہے۔

---

[1] صریح فی اشتراط الذکر المجرد عن ذکر الغیر لا عن قصد التقرب الی غیر اللہ فمفادہ الاحتراز عن الشرکۃ باقسامہا الثلثۃ وقصدہ التقرب الی غیر اللہ انما ہو خارج من الشرط الا تری المذبح الغنی کونہ خالصاً للہ کما عرفت فیما سبق ۱۲ از مؤلف

[2] تغییر للمدعی وذہول عما قال فی تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ ۱۲

[3] لیس مرادہ مجرداً عن قصد التقرب بل عن ذکر اسم الغیر کما یدل علیہ المشبہ وقولہ وہو ان یقول وقولہ ان یذکر موصولاً معطوفاً وقولہ ان یذکر موصولاً علی وجہ العطف والشرکۃ بان یقول بسم اللہ واسم فلان الخ وقولہ مفصولاً عنہ صورۃً ومعنًی ۱۲ از مؤلف

[1] اس کی عبارت سے تو یہ واضح ہو رہا ہے کہ ذبح کیلئے فقط اللہ تعالیٰ کا نام مجرد لینا شرط ہے یعنے اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کا نام نہ لے۔ یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نام تقرب الی الغیر کے قصد سے مجرد ہو بلکہ ہدایہ کی کلام کا مفاد تو یہ ہے کہ ہر سہ اقسام کی شرکت سے احتراز لازم ہے باقی قصد تقرب الی غیر ذبح کی آخری

[2] یہ مدعی کی تبدیل ہے اور اپنی سابقہ تفسیر سے فرار کرنا ہے ۱۲

[3] مجرد سے مراد تینوں صورتوں سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ غیر خدا کے نام لینے سے مجرد ہو نہ کہ قصد تقرب الی الغیر سے مجرد ہو۔ یہ بات مثالوں سے واضح ہے۔ ۱۲

مؤلف

مثلاً ان يقول بسم الله محمد رسول
الله او اللهم تقبل من فلان ولا يحرم
الذبيحة لعدم قصد التقرب اليه
وانما كره لاجل مشابهته في ذلك
بذكر اسم الله غير الله بقصد التقرب
ولو ذكره معطوفا حرم ايضا وان لم
يكن فيه معنى التقرب لكنه صريح
في الشركة والصريح لا يحتاج الى النية
واذا ذكره مفصولا لا بطريق العطف
ولا بطريق الوصل لا يكره ولا يحرم
لانتفاء المشابهة صورة ومعنى مثلاً ان يقول
بسم الله وتوقف ثم قال محمد رسول الله
من غير قصد التقرب الى غير الله واذا عرفت[1]

مگر ذبیحہ حرام نہ ہوگی مثلاً کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ یا
اللّٰھم تقبل من فلان وغیرہ تقرب الی الغیر کی قصد نہ ہونے
کی وجہ سے ذبیحہ تو حرام نہ ہوگی لیکن غیر کے متصلاً ذکر کرنے
کی وجہ سے حرام کے ساتھ مشابہت پیدا ہوجانے سے
کراہت ضمن ہوجائے گی اور معطوفاً ذکر کرنے کی صورت
میں ذبیحہ حرام ہوجائے گی اگرچہ تقرب الی الغیر کا ارادہ نہ
ہو کیونکہ شرکت صراحۃً موجود ہے اور تصریح کی صورت
میں نیت کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی اور اگر منفصلاً
ذکر کرے لیکن عطف نہ ہو تو پھر کراہت بھی نہیں اور
تحریم بھی نہیں کیونکہ صورۃً اور معناً مشابہت
موجود نہیں مثلاً بسم اللہ کہہ کر خاموش
ہوگیا اور توقف کے بعد محمد رسول اللہ کہا لیکن تقرب
الی الغیر کا ارادہ نہیں تھا صاحب ہدایہ کی کلام کی اس تشریح سے ناظرین پر

---

[1] واذا عرفت معنى هذا الكلام عرفت ان صاحب الهداية
وضع المسئلة فيما اذا لم يكن المذكور مقرونا بذكر الغير بل كان
ذكرا مجردا وعلى تقدير انتفاء التجرد تحصل صور ثلث ثالثها
ان يقول مفصولا عنه وهذا لا باس به فذكر اسم
الغير بالفصل عن ذكر اسم الله سبحانه حين الذبح
وتشهير الحيوان باسم الغير مفصولا لا باس به وعلى
هذا فرع صاحب التفسير الاحمدي بقوله ومن ههنا علم
ان البقرة الخ فتفرعه لا غبار عليه ثم قال في الحاشية هذا بحسب
قوله وما اهل به لغير الله اما بحسب النذر فقد تقرر ان النذر لغير الله
حرام ونذر الاولياء مؤول بان النذر لله وثوابهم ۱۲ منه مؤلف

صاحب ہدایہ کی کلام سے واضح ہے کہ اس کا مسئلہ اسباب میں ہے
کہ مذکور غیر خدا کے نام کے ساتھ مقرون نہ ہو بلکہ ذکر مجرد ہو
انتفاء تجرد کی تین صورتیں ہوں گی تیسری صورت یہ ہے کہ غیر خدا کا نام
مفصولاً ذکر کرے یعنی غیر کا نام ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام
سے جدا کرکے ذکر کرنا اور تشہیر کے وقت بھی غیر کا نام اللہ تعالیٰ کے نام
سے مفصولاً ذکر کرنا کوئی ڈر کی بات نہیں اسی پر تفسیر احمدی نے
نے تفریع بیان کی ہے لہذا تفسیر احمدی والے کی تفریع بلاشبہ
کی تفسیر کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ہاں نذر کے لحاظ سے تحقیق کو معلوم
ہے کہ نذر لغیر اللہ حرام ہے اور نذر اولیاء درحقیقت اللہ تعالیٰ کی
نذر ہوتی ہیں اور ثواب اولیاء اللہ کی ارواح کو پہنچتا ہے ۱۲ منہ

معنى هذا الكلام عرفت ان صاحب الهداية
وضع المسئلة فيما اذا لم يكن المذكور مقرونا
بقصد التقرب الى غير الله بل ذكر مجردا
فهو بمعزل عن مسئلتنا الموضوعة فيما اذا قصد
التقرب الى غير الله فانها حرام مطلقاً
وعرفت ايضاً ان ما وقع في التفسير الاحمدي
من تفريع قوله على ما وقع في الهداية
ونقله في ذلك تفسير كما ذكرنا وهو قوله
ومن ههنا علم ان البقرة المنذورة
للاولياء كما هو الرسم في زماننا حلال
طيب لانه لم يذكر اسم غير الله
وقت الذبح وان كانوا ينذرون له انتهى
مبني على الغفلة عن قول صاحب الهداية
وهو قوله والثالثة ان يقول مفصولا
عنه صورة ومعنى الخ فان الانفصال المعنوي
كيف يتصور اذا كان النذر للاولياء فانه

کہ صاحب ہدایہ کا مسئلہ اس بارے میں ہے کہ اللہ تعالےٰ
کا نام مجرد ذکر کرے یعنی تقرب الی الغیر کی قصد نہ ہو
(یہی غلطی کا منشا ہے مترجم) اور ہمارا مسئلہ اس بارے
میں ہے کہ تقرب الی الغیر کی قصد کرنا مطلقاً حرام ہے۔

ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفسیر احمدی والے نے جو مطلب
صاحب ہدایہ کی کلام سے سمجھا ہے وہ بالکل غلط ہے
صاحب تفسیر فرماتے ہیں کہ "پس یہاں سے معلوم ہو
گیا کہ وہ گائے جو اولیاء اللہ کی نذر کی جائے جیسا کہ ہمارے
زمانہ کی رسم ہے بالکل حلال طیب ہے کیونکہ ذبح
کے وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ نذر غیر
کے لئے ہے۔" اھ ک
اور صاحب ہدایہ فرما رہے ہیں کہ "غیر کا نام صورتاً
اور معناً علیحدہ ذکر کیا جائے" لہذا جب نذر
اولیاء اللہ کے لئے ہوئی تو انفصال معنوی کہاں بلکہ یہ
بعینہ تقرب الی الغیر ہے بلکہ ایسے ناذر کی

لہ [illegible] وقع في الهداية
[illegible] ذكرنا
في حاشية التفسير ١٢ از مؤلف ٢ـہ بل مبني على الغفلة
عن قول صاحب الهداية كما بينا ١٢ از مؤلف
٣ـہ نعم يصح لو لم يكن النذر بطريق التقرب ١٢ منه
٤ـہ ليس عين التقرب اليه بناءً على ما ذكره والد الجناب
رضي الله تعالى عنهما ونقلناه في هذا البحث ١٢ منه

لہ یہ جو آپ فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کی کلام صریح ہے
[illegible] استدلال ہے اور اب ان دونوں مسائل میں فرق
پیدا ہو گیا [illegible] ذکر کر چکے ہیں ١٢
٢ـہ بلکہ صاحب ہدایہ کی کلام نہ سمجھنے کی وجہ سے جناب کو غلطی واقع
ہوئی ہے [illegible] انفصال معنوی ذکر [illegible] کی صورت میں متصور ہے ١٢
٣ـہ جناب کے والد ماجد شاہ ولی اللہ صاحب کی تصریح
کے مطابق عین تقرب الی الغیر نہیں کہ نفس نذر [illegible] ١٢

بين التقرب اليه فنيتهم دائمة الى
وقت الذبح فلا انفصال معنى اصلاً
لا نقر د في قواعد الفقه من استدامة
النية الى اخر العمل وايضاً مبنى على
عدم الفرق بين الذكر المجرد الذي
وضع صاحب الهداية مسئلة فيه وبين
ما قصد به التقرب الى غير الله الذي
وضعنا المسئلة فيه واين هذا من ذلك
تم الجواب من مولانا عبد العزيز
قدس سره العزيز ۔

ماتحت بالکل انفصال معنوی حاصل نہیں ہوا علاوہ ازیں
صاحب التفسیر صاحب ہدایہ کے ذکر مجرد والے مسئلہ میں اور ہمارے
قصد التقرب والے مسئلہ میں فرق معلوم نہیں کر سکے
حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق
ہے ۔

ا ھ ک

تم الجواب
من مولانا عبد العزیز
قدس سرہٗ

لہ ودوام نیۃ ابداء ثواب اکل اللحم لا الفرق فی حلیۃ المذبوح ۱۲
۲ والضمیر فیہ ۱۲ سے نعم لکن مالم یطرأ علیہا ما ینافیہ
ہٰہنا قد طرء علیہا اسم اللہ تعالیٰ وہو مناف بحسب
زعمکم ومن اراد البسط فی ہذا المقام فلیرجع الی الاشباہ والنظائر ۱۲
سے بل قول الجناب مبنی علی عدم الفرق المبنی علی عدم فہم الذکر
المجرد الذی وضع صاحب الہدایۃ المسئلۃ فیہ والارادۃ المجرد عن قصد
التقرب الی غیر اللہ واین ہذا من ذلک ونزد ناظر مخفی نماند
باید کہ حضرت خاتم المحدثین از تفسیر وما اہل بہ لغیر اللہ رجوع
فرمودہ استفسار بدیں ترتیب نمودہ است چہ استفتائے مذکور
موجود است ... بنا بر حرمت تحریر بود دریں
بقصد ذبح لغیر اللہ این رجوع وتغییر ترتیب را سببے
ونشائے بغیر از دیانت وتقوی حضرت موصوف
چیزے دیگر نیست رضی اللہ تعالیٰ عنہ واللہ اعلم ۱۲ مؤلف

لہ ابداء ثواب کی نیت یا دوام حیات مذبوح کے حق میں نہیں ۱۲
۲ پھر کونسا نقصان آگیا ۱۲ سے ہاں لیکن جب تک منافی
اس پر عارض نہ ہو جائے اور یہاں ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام
ذکر کر دینا بلا ارادہ منافی نیت ہو عارض ہو گیا ہے لہٰذا نیت دوام باطل ہو
گئی بلکہ جناب کے اس قول کی بنا اس پر ہے کہ آپ صاحب
ہدایہ کے ذکر مجرد کا مطلب نہیں سمجھ سکے کہاں ذکر مجرد یعنی عن
ذکر الغیر اور کہاں مجرد عن قصد التقرب الی غیر این ہذا من ذلک
حضرت شاہ صاحب نے اپنی پہلی تفسیر سے رجوع فرما کر
یہ استفسار تحریر فرمایا ہے کیونکہ وہاں حرمت کی بنا
غیر خدا کی تشہیر اور ... نے پہنچی اور یہاں حرمت کی
مدار تقرب الی الغیر کی قصد پر اس رجوع اور تغییر کا منشا
جناب کا تقوےٰ اور دیانت ہی ہو سکتے
ہیں ۱۲ واللہ اعلم ازمؤلف ۔

جواب ثانی از مفتی عبد الحکیم پنجابی (مرحوم)

متضمن بر اعتراضات وطنز وطعن بر مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ

گاؤ وغیرہ در صورت مذکورہ حلال است
وخوردن آن بموجب شرع شریف درست خصوصاً
وقتیکہ ذابح غیر نادی باشد۔
کما ھو المعتاد فی ذبح بقرۃ السید احمد
کبیر وغیرہ واما ثبوت حلھا واکلھا
بالکتاب فقولہ تعالیٰ فکلوا مما ذکر اسم
اللّٰہ علیہ ان کنتم بایاتہ مؤمنین
وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللّٰہ علیہ
وقد فصل لکم ما حرم علیکم لانہ
عام قد خصص منہ البعض وھو
المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل
لغیر اللّٰہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ
والمتردیۃ والنطیحۃ وما اکل السبع
وما ذبح علی النصب وما قصد بہ
التقرب الی غیر اللّٰہ والعام المخصص
یتناول افرادہ الباقیۃ ولو ظنا والذبیحۃ
فی الصورۃ المذکورۃ لیست داخلۃ فی
شئی من المخصصات اما عدم دخولھا
فیما سوی قصد بہ التقرب الی غیر
اللّٰہ فلانہ عبارۃ عن الذبیحۃ التی

مذکورہ بالا گائے حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا شرعاً
درست ہے جانور مذکور کی حلت کا ثبوت قرآن کریم
کی ان آیات سے ملتا ہے قولہ تعالیٰ
فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان
کنتم بایاتہ مؤمنین۔ وما لکم
ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ
علیہ۔ وقد فصل لکم ما حرم
علیکم الآیۃ

یہ سب آیات عام ہیں جن میں سے بعض
چیزیں مستثنےٰ کی گئی ہیں۔ مثلاً میتہ (مردار) دم (خون)
لحم خنزیر (سور کا گوشت) ما اہل لغیر اللہ بہ (جس پر ذبح کے وقت
غیر خدا کا نام بلند کیا جائے) منخنقہ (گلا گھونٹ کر ماری ہوئی)
موقوذہ (پتھر یا عصا سے ماری ہوئی) متردیہ (بلندی پر سے گر کر مری ہوئی)
نطیحہ (سینگ لگنے سے مری ہوئی) یا جس کو درندہ کھا لے۔
یا تھانوں پر ذبح کیا جائے۔ یا ذبح سے تقرب الی غیر اللہ کا ارادہ ہو
اور عام مخصوص البعض اپنے باقی افراد کو شامل ہوتا ہے
خواہ بطریق ظن ہی کیوں نہ ہو۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ جس صورت ذبیحہ
مذکورہ ان مخصصات میں سے الا جس سے ما قصد بہ التقرب الی غیر
کسی میں بھی داخل نہیں کیونکہ ما اہل بہ لغیر اللہ یا ما قصد بہ تقرب الی غیر اللہ میں بھی
داخل نہیں کیونکہ تقرب الی الغیر اس ذبح سے مقصود نہیں

فی شرح قول الهدایة هذا ومامور
به ههنا الذکر عند الذبح والمراد
بالذکر المتعدی یعنی الذکر باللسان
کما تقرر واحتج به مالک رح فی حرمة
متروک التسمیة ناسیا فلا تدخل
الذبیحة تحت قوله تعالیٰ ولا تاکلوا
مما لم یذکر اسم الله علیه ایضاً واما
بقول مفسرین فقول العالم العارف
المحدث الاصولی المفسر الحاج الحرمین
الشریفین زادهما الله تعالیٰ شرفاً و
تعظیماً المدرس فیهما فی التفسیر
الاحمدی ان البقرة المنذورة کما هو
الرسم فی زماننا حلال طیب لانه لم
یذکر اسم غیر الله وقت الذبح
وان کانوا ینذرونها لهم انتهیٰ
والحق المبین ما قاله مولانا محمد مبین
فی رسالته فی النذر و نذر شیخ سدو
امثال آں حرام است و بز و مانند آں که بنام
شیخ سدو ذبح مے کنند گر وقت ذبح
نامش گرفته باشند گوشت او مردار شود
و خوردنش روا نباشد قال الله تعالیٰ
ولا تاکلوا مما ذکر اسم الله علیه وانه
لفسق و اگر بنام خدا بسم الله الله اکبر

ہدایہ کی شرح میں ہے کہ یہاں جس ذکر کا حکم دیا گیا ہے
اس سے مراد ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا ہے
اور ذکر چونکہ فقط [illegible] کے ساتھ متعدی بنایا ہے
لہٰذا صرف زبانی ذکر مراد ہوگا جیسا کہ گذرا۔ امام مالکؒ نے
اسی کے ساتھ استدلال کیا ہے کہ جب ذبح کے
لئے ذکر لسانی شرط ہے تو متروک التسمیہ ناسیاً یعنی
جس جانور پر ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول
جائے وہ حرام ہوگا۔ لہٰذا بقرہ منذورہ ولا تاکلوا
مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے حکم میں داخل نہ ہوگی۔
مفسرین میں سے حضرت عالم عارف محدث اصولی مفسر
حاجی الحرمین الشریفین اللہ تعالیٰ انکا شرف زیادہ کرے
مکہ اور مدینہ میں درس دینے والے یعنی مولانا جیون صاحب
تفسیر احمدی میں فرماتے ہیں کہ بقرہ منذورہ جیسا کہ ہمارے
زمانے کی رسم ہے حلال طیب ہے کیونکہ اس پر ذبح کے
وقت غیر خدا کا نام نہیں لیا گیا اگرچہ نذر اولیاء کیلئے ہے۔
مولانا محمد مبین صاحب اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ
سدو وغیرہ کی نذر کرنا حرام ہے لیکن جو بکرے وغیرہ
شیخ سدو کے نام کے ساتھ مشہور کئے جاتے ہیں
اور ذبح کے وقت بھی شیخ سدو کا نام لیا جائے تو
گوشت مردار ہو جائے گا۔ اور اس کا کھانا
ناجائز ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ
علیہ وانہ لفسق۔ اور اگر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ
کا نام لیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا۔

ذبح کردہ باشند۔ گرچہ در دل نیت فاسد
بود بظاہر خوردنش حلال باشد لیکن
متقی و پرہیزگار را باید کہ نخورد تا جاہلاں
گمان برند کہ این نذر حلال است پس گمراہ شوند
انتہی بحروفہ لکن کسانیکہ اقوال آنہا مطابق
افعال شان نیستند مثلاً فرقۂ شیعہ را کافر
مطلق باجماع مے گویند و قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا
المشرکین حتی یؤمنوا ولعبد مؤمن
خیر من مشرک ولو اعجبکم الآیہ را پس
پشت انداختہ تزویج بنات وغیرہا از شیعہ
مے نمایند و مسکن خود را دار الحرب قرار مے
دہند و بقولہ تعالیٰ اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ
اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا الآیہ خلاف
ورزیدہ در آنجا اقامت مے دارند و عرس
بزرگان خواہ بر خود مثل فرض دانستہ سال
بسال بر مقبرہ اجتماع کردہ طعام و شیرینی را آنجا
تقسیم نمودہ مقابر را وَثَنًا یُعْبَدُ مے کنند افتاء
بحرمت بقرۂ مذکورہ بسیار تعجب مے فہمند
کہ حربی را بافتائے مسلمین چہ کار بلکہ بسبب
فتویٰ مذکورہ مصداق فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا کَثِیْرًا
مے شوند۔ لان الذبیحۃ لتعظیم غیر
اللّٰہ واکرامہ حرامٌ والذابح مرتدٌ
وامرأتہ بائنۃٌ وقد اجمع الفقہاء

لیکن دل میں ارادہ فاسد تھا تو ظاہرا اس جانور کا گوشت
حلال ہے لیکن متقی اور پرہیزگار آدمی کو چاہیے
کہ ایسا گوشت نہ کھائے تاکہ جاہل لوگ اسے دیکھ
کر یہ گمان نہ کریں کہ ایسی نذر شرعاً حلال ہے
اور گمراہی میں پڑ جائیں۔ انتہیٰ۔ لیکن جن لوگوں کا قول و
عمل ایک دوسرے کے مخالف ہے مثلاً فرقۂ شیعہ
کو کافر مطلق بالاجماع کہتے ہیں اور ولا تنکحوا المشرکین
حتی یؤمنوا الآیہ کے حکم خداوندی کو پس پشت ڈال کر
اپنی لڑکیاں شیعہ اشخاص کو نکاح کر دیتے ہیں۔
ایک طرف ہندوستان کو دار الحرب قرار دیتے
ہیں۔ اور پھر الم تکن ارض اللہ واسعۃ
فتھاجروا فیھا کے فرمان الٰہی کا خلاف
کرتے ہوئے وہیں اقامت پذیر رہتے
ہیں۔ جو لوگ بزرگوں کے عرسوں کو اپنے
اوپر فرض سمجھتے ہیں اور سال بسال مقابر
پر اجتماع قائم کر کے طعام و شیرینی وغیرہ
تقسیم کرتے ہیں اور مقابر کو معبود بت
بناتے ہیں اور ساتھ ہی بقرہ منذورہ کی حرمت
کا فتویٰ بھی دیتے ہیں یا للعجب نہیں سمجھ نہیں
آتی کہ حربی کا مسلمانوں کے فتوے سے کیا کام ہے
بلکہ ایسے فتویٰ دینے سے فضلوا واضلوا کثیرا کا مصداق بنتے ہیں
کیونکہ غیر خدا کی تعظیم اور اکرام کیلئے جانور ذبح کرنے سے ذبیحہ حرام
ہو جاتی ہے اور ذابح مرتد ہو جاتا ہے اسکی بیوی بائن ہو جاتی ہے۔ الفقہاء

فی الفرق بین الذبیحة لتعظیم غیر الله
واکرامه وهو ما اهل به لغیر الله وبین
الذبیحة لله تعالیٰ سبحانه انه ان
قدمها لیأکل منها کان الذبح لله
والمنفعة للضیف وغیره لهذا حل
ذبیحة القصاب والولیمة وغیرهما
کما فی البزازیة وان لم یقدمها
لیأکل بل لیدفعها لغیره کانت
الذبیحة لتعظیم غیر الله فتحرم
ولهذا حرمت الذبائح للعظام کما
فی الدر المختار والبزازیة. وقتیکه فتویٰ
داد که ذبیحهٔ مذکوره حرام است پس بتحریم حلال
مصداق ضالین گردیده وبموجب فتوےٰ
از ذبیحهٔ مذکوره نه ناذر خورد ونه غیر آن پس
ذابح مرتد شد و مفتی حرمت داخل مضلین گردید
ونیت را در صحت وفساد اعمال عباد سویٰ العبادات
الخالصة وسوی الاسلام مثلاً در حل و حرمت اشیاء
دخلی نیست علی الخصوص در ذبیحه که مامور به در آن فقط ذکر

کرام نے تقرب الی الغیر اور تقرب الی اللہ میں فرق بیان کیا ہے یعنی
جو جانور غیر خدا کی تعظیم کے لئے ذبح کیا جائے اور کھانا
مقصود نہ ہو بلکہ غیر کی طرف دفع کر دیا جائے
یہ تقرب الی الغیر ہے۔ لہذا جانور مذکور
حرام ہو جائے گا۔ اسی وجہ سے امراء اور سلاطین
کی آمد پر محض اکرام و احترام کے لئے جانور ذبح کرنے فقہاء
نے حرام قرار دئے ہیں۔ کذا فی در المختار والبزازیہ
اور کھانے کے لئے ذبح کرے اور ذبح کے وقت اللہ
تعالیٰ کا نام لیا کرے تو یہ ذبح اللہ تعالیٰ کیلئے ہوگی اور منفعت
غیر کیلئے خواہ وہ مہمان ہو یا قصاب یا صاحب ولیمہ کما فی البزازیہ
جب انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ ذبیحہ مذکورہ حرام ہے لہذا
حلال کو حرام کہنے سے ضالین کا مصداق بنے اور فتوے
کی رو سے ذبیحہ مذکورہ سے نہ خود ناذر نے کھایا نہ اس
کے سوا کسی اور نے لہذا ذابح مرتد ہوا اور مفتی حرمت
داخل مضلین ہوا نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا
نیت کو بندوں کے اعمال کی صحت اور فساد میں قطعاً کوئی دخل نہیں ہاں عبادت
خالصہ اور اسلام میں نیت کا اعتبار ہے اسی طرح اشیاء کی حلت اور حرمت
میں بھی نیت کا کوئی تعلق نہیں خصوصاً اس چیز میں جس میں فقط ذکر

---

[1] ذبح بقصد نیت تعظیم غیر الله به داخل عبادات است بنابر آن فقهاء
حکم حرمت ذبائح در معرفت ذبح بقدوم فرموده اند ۱۲ مؤلف

[2] مامور به در ذبیحه فقط ذکر لسانی نیست بلکه او را شرائط
دیگر هم هست که با نعدام یکی از انها حلت مرتفع شود چنانچه در
ذبح للقدوم شرط خالصاً لله منتفی است ۱۲ از مؤلف

[1] تعظیم لغیر اللہ کی قصد سے جانور ذبح کرنا غیر عبادت میں داخل ہے
اسی وجہ سے فقہاء نے قدوم سلطان پر جانور ذبح کرنے کو حرام کہا ہے ۱۲ منہ

[2] ذبح میں فقط ذکر لسانی ہی شرط نہیں بلکہ اور شرائط کا وجود
بھی ضروری ہے اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو جائے تو حلت
جاتی رہے گی جیسا کہ ذبح بقدوم میں خالصاً للہ کی شرط موجود نہیں ۱۲ منہ

سانی باشد کما فیما نحن فیه وقد مرّ
چه نکاح بغیر نیت یا به نیت سفاح حرام نمے
شود و زنا به نیت ولد صالح و فراغ عبادت
حلال نمے شود و شراب مثلاً برائے قوت
نماز و غذا حلال نیست والحدیث محمول
علی حذف المضاف مثلاً ای ثواب
الاعمال وعلی التخصیص کما تقرر
فی الاصول والفروع فلنرجع الیهما

لسانی ہو جیساکہ ما نحن فیہ میں کیونکہ نکاح کے الفاظ
بغیر نیت[1] کے زبان پر جاری کئے جائیں یا زنا کے ارادہ سے
نکاح حرام نہیں ہو جاتا اسی طرح زنا ولد صالح کے ارادہ سے
یا فراغت قلب کے خیال سے حلال نہیں ہو سکتا یا شراب
قوت علی الصلوٰۃ کی نیت سے یا غذا کی غرض سے پینا حلال
نہیں ہے الاعمال بالنیات کی حدیث حذف مضاف اور
تخصیص پر محمول ہے یعنی ثواب الاعمال بالنیات جیسا کہ
کتب اصول اور فروع میں ثابت ہو چکا ہے۔ بقیناً

---

[1] ہذا مبنی علی القاعدۃ المقررۃ عندہم ان النیۃ
انما تعمل فی الملفوظ کما فی الاشباہ وفی الحموی ای لا فی
غیرہ وذلک لان النیۃ یقصد بہ التمییز وانما یتاتی فی لفظ محتمل
کعام یحتمل التخصیص او مجمل یحتاج الی البیان او مشترک یعین
افرادہ اما اذا لم یکن اللفظ محتملاً فمجرد النیۃ لا تاثیر لہا فی احکام
الدنیا ولہذا لا یقع الطلاق والعتاق بمجرد النیۃ الخ وایضاً
قال صاحب الاشباہ فی الحاشیۃ علی قولہ وانما اشترط
فی العبادات بالاجماع واعلم ان الاقوال تحتاج الی النیۃ
فی ثلثۃ مواطن احدہا التقرب الی اللہ تعالی فراراً من الریا
الثانی التمییز بین الالفاظ المحتملۃ لغیر المقصود والثالث
قصد الانشاء الخ محل الاستشہاد قولہ لا تاثیر لہا
فی احکام الدنیا وقولہ احدہا التقرب الی اللہ
تعالیٰ وتخصیص الاقوال مبنی علی ان المقصود بیان احوال
الاقوال لا علی ان النیۃ لا اثر لہا [illegible] فی الاعمال
حتی لا تکون مدار الحل والحرمۃ ۱۲ از مؤلف

[1] اس مسئلہ کی بناء اس قاعدہ پر ہے کہ نیت کا اثر لفظ ملفوظ
میں ہوتا ہے کما فی الاشباہ والحموی کیونکہ نیت سے مقصود امتیاز
حاصل کرنا ہوتا ہے اور امتیاز کی ضرورت الفاظ محتملہ میں
پڑتی ہے جیسا کہ عام تخصیص کا احتمال رکھتا ہے اور مجمل بیان کا
یا مشترک تعیین کا لیکن اگر لفظ مختلف معانی کا محتمل نہیں تو مجرد
مجرد نیت کا اثر احکام دنیاوی میں نہ ہوگا جیسا کہ طلاق اور عتاق
مجرد نیت سے قطعاً واقع نہیں ہو سکتے الخ صاحب اشباہ نے حاشیہ
پر انما اشترط فی العبادات کے قول پر لکھا ہے کہ اقوال میں تین موقعوں
پر نیت کی ضرورت ہوتی ہے اول تقرب الی اللہ کے لئے تاکہ ریاء
کا احتمال نہ رہے دوم الفاظ محتملہ میں تمیز کے لئے سوم کہ
انشاء کا ارادہ ہو اس عبارت میں استشہاد کا محل لا تاثیر لہا
فی احکام الدنیا اور احدہا التقرب الی اللہ تعالیٰ ہے باقی قول
کی تخصیص محض اس بناء پر ہے کہ مقصود اقوال کا بیان ہے یہ
مطلب نہیں کہ نیت کا اثر اعمال میں بالکل نہیں تاکہ نیت
حلت اور حرمت کی مدار نہ ہو سکے فافہم ۱۲ مؤلف

ان شئت ولا شك ان المفتی بحرمة الذبيحة المذكورة لايدخلها الا فيما قصد بذبحه التقرب الى غير الله وقد عرفت انها ليست داخلة فيه او فی قوله تعالیٰ وما اهل به لغير الله لاغير فلابد علينا من تحقيق معناه فنقول وبالله التوفيق والتعوذ من الخناس ان معناه فی اللغة والتفاسير رفع الصوت عند الذبح باسم غير الله سواء كان الغير صنما او نبياً او غيرهما عند ابی حنيفة رح والشافعی رح ومالك رح فی الصراح واهل بالتسمية على الذبيحة قوله تعالیٰ وما اهل به لغير الله ای نودی عليه بغير اسم الله واصله رفع الصوت انتهی بلفظه۔ وفی البيضاوی وما اهل به لغير الله ای رفع به الصوت عند ذبحه للصنم انتهی ومثله فی المدارك والجلالين والحسينی وغيره من التفاسير المتداولة وفی حاشية البيضاوی لمولانا عبد الحكيم قوله ای رفع به الصوت عند ذبحه الضميران لما وزاد على الكشاف عند ذبحه بيانا للتلبس او السببية المستفادة من الباء

مفتی حرمت نے ذبیحہ مذکورہ کو اُن جانوروں میں داخل کیا ہے۔ جن کی ذبح سے تقرب الی غیر اللہ مقصود ہو اور یہ بات بالکل واضح ہو چکی ہے کہ ذبیحہ مذکورہ اُن میں یا ما اہل بہ لغیر اللہ میں ہرگز داخل نہیں۔ اب آیت وما اہل بہ لغیر اللہ کی تحقیق ضروری چیز معلوم ہوتی ہے اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق بخشے۔ واضح ہو کہ وما اہل بہ لغیر اللہ کا معنے لغت اور تفاسیر میں رفع الصوت عند الذبح باسم غیر اللہ ہے خواہ وہ غیر بت ہو یا نبی ہو یا کوئی اور یہ معنے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی و مالک رضی اللہ عنہم کے نزدیک متفق علیہ ہے۔ صراح میں ہے اہل بالتسمیۃ علی الذبیحۃ یعنی ذبیحہ پر بسم اللہ کہا گیا اور آواز بلند کی گئی قولہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا آواز بلند کی جائے دراصل اس کا معنے مطلق آواز بلند کرنا ہے انتہی۔ تفسیر بیضاوی میں ہے وما اہل بہ لغیر اللہ یعنی جس پر ذبح کے وقت بُت کا نام پکارا جائے انتہی۔ اسی طرح مدارک جلالین تفسیر حسینی وغیرہم تفاسیر متداولہ میں موجود ہے بیضاوی کے حاشیہ پر مولانا عبد الحکیم صاحب لکھتے ہیں کہ بہ اور ذبحہ کی دونوں ضمیریں لفظ ما کی طرف رجوع ہوں گی۔ جس سے ذبیحہ مراد ہے۔ علامہ بیضاوی نے کشاف کی عبارت پر عند ذبحہ کا لفظ زیادہ کیا ہے جس کا مقصد تلبس یا سببیت بیان کرنا

فهی بدل من به او عطف بیان وللصنم
متعلق برفع ومعناه رفع الصوت للصنم
ان یذکر اسمه عند الذبح علی ما فی
الکواشی وتاج البیهقی وغیرهما ومعنی
وما اهل به لغیر الله نودی علیه
بغیر اسم الله انتهی. ترجمه اش
اینست که ضمیر به وضمیر ذبحه که در عبارت
بیضاوی است راجع است بسوئے ما که عبارت
از ذبیحه است وزیاده کرد صاحب بیضاوی
بر عبارت کشاف لفظ عند ذبحه را برائے
بیان ملابست یا سببیت که مستفاد از بائے
به پس لفظ عند ذبحه بدل از به است یا عطف
بیان. والجار والمجرور فی قوله للصنم متعلق است
برفع وعلی هذا معنی رفع الصوت للصنم اینکه ذکر
کرده شود اسم صنم بوقت ذبح و این معنی در
تفسیر الکواشی وکتاب اللغة تاج بیهقی ست
وغیر آں هر دو معنی وما اهل به لغیر الله
آواز کرده شود بغیر اسم الله در وقت ذبح انتهی
ترجمته پس معنی آیه کریمه چنیں خواهد شد که حرام
است ذبیح که آواز بلند کرده شود بنام غیر الله
در وقت ذبح آں واذا علمت معنی الآیة
علی ما قاله البیضاوی ومحشیه مطابقا
للتفسیر واللغة عرفت ان ما کتبه

جو بہ کی باسے حاصل ہو رہی ہے لہذا عند ذبحہ کا
لفظ بہ سے بدل یا عطف بیان واقع ہوگا۔ اور للصنم
کے جار و مجرور رفع کے متعلق ہونگے اس بنا پر معنے
ہوگا رفع الصوت للصنم یعنی ذبح کے وقت بت کا نام ذکر
یہ معنے تفسیر الکواشی اور تاج بیہقی کی کتاب اللغۃ کے
بالکل موافق ہے۔ اھ ک۔

اب آیت کا معنے یہ ہوگا کہ وہ ذبیحہ حرام ہے جس پر
ذبح کے وقت غیر خدا کا نام بلند کیا جائے۔
مندرجہ بالا تحقیق پر نظر غائر ڈالنے
سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ مولوی
عبدالعزیز صاحب نے اس آیت کی

مولانا الحافظ المحدث عبد العزیز
الدهلوی فی تفسیرہ عند قولہ تعالیٰ
وما اهل به لغیر الله وحاصل ما فیہ حرام
است جانورے کہ مشہور ونسوب کردہ شود
برائے غیر خدا تفسیر من عند نفسه ومخالف
للتفاسیر واللغة وتسوید للاوراق لا
غیر ومنشأ غلطه حمل اللام فی قوله
تعالیٰ لغیر الله علی التعلیل او التملیك
والاختصاص وهو سهو منه بل هی مفعول
لاهل کما مر ولم یدر انه اذا کان
اللام للتملیك او الاختصاص یلزم
ان لا یکون حراما ما ذبح بشراکة
اسم غیر الله مع انه حرام کما فی
الهدایة وغیرہ وفی تبصیر الرحمٰن
وما اهل به لغیر الله فانه ان ذکر معه
اسم الله فقد عارض المطهر فیه
المنجس مع نجاسته بالموت وان
لم یذکر فقد زید فی تنجسه انتهی
وفی تفسیر الدر المنثور للسیوطی قوله
تعالیٰ وما اهل به لغیر الله اخرج ابن
المنذر عن ابن عباس رض فی قوله تعالیٰ
وما اهل قال ذبح واخرج ابن جریر
عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ

تفسیر میں جو لکھا ہے کہ "وہ جانور حرام ہے جسے غیر خدا
کے ساتھ منسوب اور مشہور کیا
جائے۔"

یہ تفسیر بالرائے ہے اور تفسیر متداولہ
اور کتب لغت کے صراحۃً مخالف ہے
اور کاغذ سیاہ کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں
دراصل مولانا کی غلطی کا منشا لغیر اللہ میں لام کو تعلیل
یا تملیک یا اختصاص کے لئے فرض کر لینا ہے در یہ
سہو ہے بلکہ یہ اُہل کا مفعول ہے کما مر۔ انہیں یہ وہم
نہیں ہو سکا کہ اگر لام کو اختصاص یا تملیک کے
لئے بنایا جائے تو لازم آئے گا کہ وہ جانور جس پر اللہ
تعالیٰ کا نام غیر کے ساتھ شریک کر کے ذبح کیا جائے حرام نہ
ہو حالانکہ وہ حرام ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں مذکور
ہے تبصیر الرحمٰن میں ہے کہ اگر ذابح نے غیر کے نام کے
ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام بھی لے لیا تو پاک و نجس
دونوں چیزیں آپس میں گتھم گتھا ہو گئیں۔ دریں
نجاست موت کی وجہ سے بھی مع غیر جنس، اور اگر فقط
غیر خدا کا نام لیا تو موت کی نجاست پر اور نجاست زیادہ کر لی۔
اھ
تفسیر درمنثور میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ ابن منذر نے
ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وما اہل کا معنے ذبح
نقل کیا ہے اسی طرح ابن جریر نے ابن عباس
سے۔

وما اهل به لغیر الله یعنی ما اهل
للطواغیت و اخرج ابن ابی حاتم
عن مجاهد وما اهل قال ماذبح
لغیر الله واخرج ابن ابی حاتم عن
ابی العالیة وما اهل به لغیر الله یقول
ماذکر علیه اسم غیر الله انتہی
فما قال ذالک المحدث فی تفسیرہ
واهل را بر ذبح حمل کردن خلاف لغت
وعرف است ہرگز اہلال در لغت عرب و
عرف آن دیار و آں وقت بمعنے ذبح نیامدہ
در ہیچ شعر و عبارت انتہی بالفاظہ
مخالف لتلک الاحادیث ومبنی
علی السہو عنہا وقد عرفت من
حاشیة البیضاوی ان معنے ماذبح
وما اهل للطواغیت وماذبح لغیر
الله کما وقع فی تلک الاحادیث هو
ماذکر علیه اسم غیر الله کما
اخرجه ابن ابی حاتم وعرفت
ان النیة لاتعرض لها فی الآیة
والتفاسیر ولما ادار ذلک المحدث
الحل والحرمة علی النیة فی جوب
هذه الاستفتاء اوردت عبارته
معلماً بخط مبیناً من اغالیطه

مااہل بہ کی تفسیر میں مااہل للطواغیت ذکر کیا ہے اور
ابن ابی حاتم نے مجاہد سے مااہل ای ماذبح لغیر اللہ
کہا ہے ابن ابی حاتم نے ابی العالیۃ سے مااہل ای
ماذکر علیہ اسم غیر اللہ روایت کیا ہے۔
اھ ک

لہٰذا مولانا محدث دہلوی صاحب کا اپنی تفسیر میں یہ
لکھنا کہ "اہل کو ذبح کے معنے پر حمل کرنا دیار عرب
کی لغت اور عرف کے بالکل خلاف ہے اور
عرب کے کسی شعر یا عبارت میں اہلال بمعنے ذبح
استعمال نہیں ہوا" مندرجہ بالا احادیث کے
مخالف ہوگا۔ بیضاوی کے حاشیہ سے
بالکل واضح ہو چکا ہے کہ ماذبح اور مااہل للطواغیت
اور ماذبح لغیر اللہ کا معنے جب کہ مندرجہ
بالا احادیث میں واقع ہے۔
"ماذکر علیہ اسم غیر اللہ" ہوگا
جیسا کہ ابن ابی حاتم نے نقل کیا
ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آیت
اور تفاسیر میں نیت کا کہیں بھی
ذکر نہیں۔ لیکن مولانا محدث نے چونکہ
حلت اور حرمت کی مدار نیت پر رکھی
ہے۔ لہٰذا میں ان کی عبارت خط کشیدہ
صورت میں نقل کر کے ناظرین کو اغالیط

لیستقر الحق علی عرش التحقیق
فاقول و باللہ التوفیق ومنہ التوقیف
قولہ مدار حل وحرمت ذبیحہ بر قصد و نیت ذابح است. گر بہ نیت تقرب الی اللہ یا برائے اکل خود و یا برائے تجارت و دیگر امور مباح ذبح میکند حلال است والا حرام۔ **جواب** بخلاف الکتاب کما عرفت لان الذبیحۃ المذکورۃ للتقرب الی اللہ بالمعنی الذی اتفق علیہا الفقہاء ولان الذبیحۃ المذکورۃ والذبیحۃ للتجارۃ والامور المباحۃ لیس مما اہل بہ لغیر اللہ بالمعنی الذی فسر ذلک المجیب بہ وحکم الحل باحدہا حکم الحل بالکل وما تمسک ذلک المجیب حیث قال قال فی التفسیر النیسابوری تحت قولہ تعالٰی وما اہل بہ لغیر اللہ قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد انتہی. فلیس مما نحن فیہ لان المذکور فی ہذا التفسیر حرمۃ ما قصد بذبحہ التقرب الی غیر اللہ وہذہ الذبیحۃ لیست

سے مطلع کرتا ہوں کہ حق عرش تحقیق پر پہنچ جائے فاقول و باللہ التوفیق ومنہ التوقیف۔
قولہ "ذبیحہ کی حلت و حرمت کی مدار ذابح کی قصد و نیت پر موقوف ہے اگر تقرب الی اللہ کے ارادہ سے یا کھانے کے لئے یا تجارت اور دیگر امور مباح کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔" اھ کہ جواب قرآن کے برخلاف ہے جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کیونکہ ذبیحہ مذکورہ تقرب الی اللہ کیلئے ہے اس معنے کے لحاظ سے جس پر فقہاء کا اتفاق ہو چکا ہے علاوہ ازیں ذبیحہ مذکورہ اور تجارت وغیرہ کے لئے جو جانور ذبح کئے جاتے ہیں یہ سب مفسر صاحب (شاہ علیہ حرزیتفا) کی تفسیر کے مطابق اہل بہ لغیر اللہ ہیں یعنی سب پر غیر خدا کا نام بلند کیا جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ مہمان کیلئے ذبح کر رہے ہیں فلاں مولوی صاحب کی دعوت ہے، پھر ایک پر حلت کا حکم کرنے سے سب پر حلت کا حکم ہو جائے گا۔ خاتم المحدثین نے تفسیر نیشاپوری کا جو حوالہ ذکر کیا ہے قال العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ وقصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا وذبیحتہ ذبیحۃ مرتد۔ اھ کہ

ما نحن فیہ سے خارج ہے۔ کیوں کہ تفسیر میں اس جانور کی حرمت بیان کی گئی ہے جو تقرب الی الغیر کی نیت سے ذبح کیا جائے اور ذبیحہ مذکورہ جو بغرض ایصال ثواب ذبح کیا جاتا ہے اس قسم سے نہیں۔

كذ بت كما مر مراراً وكذ بت بيا ده
عبارة الدر المختار شرح تنوير الابصار
ذبح لقدوم الامير ونحوه كواحد
من العظماء يحرم لانه اهل به لغير الله
ولو ذكر اسم الله تعالى عليه ولو ذبح
الضيف لا يحرم لانه سنة الخليل عليه
السلام واكرام الضيف اكرام الله تعالى
والفارق انه ان قدمها ليا كل منها
كان الذبح لله والمنفعة للضيف او
للوليمة او للربح وان لم يقدمها ليا كل
بل يدفعها لغيره كان لتعظيم غير الله
فتحرم وهل يكفر قولان بزازية وشرح
وهبانية قلت وفي صيد المنية انه
يكره ولا يكفر لانا لا نسئ الظن بالمسلم
انه يتقرب الى الآدمي بهذا النحو ونحوه
في شرح الوهبانية عن الذخيرة
ولظمه فقال وفاعله جمهورهم
قال كافر وفضلي واسمعيل ليس بكفر
انتهى لان كلامه في التقرب الى
غير الله كما ينادي عليه قوله
والفارق الخ وقوله لانا لا نسئ
الظن بالمسلم انه يتقرب
الى الآدمي بهذا النحو والا

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔
اسی طرح درالمختار کی عبارت
ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء الیٰ

عبارت الذخیرہ
وفضلی واسمعیل لیس یکفر
تک کے ساتھ استدلال کرنا بھی خارج ازبحث
ہے کیونکہ یہ سب کلام تقرب الی الغیر میں ہے
جیساکہ والفارق الخ اور قولہ لانا نسئ الظن
بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحو سے صراحۃً
معلوم ہو رہا ہے۔ ورنہ

وكذا لا يجوز على البناء الجديد

وعند شراء الدار لان النبي

صلى الله عليه وسلم نهى عن

ذبائح الجن بناء على انهم يكرمون

فابطل النبي صلى الله عليه وسلم نهى

عنه لانه لا كلام فى الذبائح لغير الله

تعالىٰ وقد مر معناه وسياتى

فى كلام المجيب وعند القبور

والبناء وعند الشراء وللجن على

ان الذبائح للبناء وعند الشراء

وللجن مكروه لا انه حرام كما

فى كنز العباد وغيره وايراده هذه

الاحاديث فى افتاء حرمة الذبيحة

المذكورة يدل على غفلته من

اقوال الفقهاء وعلمها شرط للافتاء

كما تقرر وايضاً انما نهى النبى

صلى الله عليه وسلم للاكرام

والمسلمون لا يكرمون احداً وان

ماينذرون له ويذبحون فانهم

يهبون ثواب الطعام للاولياء

وغيرهم كما لاموا تهم ويزيد

التعجب للعقلاء تمسك المجيب

فى حرمة الذبيحة المذكورة

نهى عن الذبائح الجن تک تمام قصہ خارج

از بحث ہے کیونکہ ہماری کلام ذبائح لغیر اللہ میں

نہیں کما مر مراراً۔

باقی قبروں کے نزدیک ذبح کرنا یا بناء الدار

یا شراء الدار کے وقت یا جنوں کے لئے

ذبح کرنا مکروہ ہے۔

حرام نہیں

کما فی کنز العباد وغیرہ۔ مندرجہ بالا

احادیث سے ذبیحہ مذکورہ کی حرمت پر

استدلال کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے

کہ آپ فقہاء کے اقوال سے بالکل غافل ہیں اور

فتوے کے لئے ان پر مطلع ہونا شرط ہے

کما تقرر فی مقرہ ایضاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے جنوں کے اکرام سے منع فرمایا ہے اور مسلمان

غیر خدا کے اکرام کے لئے ہرگز ذبح نہیں کرتے

بلکہ اس طعام کا ثواب اولیاء کی ارواح کو بخشتے

ہیں جس طرح وہ اپنے مُردوں کے لئے خیرات

وغیرہ کرتے ہیں۔ سمجھدار آدمی کے لئے زیادہ تعجب

اس دلیل پر ہے جو خاتم المحدثین نے

بقوله وهكذا فی کتب الشافعیة کما
قال النووی فی شرح مسلم فی تفسیر
ما اخرجه من قوله صلی الله علیه وسلم
لعن الله من لعن والده ولعن
الله من ذبح لغیر الله واما الذبح لغیر
الله فمراد به ان یذبح باسم غیر
الله کمن ذبح للصنم او للصلیب
او لموسی وعیسی علیهما السلام او
الکعبة ونحو ذالك فکل هذا حرام
ولا تحل هذه الذبیحة سواء کان
الذابح مسلما او نصرانیا او یهودیا
کما نص علیه الشافعی واتفق علیه
اصحابنا فان قصد مع ذالك تعظیم
المذبوح لغیر الله والعبادة له کان
ذلك کفرا فان کان الذابح مسلما
قبل ذالك صار بالذبح مرتدا وذکر
الشیخ ابراهیم المروزی من اصحابنا
ان ما یذبح عند استقبال السلطان
تقربا الیه افتی اهل بخاری بتحریمه
لانه مما اهل به لغیر الله قال الرافعی
هذا انما یذبحونه استبشارا بقدومه
فهو کذبح العقیقة لولادة المولود
ومثل هذا لا یجزی تحریمه والله اعلم

کذا فی کتب الشافعیة کما قال النووی فی
شرح المسلم فی تفسیر ما خرجه
من قوله صلی الله علیه وسلم
لعن الله من لعن والده ولعن
من ذبح لغیر الله . . . .

الی قول الرافعی ومثل ہذا لا یجزی التحریم. اھ تک
کی عبارت میں پیش کی ہے۔ کیونکہ شوافع کی کتابوں
میں ان جانوروں کی حرمت بیان کی گئی ہے جو غیر اللہ کے نام
کے ساتھ ذبح کئے جاتے ہیں۔ اور ایسے جانوروں کی حرمت پر
امام ابوحنیفہ رح، شافعی رح، مالک رح سب متفق ہیں۔ لہذا شوافع کی نصوص
سے اس نوع کی تعیین بیان کرنا اور پھر رافعی کے قول کو نقل کرنا

فتبديل هذا وتحريم ذلك عين تعظيم
لامرالله واما حديث القتل مغالطة
وهمية لان الكل مقتول الله سواء
كان بايدينا او بايدى غيرنا وماتت
حتف انفها اذ لاموات عندنا الا
باذن الله قال تعالے الله يتوفى لا
نفس حين موتها ولذالك اجمع
اهل السنة والجماعة على ان المقتول
ميت لاجله هذا والله اعلم.
تطويل بلا طائل لانا لانقول بتعميم
الاٰية بل مخصصة وبعد التخصص
الذبيحة المذكورة داخلة فى الاٰية
لانها ليست ميتة ولا دما ولا لحم
الخنزير ولا ما اهل لغيرالله به ولا
منخنقة ولا موقوذة ولا متردية
ولا نطيحة ولا ما اكل السبع ولا ماذبح
على النصب ولا ما قصد به التقرب
الى غيرالله وهو ظاهر نعم بعد الافتاء
بحرمتها تدخل فيما قصد به التقرب
الى غيرالله وما اهل لغيرالله به
وقد تقرران السكوت فى معرض
البيان يفيد الحصر فظهران المحرمات
منحصرة فى المذكورات فى الكتاب

ولذالک اجمع اہل السنۃ والجماعۃ علی ان المقتول
میتٌ لاجلہ تک تطویل بلا طائل ہے۔
کیونکہ ہم آیت ما اہل بہ کو عام نہیں کہتے
بلکہ مخصصہ کہتے ہیں اور تخصیص کے بعد ذبیحہ
مذکورہ آیت میں داخل ہے۔ کیونکہ نہ وہ میتہ ہے
نہ خون ہے نہ سور کا گوشت وغیرہ الخ

کما ہو ظاہر۔ ہاں اس فتوی کے بعد ذبیحہ مذکورہ
ما اہل بہ لغیر اللہ اور ما قصد بہ التقرب الی الغیر
میں داخل ہو جائیگی اور اپنی جگہ پر یہ اصول کہ
بیان کے موقعہ پر خاموش ہو جانا بیان کے مترادف
ہوتا ہے یعنی السکوت فی معرض البیان بیانٌ حصر کا فائدہ
دیگا لہذا محرمات وہی ہونگے جن کا قرآن کریم۔

والسنة واقوال المجتهدين والزيادة
عليها اختراع ملة والان يحة المذكورة
ليست داخلة في شئ منها كما لا يخفى
وكذا قوله ما وقع في البيضاوي و
غيره من التفاسير انهم قالوا وما
اهل به اي ما رفع الصوت به عند
ذبحه للصنم فمبني على جرى
عادة المشركين في ذلك الزمان
ولذا لم يفرقوا التفاسير القديمة
بين ما ذكر اسم غير الله عليه وبين
ما قصد بذبحه التقرب الى غير
الله لان مشركي ذلك الزمان كانوا
مخلصين في الكفر وكانوا اذا قصدوا
التقرب بذبح بهيمة الى غير الله
ذكروا عليها عند الذبح اسم ذلك
الغير بخلاف مشركي المسلمين فانهم
مخلطون بين الكفر والاسلام
فيقصدون التقرب بالذبح الى
غير الله ويذكرون اسم الله
عليها وقت الذبح فالاول كفر
صريح والثاني كفر صورته صورة
الاسلام كانوا يعتقدون ان لا
طريق للذبح الا هذا سواء كان

سنت نبوی اور اقوال مجتہدین میں ہے۔ مذکورہ
محرمات کے علاوہ کوئی اور قسم زیادہ کرنا یہ
اختراع فی الدین ہے کیونکہ ذبیحہ مذکورہ اس شے میں
ہرگز داخل نہیں۔ اسی طرح قولہ ما وقع فی البیضاوی الخ
تا موہ ذکروا اسم اللہ علیہ عندہ سکیں ہم

الشافعی فانھم اتفقوا علی حرمتھا
عملا بظاھر النص فانظر کیف
قطعوا[1] دابر النیة فی حل الذبیحة
وحرمتھا والا فکیف[2] اتفق الائمة
الثلثة علی حرمة الذبیحة
باسم المسیح لان النصرانی یعنی
بالمسیح الله وقال ان الله ھو
المسیح ابن مریم فافھموا واما
قولہ وما وقع فی الھدایة
ویکرہ ان یذکر مع اسم الله تعالی
شیئا اخر وھو ان یقول عند
الذبح اللھم من فلان وھذہ

کیونکہ ائمہ کرام اس جانور کی حرمت پر متفق
ہیں ظاہر نص کی وجہ سے۔ اب خیال کرو۔
کہ ائمہ ثلاثہ کا اتفاق دلیل ہے اس بات پر
کہ نیت کو حلت اور حرمت ذبیحہ میں کوئی
دخل نہیں۔ کیونکہ نصرانی عیسیٰ علیہ السلام
کو خدا سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالے فرماتے
ہیں۔ ان اللہ ہو المسیح ابن مریم قولہ
ما وقع فی الہدایة ویکرہ ان یذکر مع اسم اللہ
تعالی شیئاً آخر .... تا

[1] نعم لکن بناءً علی القاعدة المذکورة فیما قبل من الاشباہ والنظائر ونظرا الی شرط الذکر المجرد علی ان النیة لا اثر لھا فی الحرمة مطلقاً والا فکیف یحکمون بحرمة الذبیحة لقدوم. لقادم لا یقال حرمتھا لاجل ذکر اسم الغیر عند ذبحہ مجردا او مع اسم اللہ تعالی لانا نقول یاباہ قولھم لو ان مسلما ذبح ذبیحة الخ وقولھم ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اھل بہ لغیر اللہ ولو ذکر اسم اللہ تعالی علیہ وعلی فرض عدم الاباء قولہ تعالی وما ذبح علی النصب علی ما فسرہ سلف الجمل ونقلناہ سابقا صریح فی ان موجب الحرمة ھو قصد الذبح لتعظیم غیر اللہ لا ذکر اسم ذلک الغیر وھو موجود ھھنا ۱۲

[2] انظر فی القاعدة المذکورة حتی یتبین لک وجہ الاتفاق ۱۲ مولف

[1] ہاں ٹھیک ہے لیکن اس کی مدار اس قاعدہ پر ہے جو ہم پہلے اشباہ والنظائر سے نقل کر چکے ہیں اور ذبح کی شرط ذکر مجرد ہے اس لئے نہیں کہ محض نیت کا کوئی دخل نہیں ورنہ فقہا بھر قدوم امیر کی ذبیحہ کو کیوں حرام کہتے باقی یہ جواب دینا کہ اس ذبیحہ پر غیر خدا کا نام فقط یا اللہ تعالے کے نام کے ساتھ لیا گیا ہے یہ غلط ہے کیونکہ لو ان مسلما ذبح ذبیحة الخ کا قول اور ذبح لقدوم الامیر الخ یہ عبارتیں اس معنے سے انکار کر رہی ہیں اور اگر بالفرض یہ عبارتیں اس سے آبی نہ ہوں تب بھی ماذبح علی النصب کی جو تفسیر علماء متقدمین سے ہم نقل کر چکے ہیں وہ تصریح ہے کہ حرمت ذبیحہ کی علت تعظیم لغیر اللہ کی قصد ہے نہ فقط غیر اللہ کا نام لینا اور ذبیحہ نصرانی میں تعظیم لغیر اللہ موجود ہے

[2] قاعدہ مذکورہ کو اچھی طرح دیکھ لے تاکہ تجھے اتفاق کی وجہ معلوم ہو جائے مولف

ثلث مسائل احدها ان يذكر
موصولاً لا معطوفاً فنكره ولا
يحرم الذبيحة وهو المراد بما قال
ونظيره ان يقال بسم الله محمد
رسول الله لان الشركة لم توجد
فلم يكن الذبح واقعاله الا انه
يكره لوجود القران صورة
فيتصور بصورة المحرم والثانية
ان يذكر موصولاً على وجه
العطف والشركة بان يقول
بسم الله واسم فلان او يقول
بسم الله وفلان او بسم الله و
محمد رسول الله بكسر الدال
فتحرم الذبيحة لانه اهل به
لغير الله. والثالثة ان يقول
مفصولا عنه صورة ومعنى
بان يقول قبل التسمية وقبل
ان يضجع الذبيحة وبعد الذبح
وهذا لا بأس به لما روى ان
النبي صلى الله عليه وآله وسلم
قال بعد الذبح اللهم تقبل
هذه عن امة محمد ممن
شهد لك بالوحدانية و لى

بالبلاغ والشرط هو الذكر
الخالص المجرد علي ما قال
ابن مسعود رضي الله عنه
جرّدوا التسمية انتهى۔
ما في الهداية صريح فيما ذكرنا
من ان قصد التقرب الى غير
الله محرم للذبيحة سواء كان
بطريق الاستقلال او بطريق
الشركة نعم لو ذكر ذكرا مجردا
من غير قصد التقرب الى
غير الله ففيه تفصيل فان ذكر
موصولا لا معطوفا يكره مثلا
ان يقول بسم الله محمد رسول
الله والّهم تقبل من فلان
ولا يحرم الذبيحة لعدم قصد
التقرب اليه وانما كره لاجل
مشابهته في ذلك بذكر اسم
غير الله بقصد التقرب ولو
ذكره معطوفا تحرم ايضا وان لم
يكن فيه معنى التقرب لكنه صريح
في الشركة والصريح لا يحتاج الى
النية واذا ذكر مفصولا لا بطريق
العطف ولا بطريق الوصل لا يكره

ولا تحرم لانتفاء المشابهة صورة
ومعنى مثلاً ان يقول بسم الله
وتوقف ثم قال محمد رسول الله
من غير قصد التقرب الى غير الله
واذا عرفت معنى هذا الكلام عرفت
ان صاحب الهداية وضع المسئلة
فيما اذا لم يكن المذكور مقرونا بقصد
التقرب الى الغير بل ذكرا مجرداً
فهو بمعزل عن مسئلتنا الموضوعة
فيما قصد التقرب الى غير الله
فانها حرام مطلقا وعرفت ايضا
ان ما وقع فى التفسير الاحمدى
من تفريع قوله على ما وقع فى
الهداية ونقله فى ذلك التفسير
كما ذكرنا وهو قوله ومن ههنا
علم ان البقرة المنذورة للاولياء
كما هو الرسم فى زماننا حلال طيب
لانه لم يذكر اسم غير الله وقت
الذبح وان كانوا ينذرونها لهم
انتهى مبنى على الغفلة عن
قول صاحب الهداية وهو
قوله والثالثة ان يقول مفصولاً
عنه صورةً او معنىً الخ فان

الانفصال المعنوی کیف یتصور اذا
کان النذر للاولیاء فانه عین
التقرب الیه فنیتهم دائمة
الی وقت الذبح فلا انفصال معنی
اصلا لما تقرر فی قواعد الفقه
من استدامة النیة الی اٰخر
العمل و ایضا مبنی علی عدم الفرق
بین الذکر المجرد الذی وضع
صاحب الهدایة مسئلة فیه و
بین ما قصد به التقرب الی غیر
الذی وضعنا المسئلة فیه واین هذا
من ذاک فمبنی علی الغفلة عن
معنی التقرب الی غیر اللّٰه وتوهم
دخول البقرة المنذورة فیما قصد
بذبحه التقرب الی غیر اللّٰه ولیس
کذلک لانهم یاکلون لحومها و
یهبون ثوابها لهم وان بعض
الظن اثم واستدامة النیة
انما تکون اذا لم یوجد المنافی
وهٰهنا قد وجد المنافی وهو
ذکر اللّٰه صراحة وعن قول
صاحب الهدایة بان یقول قبل
التسمیة وقبل ان یضجع الذبیحة

تا فبنی علی الغفلة عن معنی التقرب الی غیر اللّٰہ
تک تمام عبارت کا مقصد اس ذبیحہ کی حرمت
بیان کرنا ہے جو تقرب لغیر اللّٰہ کیلئے ذبح کیجائے اور مولانا
کو توہم ہوا ہے کہ بقرہ منذورہ بھی ان محرمات میں
داخل ہے کیونکہ اُس سے بھی تقرب الی غیر اللّٰہ
مقصود ہوتا ہے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے
کیونکہ وہ ان جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں اور
ثواب اولیاء اللّٰہ کی روح کو بخشتے ہیں بغیر دلیل اور
قرینہ صریحہ مسلمان پر بدگمانی کرنا ناجائز ہے قولہ وان
بعض الظن اثم باقی نیت کا دوام اس وقت ہوتا ہے اس کا
منافی اور مخالف موجود نہ ہوتا اور یہاں ذبح کے وقت
اللّٰہ کا نام لینا منافی موجود ہے صاحب ہدایہ کا صورة

فی تفسیر قوله صورةً ومعنًی الاتری
لوان احدٌ اعتق وطلق او اقر
اوباع و استثنی بالقلب بسمی اعتاقاً
وطلاقاً واقراراً وبیعاً مجرداً لفظاً
ومعنًی فیمن الا اثر له فی الاحکام
فکذا هٰذا والعاقل یکفیه الاشارة
ولذا اقتصر علی هذ القدر
من بیان اغالیطه ولا یخفٰی علی
المتامل اغالیطه المتروکة وادلة
حلها الغیر المذکورة والله
الموفق للصواب ویهدی من
یشاء الی صراط مستقیم والیه
المرجع والماٰب ۱۲

اور معنا کی تفسیر میں کہنا نہ بسم اللہ پڑھنے سے
پہلے غیر خدا کا نام پکارے یا زمین پر پچھاڑنے
سے پہلے تو اس کا جواب یہ ہے کہ طلاق عتاق اقرار
بیع وغیرہ میں دل میں استثناء کا ارادہ کرنے
سے بھی لفظاً اور معنًی طلاق عتاق اقرار وغیرہ باقی
رہیں گے اور ان الفاظ کا اطلاق صحیح رہے گا
لہٰذا معلوم ہوا کہ نیت کا جس طرح
احکام میں کوئی اثر نہیں اسی طرح یہاں
بھی نہ ہوگا۔ ہم نے بہت سی غلطیوں
کا بیان اور حلت کے دلائل بھی ترک کردئے
ہیں۔ کیونکہ عاقل کو اشارہ کافی ہے واللہ الموفق
للصواب ویہدی من یشاء الی صراط مستقیم والیہ المرجع
والماٰب ۱۲

جواب الجواب

اعتراضات مذکورہ از مولانا حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ

قولہ۔ ذبح غیر نادی باشد آہ ذابح خواہد
بود الا وکیل نادی ونائب او پس
نیت[2] موکل ومنیب در حل وحرمت

قولہ۔ ذبح اور شخص ہے اور غیر خدا کا نام پکارنے
والا اور اھ اقول ذبح کرنیوالا ندا کرنیوالے کا وکیل
یا نائب[2] بھی ہوتا ہے لہٰذا موکل اور غیب کی نیت حلت اور حرمت

---

[1] ایں حصر منقوض است باستعانت ۱۲
از مؤلف۔ [2] نزد حنفیہ نیابت در نیت
نمے باشد ۱۲ از مؤلف۔

[1] یہ حصر استعانت کے ساتھ ٹوٹ جاتا ہے یعنی نادر جب خود
ذابح کی مدد کرتا ہو تو پھر ذابح کس طرح نائب ہو سکیگا۔
[2] حنفیہ کے نزدیک نیت میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی۔

تاثیر خواہد کرد کما فی الاضحیۃ[2] قوله وما قصد به التقرب الی غیر الله تخصیص هذا الفرد لم یثبت بالکتاب الا اذا حمل قوله تعالی وما اهل لغیر الله به علیه فیکون ذکره تکرارًا ولا بالسنة الا اذا حمل قوله ملعون من ذبح لغیر الله علی هذا لکن فیه انه لا یدل علی حرمة المذبوح بل علی حرمة الذبح کما اذا ذبح شاة مغصوبة وضمن قیمتها. قوله والعام المخصوص یتناول افراده الباقیة ولو ظنًا لکن یجری فیه التخصیصات الاخر بالدلائل الظنیة مثل اخبار الآحاد وقیاسات المجتهدین المؤدیة الی تحریمها فلا یفید تلاوة الآیة والتمسک بها فی معارضة قیاساتهم

ذبیحہ میں ضرور اثر کرے گی جیسا کہ قربانی[2] کے ذبائح میں ذابح نائب ہوتا ہے صاحب اضحیہ کا قولہ ما قصد بہ التقرب الی غیر اللہ مخصصات میں سے ہے۔ اقول اس فرد کی تخصیص قرآن سے تو ثابت نہیں ہوتی ہاں۔ اگر ما اہل بہ لغیر اللہ کو اسی معنے پر حمل کیا جائے لیکن پھر اس کا ذکر یعنی ما قصد بہ التقرب الی الغیر تکرار محض ہوگا اور نہ حدیث سے ثابت ہوتی ہے ہاں اگر ملعون من ذبح لغیر اللہ کو تقرب لغیر اللہ پر حمل کیا جائے لیکن پھر بھی یہ اعتراض باقی رہیگا کہ یہ حدیث مذبوح کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ ذبح کی حرمت پر جیسے کہ کوئی شخص چھینی ہوئی بکری ذبح کرے اور اسکی قیمت ادا کردے قولہ عام مخصوص البعض اپنے باقی افراد کو شامل ہو سکتا ہے خواہ ظنی ہی کیوں نہ ہوں اقول لیکن اس میں دلائل ظنیہ کے ساتھ ان تخصیصات کے علاوہ اور تخصیص بھی جاری ہو سکتی ہے مثل اخبار احاد یا مجتہدین کے قیاسات جو ذبیحہ مذکورہ کی تحریم پر دلالت کرتے ہیں لہذا قیاسات

---

[1] مخالف است از آنچه در کتب فقه نوشته اند که مجوسی گاو را که بمسلمانے داد که بنام هاره معبود او ست ذبح کند مسلم بنام خدا ذبح کرد گوشت او حلال است کما مر ۱۲

[2] نظر بمذهب حنفی تمثیل صحیح نیست و نیز قیاس مع الفارق است برائے بودن نیت شرط در اضحیه بخلاف ما نحن فیه ۱۲ از مؤلف

[1] یہ حکم کتب فقہ کے مخالف ہے اُن میں لکھا ہوا ہے کہ ایک مجوسی نے گائے مسلمان کے حوالے کردی اور کہا کہ ہمارے معبود یعنی آگ کیلئے ذبح کردو مسلمان نے خدا کا نام لیکر ذبح کی تو اُس گائے کا گوشت حلال ہوگا کما مر ۱۲

[2] مذہب حنفیہ کے رو سے یہ مثال صحیح نہیں ہے اور قیاس مع الفارق بھی ہے کیونکہ اضحیہ میں نیت شرط ہے اور یہاں شرط نہیں ہے ۱۲ مؤلف

قوله اما عدم دخولها فيما سوى
قصد به التقرب الى غير الله فظاهر
هذا خدوش لان ما اهل به
لغير الله ان حمل على ما قصد
به التقرب الى غير الله فعدم
دخولها فيه ليس بظاهر[1] قوله
فلانه عبارة عن الذبيحة التى
لم يقصد اه هذا ليس بمدلول
لغوى لقوله ما قصد به التقرب
لغير الله فليبين وجه[2] دلالة هذا
اللفظ على هذا المعنى والا فهو
مردود على قائله كيف والاضحية
يقصد بها التقرب الى الله ويقصد
اكل لحمها ايضا فاذا اجتمع قصد
التقرب وقصد الاكل فى التقرب
الى الله ففى التقرب الى الغير اولى

کے معنی کے لیئے آیت مذکورہ کی تلاوت کافی ہوگی
تو یہ ذبیحہ مذکورہ ان مخصصات میں سے کسی میں بھی
داخل نہیں کما ہو ظاہر۔ اقول یہ خدوش ہے کیونکہ
اگر ما اہل بہ لغیر اللہ کے معنی اگر ما قصد بہ التقرب
الی الغیر کیا جائے تو پھر یہ کہنا کہ ذبیحہ مذکورہ اس
میں داخل نہیں یہ غیر ظاہر[1] ہوگا۔ قولہ
اسی طرح ما قصد بہ التقرب الی الغیر میں بھی داخل
نہیں کیونکہ تقرب الی الغیر اس ذبیحہ پر صادق آتا ہے
جس کے ذبح سے کھانا مقصود نہ ہو۔ اقول یہ معنی
ما قصد بہ التقرب الی الغیر کا مدلول لغوی نہیں
لہٰذا اس لفظ کی اس معنی پر دلالت کرنے کی
وجہ[2] بیان فرمایئے۔ ورنہ اس کا ذمہ دار کہنے
والا ہوگا۔ کیونکہ اضحیہ یعنی قربانی کے جانور
سے کھانا بھی مقصود ہوتا ہے اور تقرب الی اللہ
بھی لہٰذا جب تقرب الی اللہ اور کھانے کا ارادہ جمع ہو سکتے
ہیں تو تقرب الی الغیر و کھانے کا ارادہ بطریق اولیٰ جمع ہو سکتے ہیں

---

[1] "بل عدم دخوله فيه ظاهر" على ما قال حكيم الامة
مولانا شاه ولى الله فى بيان معنى لما ذكرنا ١٢
[2] وجه الدلالة ان حرمة الذبح للتقرب الى غير الله ماخوذ من
قوله تعالى وما ذبح على النصب والذابحون عليها من المشركين
ما كانوا يقصدون اللحم من الذبح فهو مدلول شرعى "وعليه
مدار قول الفقهاء والفارق الخ ١٢ از مؤلف۔

[1] نہیں بلکہ ظاہر ہے جیسا کہ حکیم الامت
مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ذر دیا کے معنی میں
فرمایا ہیں۔ [2] دلالت کی وجہ یہ ہے کہ تقرب
الی الغیر کے ذبیحہ کی حرمت ما ذبح علی النصب سے
ماخوذ ہے نصب پر ذبح کرنے والے یقیناً مشرکین
ہوتے تھے اور ذبح سے ان کا قصد گوشت کھانے
کا ہرگز نہیں ہوتا تھی لہٰذا یہ معنی مدلول شرعی ہے اور فقہا

قوله بل تقصد به الدفع الى الغير
ام ماذا اراد بالغير[1] فليبين حتى
نتكلم عليه **قوله** بنية غير الله
لكن لا بنية التقرب به الى ذلك
الغير بل بنية اكله وانتفاعه باللحم
فعلم ان منشاء اشتباه هذا
السائل انه لا يفرق بين الذبح
بمعنى اراقة الدم وبين المذبوح
بمعنى اللحم والشحم فمتى كان
اراقة الدم للتقرب الى غير الله
حرمت الذبيحة ومتى كان اراقة
الدم لله والتقرب الى الغير الاكل
والانتفاع حلت الذبيحة لان
الذبح عبارة عن الاراقة لا عن
المذبوح اى الذى يحصل بعد
الذبح من اللحم والشحم وعلى
هذا قلنا لو اشترى لحماً من
السوق او ذبح بقرة او شاةً لاجل
ان يطبخ مرقا وطعاما ليطعم
الفقراء ويجعل ثوابها لروح فلان
حلت بلا شبهةٍ وعلامة هذه
الارادة ان لا يعين بقرةً خاصةً

[1] قوله اراد القائل ۱۲

قولہ بلکہ صرف غیر کی طرف دفع کرنا مقصود ہو الخ
اقول اس غیر سے کون شخص مراد ہے ذرا تشریح ہو تو اس
پر گفتگو کی جائے۔ **قولہ** اور ان سب صورتوں
میں ذبح کے وقت تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ
بلند کی جاتی ہے اور ارادہ غیر کا ہوتا ہے اقول
غیر کا ارادہ تقرب کے لئے نہیں ہوتا بلکہ کھانے
کے لئے ہوتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ سائل کے اشتباہ
کا منشاء یہ ہے کہ اس نے ذبح بمعنی اراقۃ الدم یعنی خون
گرانے کیلئے) اور مذبوح بمعنی لحم و شحم (جو محض گوشت سے
انتفاع کیلئے ذبح کی جائے) کے درمیان فرق نہیں کر سکا
جب ذبح سے مقصود تقرب الی الغیر کے لئے خون گرانا
ہو تو ذبیحہ حرام ہو جاتی ہے اور جب خون گرانا تو اللہ تعالیٰ
کے لئے مقصود ہو لیکن غیر کیلئے صرف گوشت کھانے
کا تقرب مراد ہو تو ذبیحہ حلال ہے کیونکہ ذبح عبارت
ہے خون گرانے سے نہ مذبوح سے جو ذبح کے بعد
گوشت اور چربی کی صورت میں موجود ہے ہم
نے اسی لئے تفصیل کے ساتھ کہدیا تھا کہ اگر کوئی
شخص بازار سے گوشت خرید کرتا ہے یا گائے
بکری وغیرہ گوشت پکانے کے لئے ذبح کرتا ہے
تاکہ وہ طعام فقراء کو کھلا کر اس کا ثواب فلاں
میت کی روح کو پہنچائے تو بلا شبہ حلال ہے لیکن
ارادہ کی نشانی یہ ہے کہ کوئی جانور اس میت کے

[1] تو اس کی مراد ابھی ابھی واضح ہو چکی ہے ۱۲

باسم ذلك الميت ولا يعلمها بشيء بل
يكون عنده كل البقرة سواسية
فى ان اللحم المشترى من السوق و
الحاصل بعد ذبح البقرة سواءٌ
فى وفاء النذر قوله والفرق تحكم
قد علمت وجه الفرق فان هناك
اراقة الدم باسم الله من غير
نية التقرب الى الغير تلك الاراقة
بل ايصال ثواب اليه باطعام
الفقراء وايصال نفع اليه بالاكل
كما فى الولائم والاعراس وفى
صورة النزاع الاراقة نفسها مما
يتقرب به الى ذلك الغير قوله
والكنائي اذا ذبح باسم المسيح لا تحل
ولو ذبح باسم الله واراد به المسيح
تحل هذا عين مذهب القائل
بالحرمة فانه يقول لو قال رجل
بحضرة الناس انى نذرت ان
اذبح بقرة لله واراد بالله السيد احمد

نام پر نہ کرے اور اس کو کسی قسم کا نشان وغیرہ نہ لگائے
بلکہ سب جانور اس کے نزدیک برابر ہوں یعنی
اس کے خیال میں ایفائے نذر کے لئے بازار سے
خریدا ہوا گوشت اور گائے ذبح کی ہوئی کا گوشت
مساوی ہوں قوله والفرق تحکم یعنی دلبد وغیرہ
کے جانور کو حلال کہنا اور ذبیحہ مذکورہ کو حرام کہنا
یہ فرق دعوے بلا دلیل ہے اقول ہم فرق ابھی
واضح کر چکے ہیں کہ ولیموں اور عرسوں میں خون
گرانا اللہ تعالے کے نام کے ساتھ ہوتا ہے
اور تقرب الی الغیر کا ارادہ قطعاً نہیں ہوتا بلکہ
فقراء کو کھلا کر ایصال ثواب مقصود ہوتا ہے
اور صورت متنازع فیہ میں خون گرانا ہی تقرب
الی الغیر کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ قوله
عیسائی جب کسی جانور کو عیسےٰ علیہ السلام کا نام
لے کر ذبح کرے تو وہ جانور حرام ہوگا اور اگر ذبح
تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کرے مگر ارادہ عیسےٰ علیہ
السلام کا ہو تو حلال ہے الخ اقول یہ بعینہ میرا مذہب ہے
کیونکہ اگر ایک شخص لوگوں کے روبرو کہتا ہے کہ میں نے
ارادہ کیا ہے کہ ایک گائے اللہ تعالیٰ کیلئے ذبح کروں اور اللہ سے سید احمد کبیر

له المطابق لما فى السراجية ان يقول و ذبح
الرجل باسم السيد احمد لا يحل ولو ذبح باسم
الله واراد به السيد احمد يحل۔
از مؤلف

لہ یہ سراجیہ کے قول کے موافق ہے کہ اگر کوئی
شخص سید احمد کے نام کے ساتھ ذبح کرے
تو حلال نہ ہوگا اور اگر ذبح اللہ تعالیٰ کے نام کے
ساتھ کرے اور ارادہ اس سے سید احمد کا ہو تو حلال ہوگا۔

على اعتقاد الحلولية يحل ذبيحته
لانه لاخلل فى نيته بل هو اخلص
النية لله لكن اخطأ فى اعتقاده
حلول الله فى السيد احمد كبير
كالنصرانى يعتقد حلول الله فى
المسيح حيث ان يقول ان الله
هو المسيح ابن مريم فخطأه فى
المعنون دون العنوان فعنوانه حق
ومعنونه باطل بخلاف مالو
قال انى نذرت ان اذبح بقرة
للسيد احمد كبير فانه اخطأ فى
العنوان والمعنون معاً كما لو ذبح
النصرانى باسم المسيح **قوله**
ازين عبارت مندفع مے شود قول قاصران
ازين عبارت قول قاصران مندفع نمے
شود زيرا انكه مراد ايشان از نيت خبيثه
آنست كه در عنوان متقرب اليه خطا كند
نه آنكه در معنون خطا كند مثلاً ذبيحه معتزلے
كه الله تعالى را خالق افعال نمے داند
و رافضى كه بدا بر خدا تجويز مے كند حلال
است زيرا كه خطائے اينها در معنون
ست نه در عنوان **قوله الهداية**
والثالثة ان يقول مفصولاً عنه

کا خیال ہے یعنی اللہ سے مراد سید احمد کبیر ہے
اس کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سید احمد میں حلول
کر گئے ہیں تو اس کی ذبیحہ بالکل حلال ہوگی
(سبحان اللہ فساد در فساد کی صورت ایک تقرب الی الغیر کا
ارادہ اور پیر فقیر کو خدا سمجھنے کا اعتقاد تو بار خشکی معروف
مشرکین عرب بھی ذبائح سے یہی دونوں چیزیں ارادہ کرتے
تھے ایک بتوں کا تقرب دوسرا بتوں کو خدا سمجھنا وہ کیوں حرام۔
ع بسوخت عقل زحیرت کہ این چہ بو العجبیست (مترجم)
کیونکہ اس کی نیت میں کوئی خلل نہیں اس کی نیت تو للہ
تعالیٰ کیلئے ہے مگر حلولیت کے اعتقاد میں اس نے غلطی کھائی ہے
جیسا کہ نصرانی کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم میں حلول کر
گئے ہیں جب کہ وہ کہتا ہے ان اللہ ہو المسیح ابن مریم تو اس کی
غلطی صرف معنون میں ہے یعنی اس کا عنوان حق ہے اور معنون باطل
بخلاف اس شخص کے جو کہتا ہے کہ میں نے نذر مانی ہے کہ سید احمد کبیر
کیلئے گائے ذبح کروں تو اس نے عنوان اور معنون دونوں میں
غلطی کی ہے جیسا کہ نصرانی مسیح کا نام لیکر ذبح کرے قولہ اس
عبارت سے یہ جو لوگوں کا اعتراض مندفع ہوگیا اقول اعتراض
مندفع ہی ہو کیونکہ نیت خبیثہ سے انکی مراد یہ ہے کہ عنوان میں
خطا کرے نہ یہ کہ معنون میں غلطی واقع ہو جائے مثلاً معتزلی
کی ذبیحہ حلال ہوگی اللہ تعالیٰ کو افعال عباد کا خالق نہیں جانتے
اسی طرح رافضی کی ذبیحہ کہ اللہ تعالیٰ پر بدا جائز سمجھتے ہیں کیونکہ
ان دونوں کی خطا معنون میں ہے نہ عنوان میں قولہ صاحب ہدایہ
فرماتے ہیں تیسرا قسم یہ ہے کہ غیر خدا کا نام مفصولاً ذکر کرے

صورة وبعضہ هذا لا تعلق له بمحل النزاع
فانه فی الذکر اللسانی المجرد عن
نیة التقرب الی الغیر ولم یذکر
ولو التقرب الی ذلك الغیر وقد
اعترف به حیث قال قوله لان
المراد بالذکر الخالص المجرد الذکر
باللسان فقط فیه خلل ظاهر لان
مراده بالذکر الخالص المجرد وان
کان الذکر باللسان لکنه اراد
بالخلوص والتجرد عدم ذکر
الغیر لا خلوه عن النیة واما
قول العنایة فی شرح قول الهدایة
فلا تعلق له بمحل النزاع اذ لا یشك
عاقل فی ان المامور به عند الذبح
هو ذکر اللسانی الخالص المجرد عن
ذلك الغیر نعم محل النزاع ما اذا
ذکر اسم الله باللسان واراد به
التقرب الی الغیر قوله واما یقول
المفسرین فقول العالم الخ هذا
القول یعارضه[1] اقوال الجم الغفیر
من الفقهاء کما سیجیئ[2] فکیف یحتج

اقول اس عبارت کا محل نزاع کے ساتھ کوئی تعلق
نہیں کیونکہ یہ حکم مجرد زبانی ذکر میں ہے جس میں نیت
تقرب کا خیال قطعاً نہ ہو اس صورت کی حلت میں
بلکل کوئی جھگڑا نہیں جب ذبح سے پہلے یا بعد
محض سبقت لسانی کے طور پر زبان پر غیر کا نام جاری
ہو گیا ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ
جھگڑا اس صورت میں ہے کہ تقرب کے ارادہ سے
غیر کا نام لیا یا نام تو نہیں لیا لیکن نیت تقرب الی الغیر
کی ہے اسکا اعتراف خود مولانا عبد الحکیم ان الفاظ
سے کر رہے ہیں "کہ ذکر مجرد خالص سے مراد فقط زبانی
ذکر ہے" اور یہ بھی غلط ہے کیونکہ ذکر مجرد سے ان
کی مراد اگرچہ زبانی ذکر کی ہے لیکن خلوص اور تجرد
سے مراد غیر کے ذکر سے خالی ہونا ہے نہ غیر کی نیت
سے خالی ہونا باقی عنایہ کی تشریح بھی بالکل محل نزاع
کے ساتھ غیر متعلق ہے کیونکہ اس بات میں تو کسی
عاقل کو شک نہیں کہ ذبح کیوقت صرف ذکر لسانی ہی کا حکم ہے
جو غیر کے ذکر سے مجرد ہو اور محل نزاع یہ ہے کہ زبان کے
ساتھ تو فقط اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرے اور دل میں ارادہ تقرب
الی غیرہ رکھتا ہو قول مفسرین میں سے عالم مفسر جیسے[1]
اقوال فقہاء کی بہت بڑی جماعت اس مفسر کے قول کے مخالف
ہے نہ کہ تنہا ایک آدمی کی رائے خصوصاً جب کہ وہ بغیر

[1] لا بل یطابقه ١٢ از مولف
[2] لم یجئ منه شیٔ ١٢

[1] نہیں بلکہ موافق ہے۔ ١٢ از مولف
[2] ان کی طرف سے کچھ بھی بیان نہیں آیا ١٢

بقول هذا القائل وصل ؛ مع مخالفته
باقوال العلماء الکبار ومعهذا فقوله
حلال طیب فی الحل اشکال اذ لاشك
فی وقوع الاختلاف فی حل هذه الذبیحة[1]
وتعارض الادلة ومتی کان کذلك
کان محلا للشبهة ومن قاعدة
الفقهاء انه اذا اشتبه الحل والحرمة
غلب جانب الحرمة احتیاطا وقد
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
الحلال بین والحرام بین وبینهما
امور مشتبهات لا یعلمها کثیر
من الناس فمن اتقی الشبهات
فقد استبرأ لدینه وعرضه
ومن وقع فی الشبهات وقع
فی الحرام کراع یرعی حول الحمی
یوشك ان یقع فیه **قوله**
وگر بنام خدا بسم الله الله اکبر اه دریں
عبارت لفظ ظاہر دلالت بوقوع شک
در حل ازیں ذبیحه مے کند لهذا متقی را از
خوردن آں منع نموده اند واقوال جم غفیر
فقهاء که فیما بعد منقولست بے شک

[1] ههنا جانب الحرمة مرجوحة بل باطلة لبطلان دلائلها ۱۲ از مؤلف

علمائے کبار کے خلاف ہو کس طرح حجت ہوسکتی ہے
علاوہ زیں ان کا "حلال طیب" کہنا بھی قابل تامل
ہے کیونکہ اس مسئلہ کے مختلف فیہ ہونے میں تو کوئی
شک نہیں یعنی ذبیحہ مذکور کی حلت اور حرمت کے
بارے میں دلائل متعارض ہیں لہذا شبہ پیدا ہوجائیگا
اور فقہاء کا قاعدہ ہے کہ جب حلت اور حرمت
مشتبہ ہوجائے تو حرمت کو احتیاطاً ترجیح ہوتی[1]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حلال
بھی ظاہر ہے اور حرام بھی اور دونوں کے درمیان
بعض امور مشتبہ ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے
لہذا جو شخص ان شبہات سے بچ گیا تو اس نے
اپنا دین اور عزت بچالی اور جو شبہات میں داخل
ہوگیا وہ حرام میں داخل ہوگیا جیسا کہ جو جانور
چراگاہ کے کنارے پر چرتا ہے وہ ایکدن ضرور چراگاہ میں
داخل ہوجائیگا **قولہ** اگر خدا کا نام لے کر یعنی
بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا اگرچہ ان کی
نیت فاسد ہو تو ظاہراً ایسے جانور کا گوشت
کی حرام ہے اقول اس عبارت میں ظاہراً کا لفظ صراحۃً
دلالت کرتا ہے کہ اس ذبیحہ کی حلت میں شک ہے اسی لئے انہوں نے
متقی اور پرہیزگار کو کھانے سے منع فرمایا ہے
کثیر التعداد فقہاء کے اقوال جو بعد میں نقل کئے گئے ہیں

[1] یہاں حرمت کی جانب مرجوح ہے بلکہ باطل ہے کیونکہ اس کے دلائل باطل ہیں ۱۲ مؤلف

یا بنت العم یا بنت الخال کہ اولیائے
دیگر دارد و جبر و ولایت ایں شخص بر آں
زن وا ولیائے آں زن نمے رسد پس
نسبت کردن تزویج آں زن بایں شخص
خلاف ظاہر است و لھذا قال قائل العرب

شعر
بنونا بنو ابنائنا و بناتنا
بنوھن ابناء الرجال

قولہ مسکن خود را دار الحرب کہ ازاں
ہجرت فرض باشد آں دار الحرب باشد
کہ حربیاں از اظہار دین خود و صوم و صلوٰۃ
و جمعہ و جماعات و اذان و ختان سکان
آنجا را ممانعت نمایند و اگر چنیں نباشد
بلکہ مسلمانان آنجا اظہار دین خود بے دغدغہ
میکنند و جمعہ و جماعات را قائم میدارند
و بیان احکام دین خود بے تکلف مے
کنند پس ازاں دار الحرب ہجرت فرض
نیست و علی تقدیر الوجوب فی الفور واجب
نمے شود بلکہ عند وجدان الملجاء
والمفر لان النبی صلی اللہ علیہ
وسلم اقام ثلثۃ عشر سنۃ
بمکۃ مع ان کفار مکۃ کانوا یمنعون
من اظہار الدعوۃ و یضربون و
یشتمون من اٰمن و یمتحنون

یا چچا کی لڑکی یا ماموں کی لڑکی جس کے والی اور
آدمی ہیں اور شخص مذکور کو اس عورت پر اور
اُن والیوں پر کسی قسم کے جبر کا حق حاصل نہیں
پس ایسے شخص کی طرف نکاح کر دینے کی
نسبت کرنی بالکل غلط ہے اسی لئے کسی عرب شاعر
کا قول ہے سد ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے اور
ہماری بیٹیاں باقی ان کی اولاد دوسرے مردوں کی اولاد ہے

قولہ ایک طرف ہندوستان کو دار الحرب قرار
دیتے ہیں اور پھر وہاں سے ہجرت بھی نہیں کرتے

اقول جس دار الحرب سے ہجرت فرض ہے وہ ہے
جس میں کفار مسلمانوں کو نماز روزہ جمعہ اور جماعت
اذان وغیرہ شعائر اسلام سے ممانعت کریں اور اگر
ایسا نہ ہو بلکہ وہاں مسلمان بلا روک ٹوک دین
کا اظہار کرتے ہیں جمعہ اور جماعت کو قائم کرتے
ہیں تو ایسے دار الحرب سے ہجرت فرض نہیں
اور اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے
کہ ہجرت فرض ہے تو فوراً واجب نہیں
بلکہ اُس وقت جبکہ امان اور پناہ کی
جگہ میسر ہو۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم تیرہ سال مکہ ہی میں قیام پذیر
رہے۔ حالانکہ کفار مکہ تو اظہار دین سے
منع کرتے تھے مومنین کو مار پیٹ
گالی گلوچ کے ساتھ پیش آتے۔

من الصلوٰة فی المسجد الحرام
پس حق تعالےٰ ہرگاہ انصار را بعد از
سیزدہ سال ناصر و معین آنجناب گردانید
و محل و مسکن در بلدہ طیبۂ طیبہ بہم رسید
ہجرت فرمودند فلا طعن فی ذلک
اصلاً **قولہ** عرس بزرگان خود را آہ
ایں طعن مبنی ست بر جہل با احوال مطعون
علیہ زیرا نکہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ
را ہیچکس فرض نمے داند آرے زیارت
و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشاں
بامداد ثواب و تلاوت قرآن و دعائے
خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر مستحسن و خوب
است باجماع علماء و تعین روز عرس
برائے آنست کہ آں روز مذکر انتقال ایشاں
مے باشد از دار العمل بدار الثواب و الاجر
روز کہ عمل واقع شود موجب فلاح و
نجات است و خلف را لازم است کہ
سلف خود را بریں نوع بر و احسان نماید
چنانچہ در احادیث ثابت است کہ
ولد صالح یدعو لہ تلاوت قرآن
و اہدائے ثواب را عبادت قرار دادن
مبنی بر کمال بلادت و افراط جہل آرے
اگر کسے سجدہ و طوائف و دعا بخواند

مسجد حرام میں نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ لہٰذا
جب انصار کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ناصر اور معاون بنایا اور مدینہ
طیبہ میں سکونت کا موقع میسر ہوا تو آپ نے
ہجرت فرمائی لہٰذا یہ کوئی طعن کی بات
نہیں۔ **قولہ** خود اپنے بزرگوں کا عرس
فرض سمجھتا ہے **اقول** یہ طعن میرے حال سے
ناواقفیت کی بنا پر کیا گیا ہے کیونکہ کوئی
شخص بھی فرائض شرعیہ مقررہ کے ماسوا دوسری
چیز کو فرض نہیں سمجھتا ہاں قبور صالحین کی
زیارت اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کرنا
یا تلاوت قرآن دعائے خیر اور طعام اور شیرینی
تقسیم کر کے اُن کی امداد کرنا باتفاق علماء مستحسن امر ہے
باقی ایک دن کو عرس کیلئے معین کرنے کی وجہ یہ ہے
کہ وہ دن اُن کے انتقال کا یاد دلانے والا ہوتا ہے
جس میں اُس صاحب نے اس دار العمل سے دار الثواب کی
طرف رخت سفر باندھا ہے ورنہ جس دن بھی صدقہ
خیرات نیکی کا عمل کرو نجات اور ثواب کا موجب ہو سکتا
ہے پسماندگان پر واجب ہے کہ اپنے اسلاف کے ساتھ اس قسم
کا حسن سلوک جاری رکھیں حدیث شریف میں ثابت ہے کہ نیک اولاد
جو ماں باپ کیلئے دعا مانگے۔ ہاں قرآن کی تلاوت اور ایصال ثواب
کو عبادت قرار دینا یہ بھی بیوقوفی اور جہالت کی بین دلیل ہے ہاں اگر
کوئی شخص قبر کا طواف یا سجدہ کرے یا اس قسم کی دعائے

یا فلان افعل کذا بعمل آرد البتہ مشابہت بعبدۃ الاوثان کردہ باشد وچون چنین نیست پس در محل طعن نباشد ودر درمنثور سیوطی مرقوم است واخرج ابن المنذر وابن مردویہ عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأتی احداً کل عام فاذا لقوہ الشعب سلم علی قبور الشہداء فقال سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار واخرج ابن جریر عن محمد بن ابراھیم قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یأتی قبور الشہداء علی رأس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار وابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ انتہی وفی التفسیر الکبیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یأتی قبور الشہداء راس کل حول فیقول السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار والخلفاء الاربعۃ ھکذا یفعلون انتہی **قولہ** لان الذبیحۃ اہ ھذا بعینہ مذہب القائل

کہ "اے صاحب مزار فلاں کام میرا کردو" تو بتوں کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائیگی جو ناجائز ہے ورنہ اس کے سوا محل طعن نہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے درمنثور میں نقل کیا ہے کہ ابن المنذر اور ابن المردویہ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اُحد میں تشریف لے جاتے تھے اور وادی میں پہنچ کر شہدائے اُحد کی مزارات پر سلام فرماتے اور کہتے "سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار"۔

ابن جریرؒ نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کی ابتداء میں شہدائے اُحد کی قبور پر تشریف لے جاتے اور فرماتے سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبے الدار حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے اھ کہ تفسیر کبیر نے بعینہٖ انہیں الفاظ سے حدیث نقل کی ہے۔ اھ ک

قولہ یعنی وہ جانور جو غیر خدا کی تعظیم و اکرام کے لئے ذبح کیا جائے حرام ہے اور ذابح مرتد ہے الخ اقول یہی بعینہٖ میرا مذہب ہے۔

بالحرمة قد رجع المعترض الی الحق واعترف به اوجری علی لسانه و هو لا یشعر **قوله** وهو ما اهل به لغیر الله اه هذا ایضا رجوع الی مذہب القائل بالحرمة وان البقرة المنذورة داخلة فیما اهل لغیر الله به فاحفظه **قوله** قد اجمع الفقهاء اه لابد فی دعوی الاجماع من نقل اقوال الفقهاء والا فلا تسمع۔ **قوله** ان قدمها لیاکل ان کان المراد من الاکل اکل الذابح فذبیحة القصاب بل اکثر الولائم والاعراس یخرج عنها اذا کل الذابح منها غیر مقصود ولا معمول فقوله فکان الذبح لله والمنفعة للضیف وغیره سہو ظاهر اذا کل الضیف لیس اکلا للذابح فیجب علی هذا ان یکون ذبیحة القصاب والولائم والاعراس والضیافات کلها محرمة **قوله** وان لم یقدمها لیاکل اه المراد بالاکل اما اکل الذابح او غیره فان کان الاول کان ذبیحة القصاب

بالآخر معترض صاحب حق کی طرف لوٹ آئے ہیں یا غیر شعوری طور پر آپ کی زبان سے حق کا کلمہ بے ساختہ نکل گیا ہے **قوله** یہ ما اہل بہ لغیر اللہ ہے اقول یہ مفتیٔ حرمت کے قول کی طرف رجوع ہے بقرۂ منذورہ ما اہل بہ میں داخل ہے "خوب یاد رکھو"۔

قوله فقہاء کا اجماع ہے اقول دعوائے اجماع کے لئے فقہاء کے اقوال نقل کرنا ضروری امر ہے ورنہ یہ دعویٰ قابل سماعت نہ ہوگا۔ **قوله** وہ جانور اگر کھانے کے لئے آگے کیا گیا ہے اقول۔ اگر کھانے سے مراد خود ذابح کا کھانا ہے تو اس صورت میں ذبیحہ قصاب کی ذبیحہ یا ولیمہ اور عرس کے ذبائح اس سے خارج ہو جائیں گے کیونکہ ذابح کا کھانا ان جیسوں سے ہرگز مقصود نہیں ہوتا اور نہ اس طرح لوگوں کا معمول ہے مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ ذبح اللہ تعالے کے لئے ہوگی اور منفعت مہمان کیلئے بالکل سہو ہے کیونکہ مہمان کا کھانا ذابح کا کھانا نہیں ہو سکتا لہٰذا اس دلیل کی رُو سے قصاب اور ولیمہ وغیرہ کے ذبائح سب حرام ہو جائیں گے **قوله** اگر کھانے کیلئے مقدم نہ کیا گیا ہو اقول اس پر بھی وہی اعتراض لازم آئیگا یعنی اگر ذابح کا کھانا مراد ہے تو پھر قصاب اور

ﻟﮯ غیر مسلم کہ مر مرارا ۲ از مؤلف

ﻟﮧ ہم بھی یہ تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے ۱۲

والولائم والاعراس محرمة داخلة
فی هذا القسم لا فی القسم الاول
وان کان المراد اکل الغیر فیلزم ان
تکون الذبوحات فی جزیة محظورات
الاحرام والنذور المعقودة لله
وکذا فی کفارة الجنایات کلها میتات
محرمات وایضاً ان الذبح الی الغیر
ان کان حلالاً فکیف صارت هذه
الذبیحة محرمة وان کان حراماً
کیف یصح جعله مدارا للحکم الشرعی
اذ الحرام ساقط عن درجة الاعتبار[1]
قوله ولذا حرمت الذبائح الخ اقول
هذا مما یقضی منه العجب من وجهین
احدهما ان السید احمد کبیر
هل هو داخل فی العظام ام لا
فان قال بدخوله فیهم فلم عد
البقرة المذبوحة له من جملة
المحرمات وقد نقل سابقا من
التفسیر الاحمدی حلها و جواب
هو ایضا فی صدر الفتوی بحلها

اور ولیموں عرسوں کے ذبائح حرام ہوجائیں گے.
اور دوسری قسم میں داخل ہونگے اور اگر ذبح کے
سوا کسی دوسرے کا کھانا مراد ہے تو لازم آئیگا
کہ ممنوعات احرام کے جرمانہ کے ذبائح اور خدا تعالیٰ
کی نذروں اور جنایات کے کفاروں کے جانور سب
مردار اور حرام ہونگے ایضاً اگر غیر کی طرف
ذبح کرنا حلال ہے تو ذبیحہ کس طرح حرام ہو
گئی اور اگر حرام ہے تو حکم شرعی کا مدار نہیں ہوسکتا
کیونکہ حرام اعتبار[1] کے درجہ سے ساقط
ہوتا ہے یعنی حرام کا کوئی اعتبار نہیں
ہوتا.
قولہ. اسی وجہ سے مرد اور متعینین کی بد
پر جو نور ذبح کرنے فقہا نے حرام قرار دئے ہیں
اقول اس عبارت پر دو وجہ سے تعجب ہے اول یہ
کہ سید احمد کبیر موصوف کے خیال میں عظام میں داخل ہیں
یا نہیں اگر داخل ہے تو اس کی نذر کی ہوئی حرام ہوئی
حالانکہ آپ تفسیر احمدی کے حوالہ سے گائے اور خود بھی
فتویٰ کی ابتدا میں حلال کا حکم نقل فرما چکے ہیں اور
اگر سید احمد عظام سے باہر سمجھتے ہیں تو حضر

---

[1] والعجب انه قدس سره استدل فی فتواه بعبارة در المختار فهذا الرد دخل ستة مع انه سخیف جدا کما عرفت سابقا ١٢ از مؤلف

[1] تعجب ہے کہ حضرت خاتم محدثین خود اپنے فتویٰ میں درمختار کی عبارۃ استدلال لائے ہیں تو وہ بھی حاشیہ کے سند کی تردید ہوئی کوئی فہم نہ تردید بالکل لغو ہے کما مر سابقاً ١٢

وان لم یقل بدخوله فیهم فما بال[1] العظام حرمت الذبائح المنذورة لهم وما بال الصوفیة حلت الذبائح المنذورة لهم وبالجملة فی هذا الکلام خبط ظاهر فلیتنبه له وثانیهما ان البقرة المذبوحة لتعظیم السید احمد کبیر مثلا یدفعون لحمها الی الدفافین والرقاصین ویطبخون بعضها مرقا ولحما ویأکل منها الذابح وغیره فکیف صارت محرمة مع ان الذابح شریك فی اکل لحمها

قوله پس دقتیکه فتوے داد که ذبیحه آه

این کلام منقوض است بآنکه حضرت امام اعظمؒ چوں فتوے داد بحرمت سوسمار نزد شافعیؒ بسبب تحریم حلال مصداق ضالین گردیده باشد و حضرت امام شافعیؒ چوں فتوے داد بحرمت طاؤس نزد حنفی مصداق ضالین شده باشد فما هو جوابکم فهو جوابنا قوله و نیت را الی قوله در حل و حرمت اشیاء دخلی نیست عجب است ازیں شخص که باوجود ادعائے

کیا وجہ ہے کہ عظام کی منذورہ حرام ہو اور صوفیا کی منذورہ حلال خلاصۃ الکلام مولانا کی کلام بالکل بے ربط ہے سوچ بچار سے کام لینا چاہیئے دوم یہ کہ جو گائے سید احمد کبیر کی نذر کی گئی ہے اُس کا گوشت ڈھول بجانے والوں اور ناچ کرنے والوں کو بھی دیا جاتا ہے۔ اور کچھ حصہ کا شوربا پکا کہ ذابح اور دوسرے لوگ کھاتے ہیں پس وہ کس طرح حرام ہوگئی حالانکہ ذابح خود بھی کھانے میں شریک ہے۔ قولہ مفتی حرمت مضلین میں داخل ہؤا۔ اقول اس امتناع سے تو کیجیے جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سوسمار کو حرام فرماتے ہیں لہذا امام شافعیؒ صاحب کے نزدیک تحریم حلال کی وجہ سے مضلین کا مصداق بنیں گے اور امام شافعیؒ صاحب طاؤس کو حرام کہتے ہیں لہذا حنفیوں کے نزدیک مضلین میں داخل ہو گئے فما ہو جوابکم وہو جوابنا قولہ نیت کو اشیاء کی حلت اور حرمت میں کوئی دخل نہیں۔ اقول اس شخص پر سخت تعجب آتا ہے باوجودیکہ علم و دانش کے دعوے

---

[1] انظر الی قولہم والفارق انہ ان قدمہا لیأکل الخ لئلا تقع ایہا الناظر فی الاضطراب ۱۲ از مؤلف

[1] لاحظہا کے قول والفارق انہ ان قدمہا الخ پر غور کیجئے تاکہ تو اضطراب میں واقع نہ ہو۔ ۱۲ از مؤلف

دانش و علم مختصرات اصول را در نظر نیاورده و مثال ضرب الیتیم تادیباً وایذاءً رانشنیده و در کتب حنفیہ فرق را در شرب بنبیذ تقویاً وتلہیاً ندیدہ۔

یکتے ہیں اور اصول کے مختصر مسائل کو بھی مدنظر نہیں رکھتے مثلاً یتیم کو ادب سکھانے کیلئے مارنے میں اور ایذا دہی کیلئے مارنے میں کیوں فرق ہے۔ نبیذ یعنی کھجور کے نچوڑ کو قوت کیلئے پینے میں اور لہو ولعب کیلئے استعمال کرنے میں احکام کا تفاوت سمجھتے ہیں؟ [illegible]

تذییل

ذبح فوق العقدہ کی تحقیق انیق میں

بدانکہ ذبح عبارت است از قطع نمودن حلقوم و مری و ودجان۔ حلقوم مجری النفس است و مری بکریم مجری طعام و شراب و ودجان یعنی ہر دو ودج بفتحتین و ج شاہ رگ کہ ث باشد مابین آنہا حلقوم و مری و شاہ رگ از ہر جائے کہ قطع نمودہ شود حیوان مے میرد۔ و در ہر موضع برائے او نامیست مخصوص پس اینجا نام او ودج و ورید است و در پشت نیاط و ابہر در بطن وتین و در ران نسا، و در پائے بجل و در دست اکحل و در ساق صافن۔ قطع ودجان برائے اخراج دم مسفوح است و قطع حلقوم و مری برائے سرعت اخراج نفس و قلت عذاب برائے ذبیحہ و بقطع سہ ازاں چہار لا علی التعیین عند الامام ابی حنیفہ رضہ نیز مذبوح حلال مے باشد۔

ذبح تین چیزوں یعنی حلقوم مری۔ ودجان کے قطع کرنے کو کہتے ہیں۔ حلقوم وہ ہے جس سے سانس آتا جاتا ہے اور مری (کریم کے وزن پر) وہ ہے جس میں سے کھانا پینا اندر جاتا ہے وَدَجان وہ ہیں جنہیں شاہ رگیں کہا جاتا ہے حلقوم اور مری ان دو رگوں کے درمیان میں ہوتے ہیں۔ شاہ رگ بدن کے جس حصہ میں بھی کٹ جائے جانور مرجاتا ہے تمام جسم میں ہر جگہ اس کا نام علیحدہ علیحدہ ہے گردن میں ودج یا ورید کہتے ہیں پشت میں نیاط اور ابہر پیٹ میں وتین ران میں نساء پاؤں میں بجل ہاتھوں میں اکحل پنڈلی میں صافن۔ ودجان کے کاٹنے سے دم مسفوح بدن سے جلدی خارج ہوجاتا ہے۔ حلقوم اور مری کے قطع ہوجانے سے روح جلدی خارج ہوتا ہے تاکہ ذبیحہ کو ذبح کی تکلیف اور عذاب تھوڑا ہو ان چار رگوں میں سے جونسی تین رگیں قطع ہو جائیں امام اعظم ابو حنیفہ رضہ کے نزدیک جانور حلال ہو جاتا ہے۔

و فقہا رضی اللہ عنہم در ذبح فوق العقدہ
اختلاف است محرم اند و مستحل۔ امام
رُستُغفَنِی بضم الراء وسکون السین المہملتین
وضم التاء ثالث الحروف وسکون الغین
المعجمۃ وبالنون بعد الفاء ابوالحسن علی بن سعد
منسوب بسوئے رستغفن کہ دِہ است از
دیہات سمرقند و شیخ صاحب نہایہ و صاحب
عنایہ و اتقانی و صاحب منح ناقلاً عن
البزازیہ و صاحب دُرر و صاحب ملتقیٰ
وغیرہم ذبح فوق العقدہ را حلال مے گویند
بدلیل آنکہ عقدہ را در کلام خدا جل جلالہ
و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ذکرے نیست
و آنچہ ضروری سنت یعنی قطع کثرے
از عروق چہارگانہ عند الامام دریں صورت
موجود۔ و حدیث الذکاۃ ما بین اللبۃ و اللحیین
و ہمچنیں عبارت مبسوط الذبح ما بین اللبۃ
و اللحیین بلکہ عبارت جامع صغیر لا بأس
بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ و اعلاہ و اسفلہ
نیز بر تقدیر ارادہ عنق از حلق کما فی القہستانی
مشعر است بر حلیت آں۔ اتقانی در
غایۃ البیان بر قائلین حرمت تشنیع
بلیغ نمودہ حیث قال الا ترٰی ان قول محمد
فی الجامع او اعلاہ فاذا ذبح فی الاعلٰی لا بد ان

عقدہ سے اوپر ذبح ہونے کی صورت میں فقہاء کا
اختلاف ہے بعض حلال کہتے ہیں اور بعض حرام
امام ابوالحسن علی بن سعد جو امام رستغفنی کے نام
سے مشہور ہیں (رُستُغفَنِی سمرقند کے مضافات
میں ایک بستی ہے) شیخ صاحب نہایہ
صاحب عنایہ اتقانی اور صاحب منح
(جنہوں نے اس مسئلہ کو بزازی سے نقل کیا
ہے) صاحب دُرر صاحب ملتقیٰ
وغیرہم حضرات ذبح فوق العقدہ کو حلال
کہتے ہیں۔
اُن کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم اور حدیث
نبوی میں عقدہ کا کہیں بھی ذکر نہیں اگر حلت
اور حرمت کا تعلق اُس کے ساتھ ہوتا تو
کس طرح خاموشی پائی جاتی۔ دوم امام اعظم
کے نزدیک چار رگوں میں سے اکثر کا کٹ جانا
شرط ہے وہ بھی اس صورت میں موجود ہے
یعنی تین رگیں کٹ جاتی ہیں سوم حدیث شریف میں ہے کہ ذبح
جو ذبح ہنسلی اور جبڑوں کے درمیان ہے اس میں بھی عقدہ کا
ذکر نہیں اسی طرح مبسوط کی عبارت الذبح ما بین اللبۃ و اللحیین
اور جامع صغیر کی عبارت لا بأس بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ و اعلاہ
فوق العقدہ کی حلت پر دلالت کر رہی ہے۔ قہستانی نے حلق
کا معنی گردن لیا ہے۔ اتقانی نے غایۃ البیان میں حرام کہنے والوں
کو سخت بُرا بھلا کہا ہے فرماتے ہیں جامع صغیر میں امام محمد کے لفظ

تبقى العقدة تحت ولم يلتفت الى العقدة
في كلام الله تعالى ولا كلام رسوله صلى الله
عليه وسلم بل الذكاة بين اللبة واللحيين بالحديث
وقد حصلت لاسيما على قول الامام من
الاكتفاء بثلاث من الاربع أيًّا كانت ويجوز
ترك الحلقوم اصلا فبالاولى اذا قطع من اعلاه
وبقيت العقدة اسفل اه كذا في الحافظية
وكيف يصح القول بعدم الحل على قول الامام
وقد قال يكتفي بقطع الثلث من الاربع اي
ثلث كان فيجوز على هذا ترك الحلقوم اصلا
فبالاولى اذا قطع من اعلاه وكذا العلامة
الشلبي اطال في رد القول بالحرمة على وجه
التشنيع بالعزو الى الاتقاني الى ان قال
وهو اي ما ذكره الاتقاني صريح في مخالفة
ما ذهب اليه الزيلعي وكذا العلامة الحموي ذكر
ما نصه وفي النهاية سئل الرستغفني عمن ترك
عقدة الحلقوم مما يلي الصدر فقال هذا قول
العوام وليس معتبر الى ان قال وكان شيخي اي
شيخ صاحب النهاية يفتي به وكذا العلامة
العيني لم ينقل قول الزيلعي مع حرصه على
متابعته بل اقتصر على ما ذكره في الغاية حيث
قال وهذا يعني ما ذكره الرستغفني من الجواز
صحيح لانه لا اعتبار بكون العقدة من فوق

اور اعلاہ کو تو ملاحظہ کرو جب ذبح حلق سے اوپر
وقع ہو تو حلال عقدہ نیچے رہ جائے کلام خدا
خداوندی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام
میں بھی عقدہ کی طرف توجہ نہیں کی گئی بلکہ حدیث
شریف میں تو ذکاۃ بین اللبۃ واللحیین فرمایا گیا ہے
خصوصاً امام ہمام رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق
جب تین کا کہیں سے کٹ جانا کافی ہے تو حلقوم کا
بالکل ترک ہو جانا بھی جائز ہوگا اور جب حلقوم
ترک ہو جائے تو جانور حلال ہو جاتا ہے تو عقدہ سے
اوپر کٹ جانے سے بطریق اولیٰ حلال ہوگا اھ حافظیہ
میں ہے امام صاحب کے فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے ذبح
فوق العقدہ کو حرام کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے
جبکہ آپ فرما چکے ہیں کہ کوئی تین رگوں کا کہیں سے کٹ
جانا کافی ہے لہٰذا جب حلقوم کا ترک جائز ہے
تو حلقوم سے اوپر قطع ہو جانے سے بطریق اولیٰ
جانور حلال ہوگا" اسی طرح علامہ شلبی نے بھی
حرام کہنے والوں کی خوب تردید کی ہے اور اتقانی
کی طرف اس مسئلہ کو نسبت کیا ہے اور کہا ہے کہ
علامہ اتقانی نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ علامہ زیلعی کے صراحۃً
مخالف ہے اسی طرح علامہ حموی نے بھی اتقانی کی نصیص
کا ذکر کیا ہے نہایہ میں ہے کہ امام رستغفنی سے پوچھا گیا کہ جو شخص
عقدہ ترک کر دے تو جانور کا کیا حکم ہے فرمایا یہ عوام کا قول ہے
یعنی حرام کہنا غیر معتبر ہے اور میرے شیخ یعنی صاحب نہایہ حلت کا

ومن تحت ای ان قال ومن تتبعت الی العقدة
لا فی کلام اللہ ولا فی کلام رسولہ الخ وکذا
الشیخ اکمل الدین فی العنایۃ ذکر ان الحدیث
دلیل ظاہر لامام زفر فی قولہ وروایۃ المبسوط
ایضا تساعدہ۔ علامہ ابو السعود حاشیہ مسکین
میگوید محرر سطور حقی عفا اللہ عنہ میگوید کہ علامہ ابو
السعود علامہ عینی را در عبارت مذکورہ بالا از
مستحلین شمردہ ہمچنین علامہ شامی نیز حیث
قال وبہ جزم صاحب الدرر والملتقی والعینی
وغیرہم۔

ودر ذہن ناقص این بےبضاعت علامہ عینی
را میلان بسوئے قول بالتحریم معلوم میشود
چہ عینی در صدر کلام تحریم را مدلل بحدیث
دار قطنی ودلیل عقلی نمودہ بعد ازاں عبارت
مذکورہ را اظہارا للخلاف نقل کردہ وتزییف
ما قالہ صاحب الغایۃ را اعتمادا علی ظہورہ
وہن ترک نمودہ حیث قال والذبح المستحق
ان یکون بین الحلق واللبۃ بفتح اللام والباء
المشددة وہو رأس الصدر وفی الجامع ولا
بأس بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ واعلاہ و
اسفلہ والاصل فیہ ما روی انہ علیہ الصلوٰۃ
والسلام بعث منادیا ینادی فی فجاج منی الا
ان الذکوٰۃ فی الحلق رواہ الدار قطنی

بچے ہوئے کا کوئی اعتبار نہیں حتی کہ انہوں نے اس
بات کا ذکر بھی کیا ہے کہ قرآن اور حدیث میں عقدہ
کا ذکر نہیں آیا اسی طرح شیخ اکمل الدین نے عنایہ میں
ذکر کیا ہے کہ حدیث شریف ظاہر طور پر امام زفرؒ
کی تائید کر رہی اور مبسوط کی روایت بھی اس کے
موافق ہے (علامہ ابو السعود حاشیہ مسکین) محرر سطور
کا خیال ہے کہ علامہ ابو السعود تو علامہ عینی کو مستحلین
میں سے شمار کر رہے ہیں اور اسی طرح علامہ شامی نے
بھی عینی کو مستحلین میں سے شمار کیا ہے۔ لیکن میرے
ذہن نارسا میں علامہ عینیؒ کا رجحان تحریم
کی طرف معلوم ہوتا ہے کیونکہ
علامہ عینیؒ نے صدر کلام میں تحریم
کو دار قطنی کی حدیث اور دلیل عقلی
کے ساتھ مدلل کیا ہے اور آگے چل کر
اختلاف کو ظاہر کرنے کے لئے مذکورہ بالا
عبارت بھی نقل فرمائی ہے اور صاحب
غایہ کے قول کو کمزور سمجھتے ہوئے ترک کر دیا ہے
فرماتے ہیں ذبح مستحق یہ ہے کہ حلق اور لبہ کے درمیان
ہو۔ لبہ سینہ کے اوپر کو کہتے ہیں جامع صغیر میں ہے کہ
حلق میں جہاں بھی ہو جائے کوئی ڈر نہیں درمیان میں ہو
یا اوپر نیچے اس بارے میں اصل وہ روایت ہے کہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ منیٰ کی
گلیوں میں منادی کر دے ان الذکوٰۃ فی الحلق خبردار ذبح

ولانه مجمع مجری النفس ومجری الطعام ومجمع
العروق فیحصل بقطعه المقصود علی ابلغ الوجوه
وهو انهار الدم والتقیید بالحلق واللبة یفید
انه لو ذبح اعلی من الحلقوم او اسفل منه
یحرم لانه ذبح فی غیر المذبح ذکره فی الواقعات
وفی فتاوی سمرقند قصاب ذبح شاة
فی لیلة مظلمة فقطع اعلی من الحلقوم
او اسفل منه یحرم اکلها و در عینی هدایه
درباره حدیث الذکاة ما بین اللبة واللحیین
که سند است برائے مستدلین گفته ولم
یثبت هذا الحدیث بهذه العبارة الخ
بر ناظر فطن از عبارت مذکوره پیدا است
که علامه عینی از حلق در عبارت جامع عنق
را مراد نداشته کما ینادی علیه قوله والتقیید
بالحلق واللبة الخ بلکه حلقوم گرفته کما فی
القاموس قال العلامة الشامی قوله بین
الحلق واللبة) ای اصل الحلقوم کما فی
القاموس ای من العقدة الی مبدء الصدر
وهمچنیں در سائر متون فقه حلقوم را مذبح
قرار داده اند یعنی از سر عقده تا راس صدر
محل ذبح است وسطش باشد یا اسفل
از وسط یا اعلی از وسط پس مراد از واعلاه
در عبارت جامع اعلا از حلق یعنی فوق عقده

ہم عقدہ چونکہ تمام رگوں کا مجمع ہے لہٰذا اس کے
منقطع ہو جانے سے مکمل طور پر خون جاری کرنے
کا مقصد حاصل ہو سکے گا۔ باقی ذبح کا حلق اور لبہ
کے ساتھ مقید ہونا صراحتہً دلالت کرتا ہے کہ حلقوم
سے اوپر اور لبہ سے نیچے ذبح کرنے سے جانور حرام
ہو جائیگا کیونکہ اس کو مذبح سے ذبح نہیں کیا گیا اس کو
واقعات نے ذکر کیا ہے) فتاوی سمرقندی میں ہے کہ اگر کسی قصاب
نے اندھیری رات میں بکری ذبح کی اور حلقوم سے اوپر
یا لبہ سے نیچے ذبح کر ڈالی تو اس کا کھانا حرام ہے عینی نے
شرح ہدایہ میں الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین کی حدیث جو مستدلین
کی سب سے بڑی دلیل ہے کے متعلق لکھا ہے کہ یہ حدیث
ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں ہوئی اب علامہ عینی
کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ جامع صغیر
کی عبارت میں اس نے حلق سے گردن ہرگز مراد نہیں
لی جیسا کہ "التقیید بالحلق واللبۃ" کے الفاظ سے
واضح ہو رہا ہے بلکہ حلق بمعنے حلقوم مراد لیا ہے
(کما فی القاموس) علامہ شامی فرماتے ہیں قولہ بین
الحلق واللبۃ حلق، اصل حلقوم کو کہتے ہیں (قاموس)
یعنی عقدہ سے لیکر سینے کے اوپر تک مذبح ہے اسی
طرح فقہ کے تمام متون نے حلقوم کو مذبح قرار دیا ہے
یعنی عقدہ سے لیکر مبدء صدر تک مذبح ہے اسکے عین
وسط میں یا وسط سے اوپر یا وسط سے نیچے لہٰذا جامع
صغیر کی عبارت میں اواعلاہ سے مراد فوق العقدہ

نیست بدیں خطبہ بشنا قولہ والتقیید الخ
چنانچہ اتقانی و تابعش از و فہمیدہ و بناءً
علیہ قال ما قال بکہ مراد وسط و اعلیٰ و اسفل
در حلق است نہ صاحب جامع لا باس
بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ و اعلاہ و اسفلہ
گفتہ پس درصورت بودن مراد از اعلیٰ
فوق العقدہ منافی نخواہد بود بقول او
(فی الحلق) طحطاوی مے نویسد واما کلام
محمد فی الجامع لا باس بالذبح فی الحلق کلہ
اسفل الحلق او وسطہ او اعلاہ آہ فتعین
فہمہ علی ما قالہ الشمنی وملا علی لانہ عبر اوّلاً
بقولہ لا باس بالذبح فی الحلق کلہ ولا یکون
فیہ الا اذا کانت العقدۃ مما یلی الراس
وان کان خارجہ انتہیٰ موضع الحاجۃ۔
وقال الشمنی وعروق الذبح الحلقوم فی وسطہ
او فی اعلاہ او فی اسفلہ بعد ان یکون فیہ
حتی لو ذبح اعلی الحلقوم وسفل منہ یحرم لانہ
ذبح فی غیر المذبح انتہیٰ موضع الحاجۃ۔
پس اتقانی وصاحب حافظیہ وعلامہ
شلبی در فہم مراد جامع وعلامہ ابو السعود
در انتساب قول بالاستحلال بسوئے علامہ عینی
وہمچنیں در تسلیم تصحیح ما قال اتقانی وصاحب
الحافظیۃ و لعلامہ شلبی از جادۂ مستقیم دور افتادند۔

دراز نہیں ہو سکتا جیسا کہ علامہ اتقانی وغیرہم نے
سمجھا ہے کیونکہ یہ تقیید بالحلق کہنے کی کیا ضرورت
تھی۔ بلکہ وسط اعلیٰ اور اسفل حلق کے اندر ہی مراد ہے
اور اعلیٰ سے فوق العقدہ مراد لینے کو فی الحلق کا لفظ
صاف طور پر منافی ہے۔ علامہ طحطاوی لکھتے
ہیں کہ امام محمد کا جامع صغیر میں
لا باس بالذبح فی الحلق کلہ کہنے کا مفہوم
لازمی طور پر وہی ہو سکتا ہے
جو شمنی اور ملا علی قاری وغیرہ نے
لیا ہے۔ کیونکہ جب امام محمد صاحب
فی الحلق کلہ فرما رہے ہیں تو حلق میں ذبح
اسی صورت میں ممکن ہے کہ عقدہ سر کی
جانب متصل ہو۔ ورنہ پھر ذبح حلق سے
خارج ہو گی حلق کے اندر نہ ہو گی الخ۔
علامہ شمنی فرماتے ہیں کہ ذبح کی جانے والی
رگوں میں سے حلقوم ہے خواہ اسکے عین وسط
میں یا وسط سے اعلیٰ یا وسط سے اسفل میں
قطع واقع ہو لیکن کے اندر ہو اگر حلقوم سے
اوپر یعنی عقدہ سے اوپر ذبح واقع ہوئی تو حرام
ہو جائیگا کیونکہ ذبح اپنے محل میں واقع نہیں ہوئی اسلئے
علامہ اتقانی اور صاحب حافظیہ علامہ شلبی نے جامع کی عبارت کا
مفہوم سمجھنے میں اور علامہ ابو السعود نے استحلال کا قول علامہ
عینی کی طرف منسوب کرنے میں یا اتقانی اور صاحب حافظیہ وغیرہ
جو شلبی وغیرہم کے قول کی تصحیح علامہ عینی کے ذمہ لگانے میں سخت غلطی کھائی ہے۔

وآنچہ گفتہ اند کہ ولم یلتفت الی العقدۃ نہ فی کلام اللہ ولا فی کلام رسول الخ پس مبنی است بر عدم التفات بسوئے قولہ تعالیٰ الا ما ذکیتم وحدیث مذکور۔ طحطاوی گفتہ واما قولہ ولم یلتفت الی العقدۃ فی کلام اللہ تعالیٰ ولا فی کلام رسولہ فممنوع لان اللہ تعالیٰ قال الا ما ذکیتم وبین رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم محل الذکاۃ فبعث منادیا ینادی فی فجاج منیٰ الا ان الذکاۃ فی الحلق الحدیث رواہ الدارقطنی ومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ انما قال ما ذکر دفعا لما یتوہم ان الذبح لا یکون الا فی وسط الحلق۔ انتہیٰ موضع الحاجۃ۔

اینست مفاد عبارات متون کہ الذبح بین الحلق واللبۃ نوشتہ اند وعبارت جامع صغیر کہ لا باس بالذبح فی الحلق کلہ گفتہ۔ وصاحب نقایہ ومواہب۔ وتصحیح وزیلعی وصاحب بحر الرائق وطحطاوی وصاحب ذخیرہ وصاحب واقعات وفتاوے سمرقند وملا علی وشمنی وشرنبلالی وصاحب شرح وقایہ وغیرہم قائل اند بحرمت ذبح فوق العقدہ وہمیں است مفاد عبارات متون کما یدل علیہ تصریح شارح النقایۃ بقولہ فلم یجز فوق العقدۃ

باقی اُن کا یہ اعتراض کہ قرآن اور حدیث میں عقدہ کہیں ذکر موجود نہیں یہ بھی ناواقفیت کی بنا پر ہے آیت الا ما ذکیتم در حدیث ان الذکاۃ فی الحلق پیش رہی ہیں

ع سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں جاست۔

علامہ طحطاوی اسی اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے الا ما ذکیتم یعنے وہ جانور حلال ہے جس کو تم ذبح کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منا کی گلیوں میں منادی کے ذریعہ محل ذبح متعین فرما دیا ہے الا ان الذکاۃ فی الحلق اور امام محمد صاحب نے فی الحلق کے لفظ سے جو وہم پیدا ہو رہا تھا کہ ذبح صرف حلق کے وسط ہی میں جائز ہے۔ لا باس بالذبح فی الحلق کلہ وسط اور اعلاہ اور اسفلہ کی تشریح کر کے دور کر دیا ہے محل ذبح حلق ہے خواہ عین وسط میں ذبح کر دیا وسط سے اوپر یا وسط سے نیچے الخ۔ متون فقہ کی عبارات مندرجہ بالا کا یہی مفہوم ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں جو لوگ مندرجہ بالا تشریح متون فقہ کو صحیح سمجھتے ہیں اور ذبح ما فوق العقدہ کو حرام کہتے ہیں وہ حضرات ذیل ہیں۔ صاحب نقایہ اور مواہب، اصلاح زیلعی صاحب بحر الرائق طحطاوی صاحب ذخیرہ صاحب واقعات فتاوی سمرقندی ملا علی قاری شمنی شرنبلالی وغیرہم صاحب شرح وقایہ مصنف تشریح کی ہے لم یجز فوق العقدہ

ونزد فقیر اصل درین مسئلہ آں حدیث است
کہ اخراج نمودہ اوراعبد الرزاق در مصنف
خود موقوفاً علی ابن عباس وعلی وعمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہم الذکاۃ فی الحلق واللبۃ۔ عینی
ہدایہ چہ درصورت ذبح فوق العقدہ ذکاۃ
فی الحلق نمے ماند اما حدیثیکہ ذکر نمودہ است
اوراصاحب ہدایہ بعبارت الذکاۃ بین
اللبۃ واللحیین وتمسک گرفتہ اند بدو
امام رستغفنی وتابعین او پس ثابت نہ شدہ
بداں عبارت قال العینی ولم یثبت ہذا الحدیث
بہذہ العبارۃ نعم دارقطنی اورا بلفظ الا ان
الذکاۃ فی الحلق واللبۃ۔ اخراج نمودہ کہ
نیز سند است برائے قائلین بحرمت گو
در اسناد ایں حدیث سعید بن سلام است
واورا متروک الحدیث گفتہ اند فقال فی
التنقیح ہذا اسناد ضعیف بمرۃ وسعید بن
سلام اجمع الامۃ علی ترک الاحتجاج بہ
وکذبہ ابن نمیر وقال البخاری یذکر موضوع
الحدیث وقال الدارقطنی یحدث بالبواطیل
متروکٌ لکن از جہت متروک بودن او جرح
در متن حدیث واحتجاج صاحب مذہب
بدو لازم نمے آید چہ سعید بن سلام راوی
سافل و متأخر است از صاحب مذہب

فقیر کے نزدیک اسباب میں اصل وہ حدیث ہے جو عبد الرزاق
نے اپنے مصنف میں ذکر کی ہے جو حضرت ابن عباس حضرت علی
اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم اجمعین پر موقوف ہے، الذکاۃ فی الحلق واللبۃ
(عینی ہدایہ) ظاہر ہے کہ ذبح فوق العقدہ کی صورت میں
ذکاۃ فی الحلق ہرگز حاصل نہیں ہوتی باقی جس حدیث کو صاحب
ہدایہ نے الذکاۃ بین اللبۃ واللحیین کے الفاظ سے نقل کیا ہے
اور امام رستغفنی وغیرہم نے اس کے ساتھ استدلال کیا ہے بقول امام
عینی ان الفاظ کے ساتھ ثابت نہیں بلکہ دارقطنی نے اسی
حدیث کو الا ان الذکاۃ فی الحلق واللبۃ کے الفاظ سے تخریج
کیا ہے جو حرام کہنے والوں کا مستدل ہے گو اس حدیث کی اسناد
میں سعید بن سلام راوی موجود ہے جو متروک الحدیث ہے قال
فی التنقیح ہذا اسناد ضعیف بمرۃ وسعید بن سلام اجمع
الامۃ علی ترک الاحتجاج بہ وکذبہ ابن نمیر وقال البخاری
یذکر موضوع الحدیث وقال الدارقطنی یحدث بالبواطیل
متروک الحدیث صاحب تنقیح فرماتے ہیں اس حدیث کی اسناد
ضعیف ہے اور سعید ابن سلام وہ راوی ہے جس کی حدیث
تمام امت نے بالاجماع ترک کر دی ہے ابن نمیر نے اسے جھوٹا
کہا ہے اور امام بخاری کہتے ہیں کہ وہ موضوع حدیثیں ذکر کرتا
ہے دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ جھوٹی حدیثیں روایت کرتا ہے
اور متروک ہے لیکن سعید کے متروک ہونے سے حدیث
کے متن میں کوئی غلطی نہیں واقع ہو سکتی اور نہ صاحب
مذہب کے اس حدیث کو قابل حجت کہنے میں کوئی نقص لاحق
ہو سکتا ہے کیونکہ ابن سلام صاحب مذہب سے متأخر اور نیچے

از برائے آنکه او روایت کرده از عبد الله
بن بدیل خزاعی از زهری از سعید بن مسیب
از ابی هریره کما فی سنن دار قطنی پس احتجاج
صاحب مذهب و اسناد او را از سعید بن
سلام هیچ تعلق نے۔ از لفظ فی الحلق که در
حدیث موقوف یا مرفوع وارد شده ثابت
گشت قول فقها که العروق التی تقطع فی
الذکاة اربعة الحلقوم والمریٔ والودجان۔
آرے بناء اعلی ان للاکثر حکم الکل حضرت
امام اعظم رضی الله تعالی عنه اکتفا بقطع ثلث
ای ثلث کان فرموده وهمیں بود قول ابو یوسف
اولا۔ و در قول ثانی اشتراط تعیین قطع حلقوم
و مری و احد ودجین نموده و امام محمد قطع
هر واحد از چهار مے گوید گو قطع اکثر باشد
از هر واحد۔ و امام مالک قطع هر چهار را بغیر
از اکتفا باکثر گفته۔ و شافعی رحمة الله علیهم
اجمعین اکتفا بقطع حلقوم و مری نموده۔
ازیں جا ظاهر گشت که استحلال ذبح فوق
العقده مخالف است از حدیث مذکور و از
مذاهب ائمه اربعه چه ذبح فوق العقده را
لفظ فی الحلق و همچنیں مذهبی از مذاهب اربعه
شامل نیست از برائے آنکه دریں صورت
قطع ودجان متحقق است فقط آرے

راوی ہے سعید نے عبد اللہ ابن بدیل خزاعی سے روایت
کی ہے اُس نے زہری سے اُس نے سعید بن مسیب سے اُس
نے ابی ہریرہؓ سے (کما فی سنن دارقطنی) لہذا صاحب
مذہب کے احتجاج اور اسناد کو سعید ابن سلام سے کسی
قسم کا تعلق نہیں اور فی الحلق کے لفظ سے جو حدیث
مرفوع یا موقوف میں موجود ہے فقہار کا یہ کہنا درست
معلوم ہوتا ہے کہ ذبح میں چار رگیں یعنی حلقوم مری
اور ودجان کا کاٹنا ضروری ہے چونکہ اکثر کے لئے کل
کا حکم ہوتا ہے لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تین
کے انقطاع پر اکتفا کیا ہے یعنی جو نسی تین کٹ گئیں
ذبح صحیح ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف کا پہلا قول
بھی یہی ہے دوسرے قول میں انہوں نے حلقوم مری
اور ودجین میں سے ایک کا کاٹنا شرط قرار دیا ہے
امام مالک چاروں کا قطع کرنا لازم سمجھتے ہیں اور امام
شافعی صاحب حلقوم اور مری کے قطع ہو جانے پر اکتفا
کرتے ہیں اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ذبح فوق العقدہ
کو حلال کہنا حدیث مذکور اور مذاہب ائمہ اربعہ کے خلاف
ہے کیونکہ ذبح فوق العقدہ کی صورت میں فی الحلق
پر عمل نہیں ہو سکتا ہاں شاہ رگیں ضرور کٹ جاتی
ہیں (کیونکہ ان کا تعلق دماغ سے زیادہ ہے بعض لوگوں سے
جو اپنے آپ کو محقق سمجھتے ہیں سنا ہے کہ مری اور
حلقوم کا بھی تعلق دماغ کے ساتھ ہے لیکن معائنہ اور
تحقیق سے یہ بات بالکل غلط ثابت ہوئی ہے۔ مترجم)

لفظ بین اللبۃ واللحیین شامل مے شود او
را لکن تصریح نمود علامہ عینی بعدم ثبوت
او بعبارت مذکورہ کما مر۔ لہٰذا صاحب
بحر الرائق بعد نقل قول امام رستغفنی گفتہ
وہذا مشکل فانہ لم یوجد فیہ قطع الحلقوم ولا
المری واصحابنا رضی اللہ عنہم وان شرطوا
قطع الاکثر فلا بد من قطع احدہما عند الکل
واذا ابقی شئ من عقدۃ الحلقوم مما یلی الرأس
لم یحصل قطع واحد منہما فلا یوکل بالاجماع
انتہی۔ میگوید محرر سطور عفی عنہ قولہ بالاجماع
قید للنفی لا للمنفی۔ فتدبر۔ طحطاوی گفتہ
والذی ظہر لی ان الحق قول الزیلعی ومن معہ
صاحب ذخیرہ نوشتہ قال فلم یجز فوق
العقدۃ۔ وہی الموضع المرتفع فی اعلی العنق
وانما لم یجز لانہ لم یوجد فیہ قطع الحلقوم والمری
انتہی۔ زیلعی آوردہ واصحابنا رحمہم اللہ
وان اشترطوا قطع الاکثر فلا بد من قطع احدہما
ای الحلقوم والمری عند الکل واذا لم یبق شئ
من عقدۃ الحلقوم مما یلی الراس لم یحصل
قطع واحد منہما فلا یوکل بالاجماع وکذا لک
الشمنی قال وعروق الذبح الحلقوم فی وسطہ
او فی اعلاہ او فی اسفلہ بعد ان یکون فیہ
حتی لو ذبح اعلی الحلقوم او اسفل منہ یحرم

یعنی اللبۃ بین اللبۃ واللحیین ذبح فوق العقدہ کو شامل ہو
سکتی ہے لیکن وہ ثابت نہیں کما مر اسی لئے بحر رائق نے
رستغفنی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھدیا ہے کہ یہ مشکل ہے کیونکہ
اس صورت میں مری اور حلقوم قطع نہیں ہوتے اور اصحاب
حنفیہ کے نزدیک اکثر کا قطع کرنا شرط ہے لہٰذا مری اور حلقوم
میں سے ایک کا کاٹنا تو سب کے نزدیک ضروری ہوا
اب اگر عقدہ چھوڑ دیا جائے تو ان میں سے ایک بھی قطع نہیں
ہو گی لہٰذا بالاتفاق اس کا کھانا جائز نہ ہوگا۔ مگر
محرر سطور عفی عنہ کہتا ہے کہ ... کے نزدیک بالاجماع
کا لفظ نفی کی قید ہے۔ منفی کی نہیں بالاجماع کا تعلق
لایوکل کے ساتھ ہے نہ لم یحصل قطع واحد منہما کے
ساتھ فتدبر۔ طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجھے جو چیز معلوم ہوئی
ہے وہ یہ ہے کہ زیلعی اور ان کے متبعین کا مذہب حق ہے صاحب
ذخیرہ لکھتے ہیں کہ ذبح فوق العقدہ ناجائز ہے عقدہ گردن میں
مرتفع مقام کو کہتے ہیں عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ
کی صورت میں حلقوم اور مری قطع نہیں ہوتیں الخ۔ زیلعی
کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ حنفیہ نے جو اکثر رگوں کا کاٹنا شرط
قرار دیا ہے لہٰذا مری اور حلقوم میں سے ایک کا کاٹنا ضروری ہوگا۔
اور جب عقدہ تمام کا تمام جسم کے ساتھ متصل رہ جائے تو پھر
ان میں سے کسی ایک بھی قطع نہیں ہوئی لہٰذا اس کا کھانا بالاجماع ناجائز
ہوگا۔ شیخ علامہ شمنی فرماتے ہیں کہ ذبح کی رگوں میں سے حلقوم
بھی ہے خواہ اس کے وسط میں قطع واقع ہو خواہ وسط سے اوپر یا وسط
سے نیچے بہرکیف ذبح حلق کے اندر ہی ہونی چاہیئے۔ لہٰذا اگر

کوئی شخص حلقوم سے اوپر ذبح کرے یا نیچے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گی۔

لانہ ذبح فی غیر المذبح اھ۔ وذکر نحوہ ملا علی
وذکرہ الشرنبلالی عن الزیلعی واقرہ۔
طحطاوی۔ وبناء علیہ صاحب ہدایہ گفتہ
انہ لا یمکن قطع ہذہ الثلثۃ الا بقطع
الحلقوم۔ ہدایہ صفحہ ۴۲۱ سطر ۷۔
مقدسی در رملی از جانب امام رستغفنی جواب
دادہ اند۔ قال المقدسی قولہ لم یحصل قطع
واحد منہا ممنوع بل خلاف الواقع لان المراد
بقطعہما فصلہما عن الراس او عن اللبۃ اہ
وقال الرملی لا یلزم منہ عدم قطع المری اذ
یمکن ان یقطع الحرقدۃ ویخرج وہو اسفل اللسان
وینزل علی المری فیقطعہ فیحصل قطع الثلثۃ
انتہی۔

مے گوید فقیر مسطور عفی عنہ ربہ الغفور کہ
ودج حسب تصریح علماء متصل ست براس
قال العینی وقال اللیث الودج عرق متصل
من الراس الی النحر انتہی۔ ومری متصل است
بحلقوم قال العینی مری الجزور والشاۃ متصل
بالحلقوم۔ وکسی از اہل لسان تصریح نفرمودہ
کہ مری متصل است براس بلکہ حس شہادت
مے دہد بہ آنچہ عینی ناقلا عن العرب گفتہ
فما قال الرملی امکانہ ممنوع لا یقبلہ
طبعنا۔

کیونکہ اس نے محل ذبح میں سے ذبح نہیں کیا اھ۔ ملا علی
قاری اور شرنبلالی وغیرہ نے بھی زیلعی سے اسی طرح
نقل کیا ہے اور طحطاوی نے اس کی توثیق کی ہے
اسی بنا پر صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ ان رگوں کا قطع
ہونا حلقوم کے قطع بغیر ہرگز نہیں ہو سکتا ہدایہ صفحہ ۴۲۱ سطر ۷
مقدسی اور رملی نے امام رستغفنی کی طرف سے جواب
دینے کی کوشش کی ہے مقدسی کہتے ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں
کہ ذبح فوق العقدہ کی صورت میں حلقوم اور مری میں سے ایک بھی
قطع نہ ہوگی باطل غلط اور خلاف واقع ہے کیونکہ قطع سے
مراد ان رگوں کا سر سے یا سینہ سے جدا ہو جانا ہے اھ۔ اور یہ
حاصل ہو جاتا ہے۔ رملی کہتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا
کہ مری قطع نہ ہو کیونکہ ممکن ہے بیچ زبان کو قطع کرتے ہوئے
چھری نیچے کو مری پر جا پڑے اور مری منقطع ہو جائے تو تینوں کا
کٹ جانا حاصل ہو جائیگا اھ۔ فقیر محمد مسطور رحمہ ربہ
الغفور (عرض کرتے ہیں) ودج یعنی شہ رگ کا تعلق حسب تصریح
علماء سر اور دماغ کیساتھ ہے علامہ عینی نے لیث سے
نقل کیا ہے کہ ودج اس رگ کو کہتے ہیں جو سر سے لیکر
سینہ تک موجود ہے اور مری کا تعلق صرف حلقوم کیساتھ ہے
علامہ عینی کہتے ہیں کہ اونٹوں اور بکریوں کی مری حلقوم کے
ساتھ متصل ہوتی ہے یعنی عقدہ تک ختم ہو جاتی ہے کسی اہل زبان
سے تصریحاً ثابت نہیں ہوئی کہ مری سر کے ساتھ متصل ہے بلکہ حس
نے عینی کی رائے کو صحیح سمجھا ہے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ
رملی صاحب کا امکان یہاں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

تیمناً و تائیداً سطرے چند از مکتوبات
قدوسیہ رضی اللہ تعالیٰ عن صاحبہا نقل
نمودہ مے شود۔ معدن اسرار ربانی و بحر
دُر معانی حضرت مولانا شیخ المشائخ عبدالقدوس
گنگوہی قدس سرہٗ در مکتوب صد و سی و پنجم ۱۳۵
مے فرمایند۔ اگر حلقوم بریدہ نہ شود و در طرف
سینہ گرہ او عند الذبح فرو افتد و ہیچ
ازاں بریدہ نہ شود بدیں ذبح بالا عقدہ
واقع شود ذبیحہ حلال نہ باشد دریں احتیاط
نیکو باید کرد کہ اگرچہ بعضے روایات مرجوحہ
دراں علامت حلال نہ پندارند و آں روایات
را معتبر و مفتی بہ ندانند کہ کار دین است
و کار حل و حرمت است ایں امور معظمہ
را نیکو نگاہ دارند و مہمل نگذارند تا رونق
اسلام و پاکی مسلماناں بکمال باشد و گوشت
اسپ ہرچند در حل او اختلاف است
چہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مکروہ مے دارند
کراہیتہ تحریمی چنانکہ در ذخیرہ و ہدایہ مسطور
است و ایں روایت از وصحت پیوستہ
است و صاحب کنز و وقایہ در سلک
لا یحل کشیدہ است و حرام داشتہ است
خوردن آن نشاید و ترک اکل آن لازم آید
زیرا کہ چوں در حل و حرمت جمع شود حرمت را

یہاں چند سطریں مکتوبات قدوسیہ کی رضی اللہ عن
صاحبہا تبرک اور تائید کی غرض سے نقل کر دینی
مناسب معلوم ہوتی ہیں۔ معدن اسرار ربانی و بحر
دُر معانی حضرت مولانا شیخ المشائخ عبد القدوس گنگوہی
قدس سرہٗ اپنے مکتوب ۱۳۵ میں تحریر فرماتے
ہیں کہ اگر حلقوم قطع نہ ہو اور گرہ بدن کی طرف
رہ جائے اور گرہ کا کچھ حصہ بھی نہ کٹے تو ذبیحہ
حلال نہ ہو گی۔ اس میں اچھی طرح احتیاط کر لینا
چاہیئے۔ اگرچہ بعض روائتوں سے حلت
معلوم ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی اُسے
حلال نہ سمجھیں۔ اور ان روایتوں
کو معتبر اور مفتی بہ گمان نہ کریں کیونکہ
یہ دین کا کام ہے حلت اور حرمت
کا معاملہ ہے اسے معمولی نہ سمجھنا چاہیئے
تاکہ اسلام کی رونق اور مسلمانوں کی
پاکی مکمل رہے۔ گھوڑے کا گوشت
اگرچہ اس کی حلت میں اختلاف ہے لیکن
امام صاحب رضی اللہ عنہ مکروہ تحریمی کہتے
ہیں۔ جیسا کہ ذخیرہ اور ہدایہ وغیرہ میں
موجود ہے۔ کنز اور وقایہ نے بھی
اسے حرام کہا ہے لہٰذا اس کے
کھانے سے احتراز لازم ہے کیونکہ جب حلت
اور حرمت میں اختلاف ہو جائے تو حرمت کو

والاكثر من احد الودجين يحل
والا فلا هو الصحيح من الروايات
والمختار كذا انك لو قطع احد
الودجين معهما وفي الكنز
والذبح بين الحلق واللبة والمذبح
الحلقوم والمرئ والودجان و
قطع الثلاث كاف وفي حاشيته
وعنده يشترط قطع الحلقوم والمرئ
واحد الودجين وعندهما لابد
من قطع اكثر كل واحد من
هذه الاربعة وهو رواية
عن ابي حنيفة رح وعند مالك
يشترط قطع الكل ولا يكفي قطع
الثلث عنده وايضاً في حاشية
وقال الشافعي رح ان قطع الحلقوم
والمرئ يحل وان لم يقطع الودجان
وفي شرح النافع العروق التي
تقطع في الذكاة اربعة لقوله عليه
السلام افر الاوداج بما شئت
فيتناول المرئ والودجين لانه
اسم جمع واقله ثلاثة وقطع هذه
الثلاث لا يمكن الا بقطع الحلقوم
فثبت قطع الحلقوم باقتضائه

اور شہ رگوں میں سے ایک کا اکثر حصہ کٹ جائے
تو حلال ہے ورنہ نہیں یہ روایت صحیح اور مختار ہے
اسی طرح اگر ایک سالم ان میں سے کٹ جائے تو بھی
اولیٰ حلال ہے کنز میں ہے "ذبح حلق اور سینے
کے درمیان میں ہے اور مذبح حلقوم مری اور
ودجان ہیں اور تین کا کٹ جانا کافی ہے"۔
کنز کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ امام اعظم صاحب رح
کے نزدیک حلقوم مری اور ایک شہ رگ کا قطع
کرنا شرط ہے اور صاحبین کے نزدیک چاروں
کا اکثر حصہ منقطع ہونا ضروری ہے یہ روایت امام
صاحب رح سے بھی ثابت ہے امام مالک رح کے نزدیک
تین پر اکتفاء درست نہیں بلکہ چاروں کا قطع
ہونا ضروری ہے۔ کنز کے حاشیہ میں
یہ بھی لکھا ہے کہ امام شافعی رح صاحب کے
نزدیک حلقوم اور مری کے قطع ہو جانے سے
ذبیحہ حلال ہو جاتی ہے اگرچہ ودجان منقطع نہ ہوں۔
شرح نافع میں ہے ذبح میں جن رگوں کا قطع کرنا
ضروری ہے وہ چار ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کا فرمان ہے افر الاوداج بما شئت لہٰذا لفظ
اوداج مری اور ودجان کو بھی شامل ہوگا کیونکہ
اوداج اسم جمع ہے کم از کم تین پر مشتمل ہونا لازم ہے
ان تینوں کا قطع بغیر حلقوم کے ناممکن ہے
لہٰذا حلقوم کا منقطع ہونا اقتضاءً ثابت ہوگا۔

وایضاً فیہ قولہ فلابد من قطع
الحلقوم والمرئ و ھذا من تمام
الدلیل ای لما ناب احد الودجین
عن الآخر یکتفی باحدھما و لما
کان المرئ مخالفا بالحلقوم ولا
ینوب احدھما مناب الآخر
فیشترط قطعھما و فی المعدن
ای ومحل ذبح البقر والغنم بین
الحلق واللبۃ حتی لو وقع الذبح
فوق الحلق قبل العقدۃ و لم
یکن الحلق محل الذبح فتحرم
الذبیحۃ لانہ جعل الحلق محل
الذبح وانہ ینتھی بالعقدۃ
فلما وقع بالذبح قبل العقدۃ
ولم یکن الحلق محلا للذبح
فتحرم الذبیحۃ وما روی فی
المبسوط الزکوۃ بین اللبۃ
واللحیین محمول علی ما اذا وقع
الزکوۃ فی الحلق بعد ان یکون
ما بین اللبۃ واللحیین وقد صرح
فی ذبائح الذخیرۃ ان الذبح
اذا وقع اعلی من الحلقوم لا یحل
واللہ اعلم واما اللبۃ فمحل

اسی کتاب میں یہ بھی موجود ہے۔ کہ حلقوم اور
مری کا قطع کرنا ضروری ہے۔ گویا یہ پہلی
دلیل کا تتمہ ذکر کیا گیا ہے یعنی دو رگ جان چونکہ
ایک دوسرے کے قائم مقام ہو سکتی ہیں ہذیت
پر اکتفا جائز ہے۔ لیکن مری اور حلقوم
علیحدہ علیحدہ ہیں لہٰذا ایکدوسرے کے قائمقام
نہ ہو سکنے کی وجہ سے دونوں کا قطع کرنا شرط
ہوگا۔ معدن میں ہے کہ گائے اور بکری کے ذبح
کرنے کی جگہ حلق اور لبّہ کے درمیان
میں ہے لہٰذا اگر ذبح حلق سے یعنی گرہ سے
اوپر واقع ہو تو ذبیحہ حرام ہوگی۔ کیونکہ حلق
محل ذبح ہے اور وہ عقدہ پر
ختم ہو جاتا ہے۔

لہٰذا محل ذبح میں ذبح واقع نہ ہونے
کی وجہ سے ذبیحہ حرام ہو جائیگی۔
اور مبسوط میں جو روایت ہے کہ ذبح
لبّہ اور لحیین کے درمیان ہے تو وہ
محمول ہے اس پر کہ ذبح حلق میں
واقع ہو اس طریقہ سے کہ سینہ
اور کلائیوں کے درمیان سے قطع ہو۔ ذبائح
ذخیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ اگر
ذبح حلقوم سے اوپر واقع ہو تو ذبیحہ
حلال نہ ہوگی۔ واللہ اعلم۔ لبہ اونٹ کے

ذبح الابل والحلق ای کله واللبة
بفتح اللام المنحر من الصدر وذکر
فی المبسوط الذکوة ما بین
اللبة واللحیین وهذا یدل علی
ان اعلی الحلق اوسطه واسفله
فی ذلک سواء وینبغی ان یحل فیما
اذا وقع الذبح فوق الحلق قبل
العقدة لانه وان کان قبل
العقدة وهو بین اللبة واللحیین
فیحل وذکر فی جامع صغیر لا
بأس بالذبح فی الحلق کله وسطه
واعلاه واسفله وهذا یدل
علی ان المذبح الحلق وانه انتهی
بالعقدة فلما وقع الذبح قبل
العقدة لم یکن الحلق محل
الذبح المقید وهو ان یقع
الذکوة فی الحلق بعد ان یکون
ما بین اللبة واللحیین فلا یجوز
فلا بین روایتی المبسوط
والجامع الصغیر اختلاف من
حیث الظاهر الا ان تاول
بان یقال ان المراد من مطلق
الروایة بالذکوة بان الذکوة

ذبح کرنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔
اور حلق گلے کو کہتے ہیں۔
مبسوط کی روایت الذکاة بین
اللبة واللحیین سے مطلقاً جواز
معلوم ہوتا ہے حلق سے
اوپر ذبح ہو یا وسط میں
یا نیچے اس صورت میں ذبح
فوق العقدہ حلال ہوگی کیونکہ
فوق العقدہ بھی لبہ اور لحیین کے درمیان
میں ہے اور جامع صغیر کی روایت لا باس

بالذبح فی الحلق کله وسطه او اعلاه او
اسفله دلالت کرتی ہے محل ذبح حلق ہے
اور وہ عقدہ پر ختم ہو جاتا ہے
لہٰذا ذبح فوق العقدہ حرام ہوگی۔
فقہ کی ان دونوں روایتوں میں
ظاہرا اختلاف نظر آتا ہے
مگر اس کی توجیہ ہوسکتی
ہے اس طرح کہ مبسوط
کی روایت کا اطلاق جامع
کی روایت سے مقید ہے
یعنے ذبح سینے اور کلائیوں
کے درمیان میں ہی ہے لیکن
جس وقت کہ حلق کے اندر ہو جائے

که اہدائے ثواب طعام وانفاق وبذل مال
بروح میت که امریست مسنون
از روئے احادیث صحیحه ثابت
مثل آنچه در بخاری ومسلم از حال
سعد وغیر آن انتہیٰ موضع الحاجۃ۔
وہم در فوائد برہانیه آمده (مسئله اگر
مال منذور بنام احیاء مستحقین مقرر
کند مراد آنست که نذر برائے خدائے
تعالیٰ است وثواب بناذر وذکر فقراء
منذور لہم بیان مصرف اوست قال
النبی علیه السلام الصدقة تقع فی
کف الرحمٰن وآنچه در بعضے کتب است
که نذر الاولیاء حرام۔ مراد آنست
که نذرے که عبادت است بالخصوص
حقیقت انتساب او بسمت اولیاء
نباید کرد نه آن که ایصال ثواب هم
بانہا وبدیگر اموات ممنوع باشد
مسئله مال منذور بفقراء ذمیان
دادن ہم رواست خلاف الزکوٰۃ۔
سوال۔ اگر گفته شود که یکے از عالمیان
نذر بنام بزرگے مقرر کند باین خیال
که طعام منذور در تقسیم بمسلمانان
خواہم کرد وتصور او تعالیٰ ابرگز در دلش

کہ میت کے روح کو طعام کا ثواب ہدیہ کیا جائے
اور مال کے خرچ کرنے کا ثواب پہنچایا جائے یہ امر
مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ام سعد وغیرہ کا
حال مروی ہے۔
فوائد برہانیہ میں آیا ہے۔ مسئلہ اگر نذر کا
مال زندے مستحقین کے نام مقرر کرے
تو مراد یہ ہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کی ہے اور
ثواب ناذر کے نام ہے اور جن زندے فقراء
کے نام مال مقرر کیا ہے وہ مصرف ہیں جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الصدقة تقع
فی کف الرحمٰن (خیرات پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں پڑتی ہے
اور پھر آپ فقیر کے ہاتھ میں ڈال دیتے ہیں مترجم) اور بعض
کتابوں میں جو لکھا ہے کہ نذر الاولیاء حرام ہے۔ اس
سے وہ نذر ہے جو عبادت ہے اور مخصوص بجناب باری
تعالیٰ ہے (نذر کے شرعی معنی۔ مترجم) درحقیقت اسکا
انتساب سوائے اللہ کی طرف نہ کیا جائے۔ اور یہ نہیں
کہ مال منذور کا ثواب اولیاء اللہ اور دوسرے مردوں کو نہیں
پہنچ سکتا۔ مال منذور کا ذمی (کافر رعایا بادشاہ اسلام) فقیر
کو دینا بھی جائز ہے۔ ہاں زکوٰۃ کا مال ذمی کو دینا جائز
نہیں۔ سوال۔ اگر کہا جائے کہ ایک عالمی آدمی نذر کسی
بزرگ کے نام مقرر کرتا ہے اس خیال سے کہ طعام
نذر شدہ مسلمانوں میں تقسیم کروں گا اور اللہ تعالیٰ کا تصور

نے گذرد کہ ثواب این عمل کہ از جناب
الٰہیست باین بزرگ خو ہد رسید حکم
او بیۂ دین اللہ چیست. وحکم آن
طعام چہ خواہد شد. جواب گوییم دریں
صورت نذر مذکور نارواتہ کفر کما مرّ. مگر
تناول آن چیز جائز کما سیجئی بیانہ مفصلا
غالب کہ بناء اعلیہ مولوی محمد مبین لکھنوی
طاب ثراہ خوردن گوسفند شیخ سدو
کہ بنامش عوام الناس نذر مقرر میکنند
بشرطیکہ ذبح بنام خدائیتعالیٰ شدہ جائز
نوشتہ اند و نذر را ناجائز انتہیٰ۔
درہماں فوائد برہانیہ مسطور است
مسئلہ۔ چیز نذر را ناذر و عیال او
نخورند ہر قدر کہ خواہند خورد از عہدہ
آن بری الذمہ ازاں نذر نتوانند شد
کذا فی السراج المنیر۔ نقلا عن الکتب
الاُخر دریں صورت مناسب آنست
کہ طعام و حلوہ زائد از مقدار نذر بہم
رسانند تا ہر قدریکہ

اس نذر ماننے کے وقت اسکے دل میں نہیں گذرتا
کہ اس عمل کا ثواب جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ملتا ہے
ہے اس بزرگ کو پہنچیگا تو یہ نذر اللہ تعالیٰ کے نزدیک
جائز ہے اور اللہ تعالیٰ ثواب اس نذر کا دیگا یا نہیں
اور اس طعام کا کیا حکم ہے۔ جواب ہم کہتے ہیں کہ اس
صورتمیں نذر ناجائز ہے اور اس نذر کا کوئی ثواب نہ
ہوگا۔ مگر اس نذر کو اس حالتمیں بھی کفر نہ کہا جائیگا۔
اسلئے کہ نذر شرعی نہ تھی تاکہ غیر کی طرف منسوب ہوکر
موجب کفر ہوتی۔ ہاں نذر عرفی یعنی ایصال ثواب
مگر چونکہ جناب باریتعالیٰ کا ثواب نذر کو معلوم نہیں
نذر یعنی ایصال ثواب نہوگی بلکہ اسراف ہوگا جو ناجائز
ہے۔ ہاں اس چیز کا کھانا ممنوع نہیں ہوگا جیسا کہ اس
کا بیان مفصلاً آئیگا۔ غالباً اسی بنا پر مولوی محمد مبین لکھنوی
طاب ثراہ نے شیخ سدو کی بکری کا کھانا جو عوام الناس شیخ سدو
کے نام نذر کرتے ہیں جائز لکھا ہے بشرطیکہ ذبح کیوقت خدا
تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو اور نذر کو ناجائز لکھا ہے انتہیٰ۔
نیز فوائد برہانیہ میں لکھا ہے مسئلہ۔ جو چیز نذر کیجائے
اس چیز کو نذر کرنیوالا اور اسکے اہل و عیال نہیں کہا سکتے۔
اور اگر ناذر اور اسکے اہل و عیال نے کھا لیا تو جس قدر
کھایا ہے اس سے بری الذمہ نہ ہونگے بلکہ اسقدر
نذر پھر ادا کرنی پڑیگی کذا فی السراج المنیر نقلاً عن
الکتب الاخر اس صورتمیں مناسب یہ ہے کہ طعام اور
حلوا نذر کی مقدار سے زائد مہیا کریں اور نذر جسقدر

ناذر و عیالش خواہند خورند داخل
ازنذر خواہد شد۔

مسئلہ۔ نذر باغنیا ندہد۔ کہ حق
فقیر است۔ فی جامع البرکات للشیخ
عبدالحق الدہلوی قدس سرہٗ مدار بر
نیت است۔ پس آنچہ برائے
اہل وعیال میت پزند مخصوص
بایشان دارند۔ غیر ایشان را مباح
نباشد۔ آنچہ بر نیت تصدق بر فقراء
نباشد ہدیہ مر اغنیاء را آنچہ بر نیت ضیافت
مسلمین پزند خوردن او غنی و فقیر را
رواست چنانچہ در اعراس مشائخ ہند

مسئلہ۔ اگر کسے بہ نیت خود نذر
مقرر نہ کردہ است اما تبرعا برائے
فاتحہ میت ماکولات بہم رسانیدہ
پس ہر قدر کہ خود مع عیال خورد
ثوابش بمیت نخواہد رسید مگر
مواخذہ آن بذمہ آنکس نیست
و دادن آن باغنیاء ہم جائز۔

زائد طعام یا حلوا ہو اسکو ناذر اور اسکے اہل وعیال
کھالیں۔

مسئلہ۔ نذر کا دولتمند اور غنی کو دینا ناجائز ہے
اسلئے کہ نذر کا مال فقراء کا حق ہے۔ حضرت شیخ
عبدالحق محدث دہلوی جامع البرکات میں تحریر فرماتے
ہیں نیت پر مدار ہے پس جو کچھ میت کے اہل وعیال
کیلئے پکایا جائے وہ ان کے لئے خاص رکھا جائے ان
کے اغیار کیلئے جائز نہیں۔ اور جو چیز اس نیت
سے پکائی جائے کہ میت کی طرف سے خیرات ہوگی
مساکین کیلئے وہ مساکین کو دی جائے اور جو چیز خیرات
اور تصدق فقراء کی نیت سے نہ ہو وہ اغنیاء کو
بطور ہدیہ مل سکتی ہے اور جو چیز ضیافت کی نیت
سے پکائی جائے اس کا کھانا فقرا و غنی ہر ایک کو جائز
ہے۔ جیسے بزرگان ہند کے عرس مسئلہ۔ اور اگر کسی
شخص نے ایصال ثواب کی نذر تو نہیں مانی مگر بلا
نذر تبرع اور عنایت اور احسان کے طریق پر میت
کی فاتحہ دلانے کیلئے کھانے کی اشیاء مہیا کی گئی
ہوں ان کھانے کی اشیاء سے جس قدر خود کھائیگا
یا اپنے اہل وعیال کو کھلائیگا۔ اسکا ثواب
میت کو نہ پہنچیگا۔ ہاں اس کا مواخذہ بھی
نہ ہوگا۔ کہ اسی قدر دوبارہ مہیا کرسکے
فقراء کو دے اور ایسی صورت میں اغنیاء
کو بھی اس کا دینا جائز ہے۔

مسئلہ۔ نذر شرعی چند قسم است
نذر مطلق چوں نذر صوم بلا تعین
یوم و نذر مقید چوں صوم یوم جمعہ
و بلا شرط چوں نذر صومہائے مذکورہ
و صلوٰۃ نفل دوگانہ و بشرط برآمدن
حاجت۔ چنانچہ کسے بر خود نذر خدا
بشرط شفاء بیمار ملتزم کند یا نذر
حق سبحانہ و تعالےٰ و ثواب او
بروح بعضے بزرگان اموات
بلا شرط خواہ بشرطے متعین کند چنانچہ
بگوید ایں قدر طعام برائے نذر خدا
و ثواب او بروح غوث الاعظم مقرر
کردم و ہمچنیں بگوید بشرط برآمد
حاجت نذر خدا و ثواب بروح
فلانے متعین کردم ایں ہمہ نذر
مشروع اند واجب الادا۔ باز در
ہماں فوائد مے نویسد مثال دیگر
از روئے کتب حدیث چوں مشکوٰۃ
شریف و غیرہ بفہم مے آید کہ قومے از
کفار نو مسلم کہ ہنوز احکام اسلام را
خوب ماہر نبودند گوشت ذبیحہ بطور
ہدیہ بخدمت حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا فرستادند جناب ممدوحہ مکرمہ

مسئلہ۔ نذر شرعی چند قسم ہے
(۱) نذر مطلق مثل نذر روزہ کے
تعین دن کے سوا۔
(۲) نذر مقید مثلاً نذر روزہ یوم جمعہ
(۳) بلا شرط مثل نذر روزہ ایام مذکورہ
و نماز دوگانہ۔
(۴) مع شرط حاجت پوری ہونے کے
جیسے نذر خدا تعالےٰ بشرط شفاء بیمار
یا نذر اللہ تعالےٰ و ثواب بروح
غوث اعظم مقرر کرے اور کہے
کہ اگر میری حاجت پوری ہو
گئی تو یہ چیز مثلاً گائے نذر خدا
اور ثواب فلاں بزرگ کو دونگا
یہ سب اقسام مشروع ہیں
اور واجب الادا ہیں۔
فوائد برہانیہ میں پھر
فرماتے ہیں ایک دوسری مثال
کتب حدیث مثل مشکوٰۃ شریف
وغیرہ سے لکھی جاتی ہے۔ ایک قوم
کفار نے اسلام قبول کیا ابھی تک انہوں نے
احکام اسلام میں مہارت پیدا نہ کی تھی انہوں نے گوشت
ذبیحہ بطور ہدیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی
خدمت میں ارسال کیا جناب ممدوحہ مکرمہ رضی اللہ عنہا

به قرائن عقلیه که طریقه ذبح شرعی
خوب نمے دانستند در تناول آن
گوشت تامل فرمودند آخر از جناب
آنحضرت علیه السلام استفسار
فرمودند۔ ارشاد شد بگو بسم اللہ و
بخور آن گوشت را علماء شراح حدیث
دراں مقام نوشته اند۔ خلاصه اش
آنکه حمل فعل مسلم برامر نامشروع تا
یقیناً معلوم نه شود نباید کرد۔
بالجمله مادام از حال نیت یقیناً
بزبانی ذابحان لبقره منذوره معلوم
نه شود و بهوگ جان جانور بتقرب
آن بزرگ اثبات نه رسد از راه
قرائن حکم بحرمت او قطعاً نباید
ساخت اما تقوے چیزے دیگر
است لاکلام فیه وآنچه در حدیث
شریف دع مایریبک الخ وارد است
امر دران مقام برائے استحباب
است نه برائے وجوب واللہ اعلم
انتهیٰ۔ موضح الحاجته۔ از تامل
درآنچه نوشته شد بر ناظر مخفی
نمانده باشد که در حیوان منذور
برائے اولیاء تشهیر وانتساب او

نے اس گوشت کے تناول میں تامل فرمایا اسلئے
کہ قرینہ عقلی (انکی عدم مہارت احکام شرعیہ میں)
اس کا موید بنا آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے دریافت فرمایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ
بسم اللہ پڑھ کر اس گوشت کو کھالو۔ علماء
شراح حدیث کے اس مقام میں لکھتے
ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حمل فعل مسلم
کا امر نامشروع پر نہ کرنا چاہیئے جبتک
کہ یقیناً معلوم نہ ہو کہ اس مسلم سے امر نامشروع
صادر ہوا ہے۔ خلاصہ کلام جب تک نیت
نذر کرنے والے کا حال اسکی زبان سے معلوم
نہ ہولے اور بھوگ جان جانور اس بزرگ کے
تقرب کیلئے قطعاً ثابت نہ ہوگا محض قرائن
سے حکم حرمت ذبیحہ منذورہ کا نہیں دیا
جا سکتا۔ ہاں احتیاط دوسری چیز ہے
اور حدیث شریف میں جو وارد ہے
دع مایریبک آہ امر اس مقام میں
استحباب کے لئے ہے نہ وجوب کے لئے اگر
کوئی تامل اور تفکر سے کام لیگا۔ تو اس تحریر سے
جو اوپر لکھی گئی ہے دیکھنے والے کو واضح
ہو جائیگا۔ کہ جو جانور اولیاء اللہ کی نذر
کیا جاتا ہے۔ اس کا انتساب
اور تشہیر اس بزرگ کے نام پر

بنام اوشان موجب حرمت شده نمے تواند ونیز ذبح اورا از قبیل ذبح للتقرب الیٰ غیر اللہ شمرده حرام گفته نمے تواند وہمچنین اطلاق لفظ نذر اورا حرام نمے گرداند لما عرفت فی الابواب الثلثۃ آرے مسلم را از اطلاق لفظ نذر گو معنی عرفی مراد داشته باشد اجتناب باید۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم ؛

موجب حرمت کا نہیں ہوسکتی ہراس جانور کی ذبح کو بوجہ اس امر کے کہ جو ذبح غیراللہ کے تقرب اور تعبد کیلئے ہوتی ہے وہ حرام ہوتی ہے حرام نہیں کہا جاسکتا۔ اوراسی طرح اطلاق نذر موجب حرمت نہیں ہوسکتا جیسا کہ پہلے ابواب ثلاثہ سے معلوم ہوچکا ہے۔ ہاں مسلم کے لئے لفظ نذر کے اطلاق سے پرہیز کرنا چاہیئے اگرچہ مراد معنے عرفی ہوں بلکہ لفظ ہدیہ اور نیاز اور ایصال ثواب و امثالہ کو لینے چاہیئے ؛

استفتاء جواب طلب!

از علماء کوئٹہ نجیب اللہ خان علاقہ ہزارہ

مافولکم دام فضلکم صور مسطورہ میں ایک شخص نذر معین کرے اس طور پر کہ اگر میرا مریض اچھا ہوجائے یا مسافر میرا گھر میں خیریت سے آجائے تو میں اللہ کے نام کا بکرا دونگا اور ثواب اس ولی اللہ کو پہنچاؤں گا۔ دوسری صورت میں اے ولی اللہ اگر میرا مریض اچھا ہوجاوے تو میں تیرے نام کا بکرا دونگا۔ تیسری صورت اے ولی اللہ اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا یا میرا مطلب تم نے ادا کیا تو میں تمہارے نام کا بکرا دونگا۔ پھر بعد حصول حاجت کے بکرا لے کر ولی اللہ کی قبر کے نزدیک ذبح کرے کہ میں نے اس ولی اللہ نے نگاہ رکھا ہے یا اپنے گھر میں ذبح کرے کیا ان صورمیں وفاء نذر واجب ہے یا نہ ؟ اور ذبیحہ حلال ہے یا حرام اور حرمت کی وجہ ارتداد ہے یا غیر اور وجہ ارتداد کی ولی اللہ کو متصرف حقیقی جاننا ہے یا وسیلہ کی

صورت میں بھی دبر وجہ اول اگر وہ مرتد نہ ذبح کرے کوئی اور کرے تو پھر بھی ذبیحہ حلال ہے یا نہ۔ بینوا و توجروا۔

جواب

پہلی صورت میں ایفاء نذر واجب ہے اور ذبیحہ حلال ایسا ہی دوسری صورت میں بھی اگر مقصود ذبح اور جانکشی للہ ہے اور ایصال ثواب ولی کے لئے اور اگر نفس ذبح ولی کے لئے ہے تو ذبیحہ حرام اور ایفاء بالنذر واجب نہیں۔ تیسری صورت میں اگر ولی کو وسیلہ سمجھ کر ایصال ثواب مقصود ہو تو جائز اور ایفاء واجب ہے ورنہ ذبیحہ حرام اور ایفاء غیر واجب۔ خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز دہلوی اپنے والد ماجد سے رضی اللہ عنہما فتاوے عزیزی میں نقل فرماتے ہیں۔

استعانت بارواح دریں امت بسیار وقوع آمده آنچه جہال و عوام اینہا مے کنند ایشاں را در ہر عمل مستقل دانستہ اند بلا شبہ شرک جلی ست و نذر اولیاء کہ برائے اقتضائے حوائج معمول و مرسوم است اکثر فقہاء بحقیقت آنہا پے نبردہ اند و آں را بر نذر خدا قیاس کردہ حکم بر ذت برآوردہ اند کہ اگر نذر بالاستقلال برائے آں ولی ست باطل و اگر برائے خداست و ذکر ولی برائے بیان مصرف است صحیح است لیکن حقیقت ایں نذر آنست کہ اہدائے ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امر ایست مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ما ورد فی الصحیحین من حال ام سعد

ارواح سے مدد لینا اس امت میں بہت واقع ہوا ہے اور وہ جو جہال اور عوام کرتے ہیں کہ ان ارواح کو ہر کام میں مستقل خیال رکھتے ہیں بلا شبہ شرک ہے اور نذر اولیاء اللہ کہ حاجات کے پورا ہونے کے لئے معمول ہے اور اس کی عادت ہے اکثر فقہاء کو اس نذر کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی انہوں نے نذر اولیاء کو نذر خدا پر قیاس کر کے زیادہ حکم دیا کہ اگر نذر بالاستقلال اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر خدا تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر فقط مصرف کا بیان ہے تو صحیح ہے لیکن اس نذر اولیاء اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ طعام اور مال کے خرچنے کا ثواب کسی ولی اللہ کی روح کو ہدیہ کرنا اور یہ امر مسنون ہے اور صحیح احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ام سعد وغیرہ کے قصے میں

وغیرہ این نذر مستلزم مے شود پس حاصل
این نذر آنست کہ مثلا اہداء ثواب ہذا القدر
الیٰ روح فلاں و ذکر ولی برائے تعیین
عمل منذور است نہ برائے مصرف و مصرف
این نذر نزد ایشاں متوسلان آن ولی
مے باشند از اقارب و خدمہ و ہمطریقاں
وامثال ذالک وہمیں است مقصود
نذر کنندگان بلاشبہ وحکمہ انہ صحیح
یجب الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع
آرے اگر آن ولی را حلال مشکلات
بالاستقلال یا شفیع غالب اعتقاد
مے کند این عقیدہ او منجر بشرک و فساد
مے گردد لیکن این عقیدہ چیزے دیگر
است و نذر چیزے دیگر۔ انتہیٰ
فتاویٰ عزیزی ص ۱۲۸۔

اور یہ نذر اسے اہداء ثواب کرتا مستلزم ہے
پس اس نذر کا حاصل یہ ہو کہ میں اس قدر
ثواب فلاں ولی کی روح کو ہدیہ کرتا ہوں
اور ولی کا نذر اس عمل منذور کی تعیین کے
لئے ہے نہ بیان مصرف اور مصرف اس نذر کا نذر
کنندگان کے نزدیک اس ولی کے رشتہ دار اور
خدام اور پیر بھائی وران جیسے لوگ در نذر
کنندگان کا بے شک یہی مقصد ہوتا ہے
اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے
اور اس کے وفاء واجب ہے اس لئے کہ یہ
عبادت شرع میں معتبر ہے ہاں اگر اس ولی کو
مستقلاً مشکلات کا حل کرنیوالا اعتقاد رکھیں
یا اس کو شفیع غالب سمجھیں تو عقیدہ شرک و
فساد کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر یہ عقیدہ اور چیز
ہے اور نذر دوسری چیز الخ فتاوی عزیزی ص ۱۲۸

اسی سے دوسری اور تیسری صورت کا حکم معلوم ہوگیا یعنی ایفاء نذر واجب
اور ذبیحہ حلال کیونکہ (میں تیرے نام کا بکرا دونگا) عمل منذور کے معین کرنے کے
لئے ہے پس نذر اللہ کے لئے اور ثواب طعام روح ولی اللہ کے لئے ہوگا۔ اور
یہ قول بیان مصرف گوشت ذبیحہ کے لئے نہیں تاکہ یہ ہبہ اور تملیک لغو اور
بے جا سمجھ کر اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام نہ کہا جائے۔ چنانچہ
بحرالرائق میں ہے۔

وما یؤخذ من الدراہم والشمع والزیت
وغیرہا وینقل الی ضرائح الاولیاء تقربا

اور وہ دراہم اور شمع اور تیل اور دوسری
اشیاء جو اولیاء اللہ کے مزاروں پر لوگ لے

الیہم فحرامٌ باجماع المسلمین۔ انتہی۔ لیے ہیں اور ان سے غرض ان ولیاء اللہ کا تقرب ہے تو وہ حرام ہیں:

اس عبارت میں لفظ (تقرباً الیہم) قابل غور ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ حرمت اسی صورت میں ہے جس میں ناذر کو ایصال ثواب سے کچھ غرض نہیں بے شک اس صورت میں اسراف ہونے کی وجہ سے حرمت ثابت ہوگی۔ اگر تقرب الیہم منظور نہیں بلکہ نقل اُن اشیاء کا صاحب مزار کے اقارب وخدام کیلئے ہے اور روح ولی کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو حرمت نہ ہوگی۔ کیونکہ مفہوم مخالف روایات میں بالاتفاق معتبر ہے۔ فوائد برہانیہ میں ہے:۔

در بحر الرائق و بعضی دیگر کتب معتبرہ مرقوم است خلاصہ اش آنکہ اگر کسی طعام ونحوہ بر قبر بزرگے آرد تقرباً لہ پس درست نیست و حرامٌ اگر نیت بود کہ آں را بمسلمانان زندہ دہد تا ثواب ایں کار بروح صاحب قبر رسد نہ طعام پس جائز است انتہیٰ۔

بحر الرائق اور بعض دوسری معتبر کتابوں میں لکھا ہے خلاصہ اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانا وغیرہ کسی بزرگ کی قبر پہ اس کے تقرب کی خاطر لائے تو یہ درست نہیں اور حرام ہے۔ اور اگر نیت یہ ہو کہ اس کھانے وغیرہ کو زندہ مسلمانوں کو دے گا اور طعام دینے کا ثواب صاحب قبر کے روح کو پہنچائے گا۔ تو یہ جائز ہے۔ا

(پھر بعد اس کے لکھتے ہیں)

غالباً سبب منع اینچنیں امور این است کہ ازیں طعام و مال موہوب لہ منتفع نہ شود اسراف است وتبذیر قال اللہ تعالےٰ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین الآیہ۔ وہبہ بمردہ نارواو مع ہذا اگر بتقرب او باشد مشابہت دارد

غالب یہ ہے کہ اس قسم کے امور کی ممانعت کا سبب یہ امر ہے کہ اس طعام و مال سے موہوب لہ یعنی صاحب قبر کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوتا پس یہ اسراف اور تبذیر ہوا اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اسراف کرنیوالے شیطان کے بھائی ہیں اور ہبہ مردہ کو کرنا ناجائز ہے۔ اور اسکے ساتھ اگر یہ فعل مردے کے تقرب ہو تو مشابہت فعل کفار کے

تو غالباً یہی کہ رو ہے

یا فعل کفر کہ پیش اصنام تقرباً لہا حلوا موہن بھوگ وغیرہ مے گذارند و مے دہند و مے دانند کہ آنہا مے خورند واللہ اعلم۔ ومن تشبہ بقوم فہو منہم۔ انتہیٰ۔

کے ساتھ لازم آئے گی اس لئے کہ وہ بتوں کے سامنے ان کے تقرب کی خاطر حلوہ موہن بھوگ وغیرہ چڑھا دیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ نہیں کھاتے اور جو کسی قوم کے مشابہ ہو وہ انہیں سے ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

رہا یہ قول ناذر کا (اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا) سو اگر مقصود اس کا اس نسبت سے شفیعانہ طور پر ہے۔ تو مضائقہ نہیں۔ نسبت وسائل کی طرف قرآن کریم سے ثابت ہے۔ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا[ط] ہاں اگر ہر دو فقرہ مذکورہ بالا میں یعنی (میں تیرے نام کا بکرا دوں گا) اور (اگر میرا مریض تم نے اچھا کیا) استقلالی طور پر نسبت ہے یا شفیع غالب سمجھ کر تو بے شک ناذر مرتد ہے اور ذبیحہ اس کی ذبیحہ مرتد ہے اور اگر ناذر مرتد خود نہ ذبح کرے بلکہ دوسرے مسلمان سے خدا کے نام پر ذبح واقع ہو تو ذبیحہ حلال ہے۔

عالمگیری میں ہے:۔

مسلم ذبح شاۃ المجوسی لبیت نارہم او الکافر لآلہتہم توکل لانہ سمی اللہ تعالیٰ ویکرہ للمسلم کذا فی التاتارخانیہ ناقلا عن جامع الفتاوی انتہیٰ۔

مسلمان کسی آتش پرست کی بکری ذبح کرتا ہے برائے آگ کے گھر کے یا کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے ذبح کرتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے اس لئے کہ ذبح کے وقت نام اللہ تعالیٰ کا لیا گیا ہے ہاں مسلمان کے لئے مکروہ ہے۔

فوائد برہانی میں ہے:۔

مجوسی گاوے بمسلمانے داد کہ بنام نار کہ معبود اوست ذبح کند مسلم بنام خدا ذبح کرد گوشت او حلال است کذافی

اگر کوئی آتش پرست ایک گائے کسی مسلمان کو اس غرض سے دے کہ وہ ہمارے معبود آگ کے نام سے ذبح کرے مگر مسلمان نے اللہ کے نام سے ذبح کیا تو اس کا گوشت

حلال ہے

ـــــــــــــ

لے کراہیت کی وجہ تشبیہ و انتساب بنام غیر نہیں بلکہ عدم تعمیل ارشاد مالک کی وجہ سے غصب ہوگا اور حرمت متعلق حق الغیر ہوگی کما صرح بہ بعض الفضلاء ۱۲ از مؤلف۔

۔ت میں تجھے پاکیزہ لڑکا عطا کروں

کتب الفقہ انتہیٰ۔

اور قبر پر ذبح کرنا موجب حرمت نہیں تاوقتیکہ تقرب الیٰ صاحب القبر قصد نہ کیا جائے۔ جناب خاتم المحدثین لکھتے ہیں:۔

وکذا اذا ذبح شاۃً علی نصب من الانصاب، او علی قبر من القبور وقصد بہ التقرب الی صاحب القبر او صاحب النصب وذکر اسم اللہ علیہا لا تحل لہذا النص الصریح ومدار کل ذٰلک علی قصد التقرب الی غیر اللہ او تغییر الطریق المشہور فی الذبح انتہیٰ۔

اور اسی طرح حلال نہیں جب ذبح کرے بکری کسی نشان پر نشانوں سے یا قبر پر قبور سے اور قصد اس صاحب قبر یا صاحب نشان کا تقرب اور عبادت ہو اور اللہ تعالیٰ کا نام بھی اس پر ذکر کرے تو حلال نہیں ہوگی۔ اور مدار اس کا نیت عبادت اور تقرب ہے یا ذبح کے مشہور طریق کا بدل دینا۔

خلاصہ آنکہ صور مسطورہ فی السوال میں الفاظ نذر واجب اور ذبیحہ حلال بشرطیکہ اُس ولی کو مستقل اور شفیع غالب نہ مانا جائے۔ اور ذبح وجانکنشی اللہ جل شانہٗ کے لئے ہو نہ اُس ولی کے لئے۔ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ اور حاجی الحرمین مفسر اصولی فقیہہ مصنف تفسیر احمدی اور مولانا برہان الدین وغیرہم محققین نے عوام کی مراد کو صاف واضح کر دیا ہے۔

رہے قرائن آیا ان کی رو سے بھی عوام کی مراد وہی ثابت ہوتی جو محققین نے اوپر بیان کی ہے یا نہ سو اُس کو ناظرین اسی رسالہ سے مختلف موقعوں پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

علمائے کرام پر واجب ہے کہ جہال کو مجالس وعظ میں ایسے الفاظ کی ہدایت فرمایا کریں کہ جن میں کسی قسم کا کھٹکا نہ ہو۔ صاحب بوارق ندیہ صفحہ ۱۲۱ میں لکھتے ہیں:۔

ونذر اولیاء بر سہ وجہ مباح است یکے آنکہ بگوید الٰہی اگر آں مراد من حاصل شود نذر تو بخدام مزار آں صالح رسانم

نذر اولیاء تین وجوہ سے مباح و جائز ہے پہلی یہ کہ نذر کرنے والا اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کرے کہ اگر میری مراد حاصل ہوگئی تو اے اللہ تیری نذر فلاں

دوئم اینکہ بگوید۔ یاحضرت درجناب
الٰہی برائے این مشکل دعا بکنید۔
کہ ایں مراد حاصل شود از طرف شما
درجناب الٰہی این قدر طعام یا نقد سالم
تا ثواب عاید بشما شود۔ سیوم آنکہ
آن بزرگ را درجناب الٰہی وسیلہ
و شفیع سازد گویا مے گوید الٰہی ببرکت
روح فلاں بزرگ و بحق عنایات و
مہربانی خود ہر دو اگر مشکل من آسان
کنی این قدر مال برائے تو بدہم و ثواب
آن تنخواہ روح آن بزرگ سازم تا از
بر و احسان بآن بزرگ خوشنود شوی
این کہ گفتم ملتقط است از رسالہ نذور
مولوی رفیع الدین کہ درہمیں ایام بما رسیدہ
و ہمانست مراد صاحب احمدی کہ
نذر الاولیاء ماول والحق المبین ماقال
مولانا محمد مبین موافقا للفقہاء المحققین
فی رسالۃ فی النذور و نذر شیخ سدو
و امثال آں حرام است و بزوما نند آن
کہ بنام شیخ سدو ذبح مے کنند اگر وقت
ذبحش نامش گرفتہ باشند گوشت مردار
شود و خوردنش روا نباشد۔ قال اللہ
و لا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ

بزرگ کے مزار کے خدام کو دونگا۔ دوئم یہ کہ کسی بزرگ
کو مخاطب بنا کر یاحضرت آپ جناب الٰہی میں میری اس
مشکل کیلئے دعا کریں کہ میری یہ مراد حاصل ہو جائے
آپ کی طرف سے اس قدر طعام یا نقد جناب الٰہی
میں بطور تصدق پیش کرونگا تاکہ آپکو ثواب پہنچے سوئم
یہ کہ اس بزرگ کو جناب باریتعالیٰ میں وسیلہ اور
شفیع بنا کر عرض کرے الٰہی فلاں بزرگ کے روح
کی برکت سے اور بحق اپنی مہربانی اور عنایت ہر دو
امر کے اگر میری مشکل حل فرمائیگا تو اس قدر مال
آپ کے لئے خیرات کرونگا اور ثواب اس کا اس
بزرگ کے روح کو بخشونگا تاکہ اس بزرگ پر
احسان کرنے سے آپ راضی ہو جائیں اور یہ تمام
مضمون مولوی رفیع الدین صاحب کے رسالہ
نذور سے اکٹھا کیا گیا ہے جو آج کل ہی
ملا ہے اور یہی مراد ہے صاحب تفسیر احمدی
کی جو فرمایا اولیاء کی نذر کی تاویل کیجاتی ہے)
صاف اور سچی بات وہ ہے جو مولانا محمد مبین فرنگی محلی نے
فقہاء محققین کی موافقت کرتے ہوئے رسالہ نذور
میں لکھی ہے۔ کہ شیخ سدو اور دیگر بزرگوں کی نذر
حرام ہے بکری اور گائے وغیرہ جو شیخ سدو کے نام پر
ذبح کرتے ہیں اگر بوقت ذبح شیخ سدو کا نام لیکر
ذبح کریں تو ذبیحہ حرام اور کھانا اس کا ناجائز اور
اگر اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ذبح کیا جائے تو گو دل میں نیت شاہ سدو

علیہ وانہ لفسق۔ واگر بنام خدا بہ
بسم اللہ اکبر ذبح کردہ باشند اگرچہ در دل
نیت فاسد دارند ظاہر اً خوردنش حلال
باشد لیکن متقی و پرہیزگار را باید کہ نخورد
والا جاہلان گمان برند کہ این نذر حلال
است پس گمراہ نشوند۔ انتہیٰ۔

ہی ہو ذبیحہ حلال ہے اور
کھانا جائز ہے۔ ہاں متقی کو
کھانا مناسب نہیں تاکہ لوگ
اس ذبیحہ کو ہر حالت
میں حلال رہنا نہ سمجھ
لیں۔ آہ

و تخصیص منذور مفہوم نمے شود از تفصیل ذیل

وہم در ان کتاب نوشتہ۔ استفتاء
از مولوی رفیع الدین۔
سوال۔ تخصیص ماکولات در فاتحہ
بزرگان مثل کھچڑہ در فاتحہ امام حسین
رضی اللہ عنہ و توشہ در فاتحہ شیخ
عبدالحق وغیرہ ذلک و ہمچنان تخصیص
خورندگان چہ حکم دارد۔
جواب۔ فاتحہ و اطعام کہ بے شبہ
از مستحسنات است و تخصیص کہ فعل
مخصص است باختیار اوست باعث
منع نمے تواند شد این تخصیصات از
قسم عرف و عادات اند کہ بمصالح
خاصہ و مناسبت خفیہ ابتدا بظہور آمدہ
رفتہ رفتہ شیوع یافتہ در حق کھچڑہ کہ
صاحب در مختار و صاحب قنیہ و دیگر

اور اسی کتاب (فوائد برہانیہ) میں یہی لکھا ہے
استفتاء از مولوی رفیع الدین۔
سوال۔ بزرگوں کے فاتحہ دلوانے میں طعام کی
تخصیص مثلاً امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ
دلواتے وقت کھچڑہ (ہریسہ) کو خاص کیا جاتا ہے
شیخ عبدالحق کی فاتحہ دلوانے میں توشہ خاص اور
اسی طرح کھانے والوں کی بھی تخصیص کیجاتی ہے ان ہر دو
تخصیصات کا کیا حکم ہے؟ جواب۔ فاتحہ دلوانا اور
طعام کھلانا بلا شبہ مستحسن ہے اور تخصیص مخصص
شخص کا فعل ہے جو عام اور اسکے کرنے والوں کا مخصص ہے
اور اسکے اختیار میں ہے پس یہ تخصیص مستحب کے ممنوع
ہونیکا باعث نہیں ہوسکتی اور یہ تخصیصات رسم و رواج اور
عادات کی قسم ہیں ابتدا ان کی کسی خاص مصلحت اور مخفی
نکتہ کی وجہ سے ہوئی اور رفتہ رفتہ شائع اور رائج ہوگئیں کھچڑہ
جس کو عربی میں ہریسہ اور دہلی وغیرہ میں حلیم بھی کہتے ہیں کے بارہ میں

فقہاء تصریح نمودہ اند و تخصیص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذبح جانور و تقسیم گوشت آن را بصد یق خدیجہ رضی اللہ عنہا بطریق صحیح ثابت است۔ واللہ اعلم۔

مولانا عبداللہ گجراتی کہ از اعاظم علماء و صلحائے وقتِ خود و معاصر شیخ عبدالحق دہلویست در وصیت نامہ خود نوشتہ است تقییدات و تخصیصات در اوضاع و تراکیب معقولات و تعینات در مقررات بفاتحہ ہائے و تبازئے بزرگان از ارتفاقات و رسوم صالحہ است چراکہ معمول مشائخ کرام و اولیاء عظام است کسانیکہ کمال ظاہری و باطنی ایشان متفق علیہ کافۂ اہل اسلام است بران مقید بودہ اند وحکم کردہ اند بلکہ بعضے از تراکیب کذائیہ مشہورہ کہ فاتحہ و نیاز فلان بزرگ بایں طور و برین چیز باید در رسائل و اوراد اکابر ہم بنظر آمدہ مثل ترکیب توشہ اصحاب کہف وغیرہ گو اصل لم معلوم نیست فاما عمل بداں مناسب کہ داخل تجربیات است

صاحب درمختار و صاحب قنیہ و دوسرے فقہاء نے تصریح کر دی ہے۔ درصحیح طریق سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جانور ذبح فرماتے تھے اور با تخصیص حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے مخلصین میں اس کا گوشت تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب

مولانا عبداللہ گجراتی جو کہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم اور صالح تھے اور شیخ عبدالحق دہلوی رضی اللہ عنہم کے ہمعصر تھے اپنے وصیت نامہ میں خود تحریر فرماتے ہیں بزرگان طریقت کی نیاز دلانے میں جو طعام پکایا جاتا ہے اس کی وضع و ترکیب میں جو قیود اور تخصیصات ملحوظ رکھی جاتی ہیں اور فاتحہ دلوانے کے ساتھ جو خاص خاص سور اور آیات پڑھی جاتی ہیں یہ تخصیص اور تعیین نیک رسوم و عادات حسنہ کے قبیلہ سے ہیں۔ اسلئے کہ یہ تخصیصات و تعینات مشائخ عظام اور اولیاء کرام کے معمول ہیں اور وہ ان پر عمل کرتے رہے ہیں اور وہ لوگ ان تخصیصات اور تعینات پر پابندی فرماتے اور حکم کرتے رہے ہیں کہ جن کے ظاہری اور باطنی کمال تمام اہل اسلام کے نزدیک متفق علیہ ہے بلکہ بعض اس قسم کی ترکیبیں جو مشہور ہیں (مثلاً فلان بزرگ کا فاتحہ اور نیاز اس طرح اور اس چیز پر دیئے) رسائل اور وظائف اور اوراد کی کتابوں میں جو ان اکابر سے مدون کئے گئے ہیں نظر آتی ہیں جیسے اصحاب کہف کے توشہ کی ترکیب گو جس کی اصلی علت معلوم نہیں مگر اس پر عمل کرنا مناسب ہے اس لئے کہ تجربیات میں داخل ہے۔

و در رُقی کہ ازیں قسم تخصیصات للطرق صحیح
مرویست و فرقے نیست میان آں
و این وظهور برکات و آثار درین
تخصیصات از یقینیات است مثل
سائر تجربیات انتهیٰ کلامه۔
وبالجملہ در صورت مسطورہ خوردن
گوشت ذبیحہ حلال است لوجود
شرائط الذبح وخروجها من الصور
المستثناة فی الآیة نعم اذ قصد بذبحها
التقرب الی صاحب القبر فحرام عند الاکثر
ومکروہ عند البعض واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

اور رُقے (جمع رقیہ) کہ میں بھی اس قسم کی تخصیص طُرق
صحیح مروی ہیں ان میں اور ان رقے میں کوئی فرق
نہیں، برکات کا ظہور اور اثر ان تخصیصات میں
یقینیات سے ہے مثل تجربیات کے ترجمہ ختم ہوا۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو صورتیں
سوال میں مذکور ہیں ان صورتوں میں ذبیحہ
کا گوشت کھانا حلال ہے اس واسطے
کہ شرائط ذبح موجود ہے اور جو صورتیں آیت
میں مستثنےٰ ہیں ان سے یہ صورتیں مذکور خارج
ہے۔ ہاں جب ناذر کا قصد ذبح جانور سے
تقرب صاحب قبر ہو تو اکثر کے نزدیک حرام ہے
اور بعض کے نزدیک مکروہ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

تتمہ باب سوم

وار برائے بودن خطاب بسوئے صاحب
قبر و استمداد در استفتاء مذکور اگر
برخے از مسئلہ استمداد و مالہ وما
علیہ ایں جا ذکر نمودہ شود اجنبی از
مقام نخواہد بود۔

اس استفتاء میں چونکہ صاحب قبر
کو خطاب کیا گیا ہے اور اس سے طلب مدد کی
کی گئی ہے۔ اگر استمداد کے مسئلہ اور اس
کے مالہ وما علیہ کو کسی قدر ذکر کیا جائے
تو اجنبی نہ ہوگا۔

تتمہ سوالات چند

دربارہ استعانت واستمداد از ارواح کاملہ

سوال۔ چونکہ حق سبحٰنہ وتعالیٰ خالق است

چونکہ حق سبحٰنہ وتعالیٰ خالق ہیں۔

وسمیع و بصیر مطلق ہے توسل و احتیاج
بامانت و امداد اوست پس استمداد
واستعانت از غیر او سبحانہ و تعالےٰ
نبی باشد یا ولی یا ملک یا جن وغیرہ و
دعوت وندا باسامی ایشان در حوائج
ومشکلات خویش ہیچ معنے دارد بلکہ
بحسب نصوص قطعیہ مفصلہ ذیل
شرکیست صریح وظلمیست قبیح۔
ع۱ قال اللہ تعالیٰ تعلیماً للعباد
(ایاک نعبد وایاک نستعین)
بحصر عبادت واستعانۃ در ذات خودش
جل وعلیٰ شانہ۔ ع۲ وقال اللہ تعالےٰ
وان المساجد للہ فلا تدعوا مع
اللہ احدا وانہ لما قام عبد اللہ
یدعوہ کادوا یکونون علیہ
لبدا قل انما ادعوا ربی ولا اشرک
بہ احدا ع۳ وقال اللہ تعالیٰ ان
یدعون من دونہ الا اناثا ان
یدعون الا شیطانا مریدا
ع۴ وقال تعالےٰ ومن اضل ممن
یدعو من دون اللہ من لا یستجیب
لہ الی یوم القیمۃ وہم عن
دعائہم غافلون ع۵ وقال

وہ رب اور دلوں میں ہر ایک چیز دیکھتے ہیں
قدرت گوشت و دیکھنے اور پیدا کرنے میں
کسی کے توسل کی کوئی احتیاج اور ضرورت نہیں
پس بزرگان دین سے استعانت طلب کرنا چاہے وہ
بزرگ نبی ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بے معنی بات ہے اور
مشکلات و حاجات میں بزرگوں کے نام لیکر پکارنا جیسے کہ
پیر مدد کر یا شیخ میری اعانت کر یہ بھی بے معنے ہے بلکہ نصوص
قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صریح شرک ہے اور قبیح ظلم ہے
آیات ذیل تفصیل وار مذکور ہیں ع۱ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
بندوں کی تعلیم کیلئے ایاک نعبد وایاک نستعین
عبادت واستعانت کو اپنی ذات میں حصر کردیا۔
ع۲ مساجد اللہ کی ہیں خدا کے ساتھ کسی کو
دعوت عبادت میں شریک نہ کرو اور جب خدا
کا بندہ (محمد رسول اللہ ﷺ) نماز میں خدا کی عبادت کرتا
ہے تو اس کو (جنات سامعین) جھرمٹ میں لے لیتے
ہیں یا رسول اللہ حکم سنادو کہ میں تو صرف رب کی عبادت کرتا ہوں
اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہیں گردانتا ع۳ اللہ تعالےٰ
فرماتا ہے کہ وہ لوگ (کفار) مونثات (بت) ماسوا اللہ کی عبادت
کرتے ہیں وہ لوگ درحقیقت شیطان مردود کی عبادت کرتے ہیں
ع۴ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا ان معبودان باطلہ کو پکار کر عبادت
کرتا ہے جو قیامت (زندہ باد) تک اس کی پکار کا نہ
جواب دے سکتے ہیں اور وہ بت ان کی نداؤں سے غافل یا
رہ کچھ نہیں سکتے) نیز فرماتا ہے۔

ايضاً ولا تدع من دون الله
ما لا ينفعك ولا يضرك فان
فعلت فانك اذا لمن الظالمين
۱؎ قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم عن ابن مسعود قال قال
رجل يا رسول الله اى الذنب اكبر
عند الله قال ان تدعو لله ندا
وهو خلقك ۔ بخاری ومسلم
۲؎ عن جبير بن مطعم قال أتى
رسول الله صلى الله عليه وسلم
اعرابى فقال جهدت الانفس
وضعت العيال وهلكت الانعام
فاستسق الله لنا فانا نستشفع بالله
عليك ونستشفع بك على الله فقال
النبي صلى الله عليه وسلم سبحان
الله سبحان الله فما زال يسبح حتى
عرف فى وجوه اصحابه ثم قال
ويحك انه لا يستشفع بالله على
احد فشان الله اعظم من ذلك
ويحك اتدرى ما الله ان عرشه
على سمواته هكذا قال باصابعه
مثل القبة عليه وانه ليئط اطيط
الرحل بالراكب ابوداؤد ۔

نیز فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان معبودان
باطلہ کی عبادت نہ کرو جو کہ کسی قسم کے نفع و ضرر
کے مالک نہیں ہیں۔ اے مخاطب اگر تو ان کی
عبادت یا پکار کرے تو تو ظالمین سے محسوب ہو کر معذب ہوگا۔
۱؎ حضرت ابن مسعود رسول اللہ سے روایت کرتے
ہیں کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ
کے نزدیک کونسا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے فرماتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا اور تو غیر کی عبادت کرتا ہے۔
(بخاری و مسلم)
۲؎ جبیر بن مطعم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ کی خدمت میں
حاضر ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ قحط پڑ گیا ہے
اہل و عیال مشقت اور تکلیف میں پڑ گئے ہیں جانور
بھوک پیاس سے ہلاک ہو رہے ہیں آپ اللہ تعالیٰ
سے بارش رحمت طلب فرماویں ہم اللہ تعالیٰ آپ کے
پاس برائے طلب دعا تشفیع اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں برائے اجابت دعا تشفیع کرتے ہیں نبی اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یہ جاہلانہ کلمات سن کر خشیۃ اللہ سے سبحان اللہ
سبحان اللہ کافی دیر تک زبان مبارک سے ادا فرماتے
رہے حتیٰ کہ اصحاب کرام موجودہ و حاضرین پر بھی اس سے
خشیت کا اثر ظاہر ہو گئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی شان عظمت
اس سے بہت ہی اعلیٰ و ارفع ہے کہ اس کو مخلوق کے پاس
سفارشی بنایا جا سکے۔ فرمایا ویحک کیا تجھے معلوم نہیں
کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کیا شے ہے اور اللہ تعالیٰ کا عرش عظیم

عـ۲ عن ابن عباس قال کنت خلف
رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فقال
یا غلام احفظ الله یحفظک تجده تجاهک
واذا سألت فاسئل الله واذا استعنت
فاستعن بالله۔ مشکوٰۃ باب التوکل۔
ترمذی. از حدیث انه لا یستشفع بالله
علی احد که در حدیث ابوداؤد واقع شده
حرمت یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا
للّٰہ نیز ثابت است۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ میں ایک دن رسول اللہ کے
پیچھے جا رہا تھا آپ نے فرمایا اے جوان تو اللہ کی حفاظت کر
اللہ تیری حفاظت کریگا اگر کسی چیز کی طلب ہو تو اللہ
سے سوال کر اگر مدد کی ضرورت ہو تو اللہ سے مدد مانگ۔
(مشکوٰۃ باب توکل)
اور ترمذی شریف۔ و حدیث انہ لا یستشفع باللہ تعالیٰ
احد کے ارشاد نبوی سے جو کہ حدیث ابوداؤد میں واقع
ہے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کی
حرمت بھی ثابت ہے۔

جواب

۱ مفاد ایاک نستعین آنکه استعانت
بنهجیکه مستعان منه را خالق عون داند
منحصر است در حق سبحانه وتعالیٰ
خواه در امور دنیویه یا اخرویه اما استعانت
بآن معنی که مستعان منه را مظهر عون
داند چنانچه نظر به کارخانه اسباب و
حکمت مسبب الاسباب همین را
تقاضا میکند از مخلوق ممنوع نیست
ونه منافی مفاد مذکور قال الله تعالیٰ
وتعاونوا علی البر والتقوی پس مطلق
استعانت وامداد طلبی را منحصر گفتن در
او سبحانه وتعالیٰ ناشی است از فرط جهالت

(۱) ایاک نستعین کا مطلب یہ ہے اور مدلول عرف بھی
یہ ہے کہ مدد کرنا حقیقی مستقل طور پر خالق عون ہو کر
مدد یقین کرنا یہ جناب باری تعالیٰ شانہ کی ذات
میں منحصر ہے خواہ امور دینی میں ہو خواہ امور دنیوی
میں و اخروی و دنیاوی اس میں برابر ہیں اور اگر
استعانت کے یہ معنی نہ لئے جائیں بلکہ استعانت
بایں معنی ہو کہ مستعان منہ کو مظہر عون سمجھ کر درپیش
اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے کارخانہ حکمت و انتظام
میں یہی امر جاری ہے کہ جن کے اسباب بنائے ہیں اور
ہمیں ان اسباب کے استعمال کا حکم دیا ہے پس خود مسبب
و حکمت پر نظر کرنا اسی کا متقاضی ہے لہٰذا یہ طلب مدد
مخلوق سے ممنوع نہیں اور نہ یہ ایاک نستعین کے معنے

[1] خاتم المحدثین مولانا عبدالعزیز مے فرمائند قدس سرہٗ تقدیم ایاک بر نستعین مفید حصر است یعنی از غیر تو استعانت نداریم و ایں استعانت یا خاص است برائے عبادت یا عام است در جمیع امور دنیا و دین اگر خاص است پس سر آنست کہ عبادت ہر چند کسب بندہ است مگر عمل بندہ بہ پیدا کردن خدا است واگر عام است پس وجہ اختصاص آنست

خاتم المحدثین مولانا عبدالعزیز فرماتے ہیں قدس سرہٗ ایاک کا نستعین پر مقدم کرنا حصر کا فائدہ بخشتا ہے یعنی آپ کے غیر سے ہم مدد نہیں مانگتے اور یہ استعانت یا خاص عبادت میں ہے یا جمیع امور دنیا و دین میں اگر خاص ہے پس راز اس میں یہ ہے کہ اگرچہ عبادت انسان کا بندہ کسب ہے اور اپنا اختیاری فعل ہے مگر بندہ کے تمام فعل اللہ تعالےٰ کے مخلوق ہیں پس عبادت میں استعانت ثابت ہوگئی اور اگر عام ہے تو اختصاص کی وجہ یہ ہے

[1] مترجم عرض کرتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام شیخ الاسلام والمسلمین رضی اللہ عنہ بجاہہ الشریف کا یہ ارشاد بالکل قطعی اور یقینی ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں دونوں قسم کی آیات وارد ہیں ایاک نستعین تعاونوا علی البر والتقوی۔ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ حضرت ذوالقرنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد اعینونی الایہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام واذکرنی عند ربک اور اسی طرح حدیث شریف میں دونوں قسم کی احادیث وارد ہیں مثلاً بہم ینصرون بہم یرزقون۔ بخاری شریف انک تعین علی نوائب حق الحدیث۔ پس ان میں تطبیق کا یہی طریق ہے جو حضرت شیخ الاسلام رضی اللہ تعالےٰ عنہ بجاہہ الشریف نے اختیار فرمایا ہے کہ مستعان منہ کو خالق عون جان کر طلب عون کرنا منحصر بجناب باریتعالیٰ ہے اور مستعان منہ کو مظہر عون اور سبب من الاسباب اعتقاد کر کے طلب عون کرنا منحصر نہیں بلکہ غیر حق میں درست ہے طلب عون کو جناب باریتعالےٰ میں منحصر قرار دینا جناب باریتعالیٰ کو خالق عون و سبب عون دونوں بنانا ہے جو جمع بین النقیضین ہے اور مطلب کہ سبب سے مراد ظاہری سبب ہے جو مظہر عون ہو پس خالق کا مخلوق ہونا لازم آئیگا اور اگر استعانت کا معنے یہی قرار دیا جائے تو بعض آیات اور بعض احادیث کو ترک کرنا ہوگا اور یہ دونوں امر بہت بڑی جہالت ہے فقد در الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجاہہ الشریف من امام ہمام جامع جمیع فنون انتہی کلام المترجم۔

معالم۔ مدارک وغیرہ ہمہ تفاسیر متفق اند
بریں پس عبادت غیر حق سبحانہ وتعالے
حرام و شرک خواہد بود نہ نداء وخواندن

۳؎ ودر آیت سوم نیز مراد از یدعون
دعوت بطریق عبادت است واز
اناثا اصنام۔ کما فی التفاسیر۔

۴؎ ودر آیت چہارم مراد از یدعو یعبد
است واز من لا یستجیب بتان کما فی
المدارک وغیرہ۔

۵؎ ودر آیت پنجم نیز مراد از لا تدع
لا تعبد است کما فی المعالم وغیرہ۔

علامہ سیوطی در اتقان گفتہ الدعاء ورد
علی اوجہ العبادۃ نحو ولا تدع من دون
اللہ ما لا ینفعک الخ۔

معالم۔ مدارک وغیرہ تمام تفاسیر میں بالاتفاق
یہی معنی مذکور ہیں پس عبادت غیر اللہ حرام اور
شرک ہوئی نہ آواز کرنا اور پکارنا۔

۳؎ تیسری آیت میں بھی مراد یدعون سے دعوت
بطریق عبادت ہے اور اناث سے
مراد اصنام ہیں۔

۴؎ اور چوتھی آیت میں یدعو کے معنے یعبد
کے ہیں اور من لا یستجیب لہ سے مراد بت
ہیں مدارک وغیرہ تفاسیر سے یہی معلوم ہوتا ہے

۵؎ پنجم آیت میں بھی لا تدع سے مراد لا تعبد
ہے معالم وغیرہ تفاسیر میں یہی ہے۔

علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں لفظ
دعا کے کئی معانی ہیں۔ ان میں سے
ایک معنے عبادت بھی ہے۔ جیسے اللہ
تعالے فرماتے ہیں۔ ولا تدع من دون
اللہ ما لا ینفعک الآیہ۔

۱؎ مترجم کہتا ہے کہ مشرکین کے اصنام اکثر مؤنث کے نام سے پکارے
جاتے ہیں۔ جیسے مناۃ۔ عزے وغیرہ اور دیوی۔ ناتانوا ہے نیز اس آیت شریف میں
ہے۔ ان یدعون الا شیطانا مریدا۔ حالانکہ ثابت نہیں ہوا کہ مشرکین شیطان کو ندا
کرتے ہوں تو عبادت کے معنے منصور ہیں کیونکہ مشرکین جنوں کو جو شیطان ہیں اور شیطان
کی اولاد سے ہیں منصرف فی الامور یقین کرتے تھے اور اللہ تعالے کے ساتھ
ان کا رشتہ ثابت کرتے تھے۔ پس جنوں کو شریک خیال کرتے تھے۔ پس
دعوت بمعنے عبادت ثابت ہوگیا۔ (مترجم)

سبحانہ وتعالےٰ ممنوع نیست بلکہ
ثابت است از قولہ تعالےٰ
واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام
تفسیر کبیر۔ واز احادیث صحیحہ۔
عن ابن عباس قال قال لی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم الا اخبرکم بشر الناس
قیل من ہو قال الذی یسأل باللہ ولا یعطی بہ
رواہ احمد۔ وعن ابن عمرؓ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من
استعاذ باللہ فاعیذوہ ومن سأل
باللہ فاعطوہ۔ رواہ النسائی وغیرہ۔
بالجملہ احادیث کثیرہ وارد اند دریں
مضمون لانذکرہا مخافۃ التطویل۔
(۳) ودر حدیث سوئم مقصود شارع
علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان توکل است
کہ مقامیست عالی ومخصوص بخواص
پس برائے اوشان توجہ باسباب
وانہماک دراںہا موجب تنزل است
ازاں مقام کہ حسنات الابرار سیئات
المقربین مشعر است ازاں نہ آنکہ استعانت
از بنی نوع واستمداد از ارواح طیبہ
انبیاء واولیاء وتوسل باسباب ممنوع
وحرام باشد مطلقاً۔

کے نام مبارک کی حرمت سے کوئی چیز کسی سے مانگنے
کی ممانعت نہیں اور نہ ہی اس نام کا وسیلہ بنانا ممنوع
ہے بلکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے
کہ اللہ تعالےٰ کے نام کا وسیلہ بنانا اور اسی نام
کی حرمت سے کچھ مانگنا جائز اور مستحسن ہے
آیت کے معنے یہ ہیں کہ ڈرو اللہ تعالےٰ سے جس کے نام کے
وسیلہ سے سوال کرتے ہو اور حدیث کے معنی یہ ہیں
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا نہ بتلاؤں تم کو
کہ سب سے برا آدمی کون ہے، عرض کیا گیا کہ فرمائیے۔ فرمایا کہ اللہ
کے نام پر اس سے مانگا جائے اور نہ دے۔ نیز فرمایا کہ جو اللہ کے
نام پر پناہ مانگے اس کو پناہ دو اور جو اللہ کے
نام پر سوال کرے اس کو دو۔ مجمل یہ ہے کہ اس مضمون میں بہت سی
احادیث وارد ہیں طول کے خوف سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا۔
(۳) تیسری حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں مقصود
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام توکل کا بیان ہے
جو بلند مقام ہے اور خواص کے لئے مخصوص ہے
پس خواص کیلئے اسباب کی طرف توجہ اور اسباب
میں انہماک موجب تنزل ہے اس مقام بلند سے
چنانچہ وارد ہوا ہے حسنات الابرار سیئات المقربین
وہ اسی مقام بلند کی خبر دیتا ہے اور اس سے مقصود
یہ نہیں کہ بنی نوع سے مدد مانگنا اور ارواح طیبہ انبیاء
واولیاء سے مدد مانگنا اور اسباب کے ساتھ توسل
کرنا ممنوع اور حرام ہو مطلقاً ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

در نہایہ گفتہ ہذا من صفات الاولیاء المعرضین عن اسباب الدنیا وعوائقہا الذین لایلتفتون الی شیٔ من عوائقہا وتلک درجۃ الخواص لایبلغہا غیرہم واما العوام فرخص لہم فی التداوی والمعالجات الخ۔ احقاق الحق۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعضے ارشادات بحسب حیثیت مادۂ مخاطب فرمودہ اند نہ علی العموم نمے بینی کہ وقتیکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمیع مال خود را تصدق کرد نظر بہ یقین وتوکل وصبر او انکار نفرمودند صلی اللہ علیہ وسلم وآن صحابی دیگر را منع فرمودند وقتیکہ تصدق کرد بجمیع مال خود۔ ہمچنیں استعانت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر او سبحانہ وتعالے حین قال اذکرنی عند ربک مناسب نہ بود بمقام نبوۃ کما یدل علیہ قولہ علیہ السلام رحمہ اللہ اَخِیْ یُوْسُفَ لَوْ لَمْ یَقُلْ اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ لَمَا لَبِثَ فِی السِّجْنِ سَبْعًا نہ آنکہ شرعاً ممنوع بود۔

صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ یہ جو صفت اس حدیث میں مذکور ہیں یہ صفات اولیاء اللہ کے ہیں جو اسباب دنیا سے اعراض کرتے ہیں اور دنیاوی موانع کی طرف ان کی بالکل التفات نہیں ہوتی۔ اور یہ درجہ خواص کا ہے جس کو دوسرے لوگ نہیں پہنچ سکتے بہرحال عوام کیلئے تو دوا ومعالجہ اور دیگر دنیاوی اسباب کی اجازت ہے۔

حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ارشادات مخاطب کے مادہ اور حیثیت کے مطابق فرمایا کرتے اور وہ عام نہیں ہوتے تھے مخاطب کے لئے ہوتے تھے دیکھو جس وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا تمام مال خیرات کر دیا تو آپؐ نے انکار نہیں فرمایا اسواسطے کہ ان کے یقین اور صبر اور توکل پر نظر تھی اور جب دوسرے ایک صحابی نے سب مال خیرات کیا تو آپ نے انکار فرمایا اور اس کو منع کیا۔ اسی طرح جب یوسف صدیق علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کے غیر سے مدد مانگی اور کہا اذکرنی عند ربک تو یہ مقام نبوت کے مناسب نہ تھا نہ یہ کہ یہ امر دوسروں کیلئے بھی شرعاً ممنوع تھا۔ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد اخی یوسف الخ اس مطلب پر دال ہے کہ یہ امر مقام نبوت کے مناسب نہ تھا اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے میرے بھائی یوسف پر

اگر وہ یہ نہ کہتے کہ اذکرنی عند ربک (مجھے اپنے بادشاہ کے پاس یاد کرنا اور میری سفارش کرنا کہ ایک مظلوم بے گناہ جیل خانہ میں ڈال رکھا ہے نہ کہتے) تو وہ ہرگز سات سال جیل خانہ میں نہ رہتے۔

نقل ست کہ سلطان الزاہدین حضرت فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالے عنہ بعد افاقہ ازمرض روزے بباعث عارضہ ضعف قدمے چند بر تکیہ چوب رفتہ آں چوب را انداختند بنوعیکہ از چہرہ مبارک آثار ناخوشی نمودار شدند۔ بعد ازاں حسب موقع سائلے برائے دریافت سبب عرض نمود بجوابش فرمودند کہ وقتیکہ گامے چند بتکیہ آں چوب رفتم شنیدم کہ ہاتفی مے گفت اے فرید تاہنوز متکی و تکیہ گاہ تو بغیر از ما نبود و این زمان خلاف معتاد بر غیر ما تکیہ نمودی۔ ایں بود وجہ انداختن آں چوب۔

تنبیہ:۔ باید دانست کہ ہر انسان بلکہ ہر مخلوقے را از مبدا فیاض خصوصیتے و شان ممتاز است از شیونات خلوق دیگر کہ منشأ و مبنی مے باشد برائے ظہور و ترتب آثار و احکام ممتازہ و لازم نیست کہ موجب فضیلت مطلقہ باشد بر بنی نوع پس لازم نیاید فضیلت سلطان الزاہدین بر موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

نقل ہے کہ زاہدین کے سلطان حضرت فریدالدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایک مرض سے تندرست ہوئے تو بوجہ ضعف چند قدم عصا پہ تکیہ کرکے چلے اور پھر فوراً اس عصا کو پھینک دیا اور چہرہ مبارک سے رنجیدگی کے آثار بھی ظاہر ہوئے اس کے بعد حسب موقعہ ایک شخص نے عصا پھینکنے کا سبب دریافت کرنے کے لئے عرض کیا۔ تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب میں چند قدم اس عصا کے سہارے چلا تو ہاتف غیب نے پکار کر کہا کہ اے فرید اب تک تو تیرا تکیہ گاہ ہم تھے ورنہ ہمارے سوا کوئی تمہارا تکیہ گاہ نہ تھا اب خلاف عادت ہمارے غیر پر تکیہ کیا۔ اس وجہ سے میں نے عصا پھینک دیا ہے۔

تنبیہ۔ جاننا چاہیئے کہ ہر انسان بلکہ ہر مخلوق کو مبداء فیاض سے ایک خاص خصوصیت اور شان ملی ہے جو دوسری مخلوق کے شیون سے ممتاز ہے اور وہ شان مبنی اور منشا ہے ترتب احکام ممتازہ اور ظہور آثار مختصہ کا پس لازم نہیں کہ بنی نوع پر فضیلت مطلقہ کا سبب بنے پس اس قصہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام

چونکہ ان القرآن یفسر بعضہ بعضاً وارد
شدہ وہمہ آیات قرآنیہ اند ہمہ را
مرعی داشتہ وضع کل شیئ فی مرتبۃ
راکار باید بست ازینجا دانستہ باشی
کہ بودن او سبحانہ وتعالیٰ کافی برائے
عباد خود وسمیع وبصیر منافی نیست
بہ بردن التجا بسوئے محبوبے از محبوبان
حق وتوسل بدوشان چہ او تعالیٰ باوجود
سمیع بودن او بلا واسطہ امر فرمود بحاضر
شدن گنہگاران بحضور نبوی علی صاحبہ
الصلوٰۃ والسلام ومغفرت خود را وابستہ
ومنوط گردانید بمغفرت ودعا طلبی رسول
علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ جاؤک۔
واستغفر لہم الرسول۔ لوجدوا اللہ توابا رحیما
قابل غور است۔ عن ربیعۃ بن کعب رض
قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی
سل فقلت اسئلک مرافقتک فی الجنۃ
قال اوغیر ذالک قلت ہو ذاک قال فاعنی
علی کثرۃ السجود رواہ مسلم۔

گناہ کرکے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اللہ تعالیٰ سے
معافی مانگیں اور مغفرت طلب کریں اور آپ بھی ان کے
لئے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ کو رحیم اور تواب پائینگے
اس آیت میں شرط کر دی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی
مغفرت طلب کریں تو مغفرت ہو گی۔ چونکہ وارد ہوا ہے
کہ قرآن شریف کی بعض آیات دوسری بعض کی تفسیر کرتی ہیں
اور تمام آیات قرآن شریف کی ہیں لہذا تمام آیات کی رعایت
کرتے ہوئے ہر ایک کو اپنے موقعہ اور مرتبہ پر رکھنے کا
کام کرنا چاہیئے۔ یہاں سے تمکو معلوم ہو گیا ہوگا کہ جناب
الہٰی کا اپنے بندوں کے لئے کافی ہونا اور سمیع و بصیر ہونا
اور بندے کا اپنی حاجات کو کسی محبوب کے توسل سے پیش کرنا
اور کسی محبوب خدا کی طرف التجا کرنا آپس میں منافی نہیں
ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ باوجود اپنے کافی ہونے اور سمیع و بصیر
بلا واسطہ ہونیکے گنہگاروں کو ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ
درگاہ نبوی میں حاضر ہوں اور پھر اپنی مغفرت کو حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی مغفرت طلبی اور دعا فرمانے پر موقوف اور وابستہ
فرمایا۔ جاؤک۔ واستغفر لہم الرسول۔ لوجدوا اللہ
توابا رحیما قابل غور ہیں۔ ربیعہ بن کعب سے مروی ہے
وہ فرماتے ہیں کہ میں رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ساتھ رہا کرتا تھا پس ایکدن میں آپ کے لئے وضو کا
پانی اور دیگر ضروریات لے آیا پس آپ نے فرمایا جو چاہے
مجھ سے مانگ۔ مانگ لے جو چاہتا ہے پھر میں نے
عرض کی بہشت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں حضور صلی اللہ ع

علیہ وسلم نے فرمایا کوئی اور چیز۔ تک میں نے عرض کی یہ مطلوب
تو یہی ہے فرمایا کثرت سجود کر کے میری مدد کر اپنے نفس پر۔ رواہ مسلم

دریں حدیث کلمہ سَلْ وقال اوغیر ذٰلک
را ملاحظہ باید نمود کہ از عدم ذکر مفعول
سَلْ و از و غیر ذٰلک چہ قدر وسعت
و اطلاق مسئول معلوم مے شود۔
حضرت شیخ عبد الحق رضہ در شرح این
حدیث نوشتہ۔
واز اطلاق سوال کہ فرمود سَلْ و
تعیین نکرد مسئول معین و مطلوبے
خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست
ہمت و کرامت اوست ہرچہ خواہد
و ہر کرا خواہد باذن پروردگار تقدس و
تعالےٰ بدہد ۔

فان من جودک الدنیا وضرتہا
ومن علومک علم اللوح والقلم

اگر خیریت دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنا کن الخ
ملا علی قاری نوشتہ سَلْ ای اطلب
منی حاجتہ وقال ابن حجر یخصک بہا
فی مقابلۃ خدمتک لی لان ہذا ہو شان
الکرام ولا اکرم منہ علیہ السلام و
یؤخذ من اطلاقہ صلی اللہ علیہ وسلم
الامر بالسوال ان اللہ تعالےٰ مکنہ من
اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق و

اس حدیث میں کلمہ سَلْ وقال اوغیر ذٰلک کو ملاحظہ
کرنا چاہیئے اس لئے کہ سَلْ کا مفعول ذکر نہیں فرمایا
نیز اوغیر ذٰلک بھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے مسئول
اور مطلوب میں بہت ہی وسعت ہے اور بہت
ہی اطلاق ہے حضرت شیخ عبد الحق رضہ نے اس حدیث کی
شرح میں لکھا ہے کہ سَلْ کو مطلق فرمایا ہے
اور مسئول کو معین نہیں فرمایا اور مطلوب کو
خاص نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام
کام اپنی ہمت اور مہربانی کے ہاتھ میں ہیں جو
کچھ چاہیں اور جس کو چاہیں اللہ تعالیٰ کے
اذن اور حکم سے دے دیں۔
دنیا و آخرت آپ کی جود و سخا کے دو
جنیمے ہیں اور لوح و قلم کا علم آپ کے
علم کے دو حصے ہیں۔
اگر دنیا و آخرت کی بھلائی کی تمنا رکھتے ہو
تو آپ کی درگاہ میں آؤ اور جو چیز چاہو اس کی تمنا کرو الخ
ملا علی قاری نے لکھا ہے سَلْ یعنی مجھ سے حاجت
طلب کر ابن حجر نے کہا ہے کہ تم کو اپنی خدمت کی
[illegible]
[illegible]
[illegible] آپ کا امر سوال کو مطلق چھوڑ دینے سے معلوم ہوتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں میں تصرف کا حق آپ کو
عطا فرمایا ہے وہ جو چیز کسی کو عطا فرمانا چاہیں اس کا
اختیار دیا ہے

و ذکر ابن سبع فی خصائصہ وغیرہ
ان اللہ تعالٰی اقطعہ ارض الجنۃ
یعطی منہا ما شاء لمن یشاء الی
آخرہ احقاق الحق۔

اور ابن سبع نے خصائص میں لکھا ہے کہ جنت کی
زمین اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور جاگیر عطا
فرما دی ہے جس کو چاہیں جنتی عطا فرما دیں
آپ کے بس میں ہے

سوال

مشرکین ہم اصنام را شفعاء و سفراء
میدانستند نہ خالق ارض و سما
وغیرہا لقولہ تعالیٰ ولئن سألتہم
من خلق السموات والارض لیقولن
اللہ۔ پس چیست فرق مابین
مومنین کہ اعتقاد دارند بشفاعت
انبیاء و اولیاء و مابین مشرکین مع آنکہ
اصنام و انبیاء و اولیاء ہمہ داخل اند
در ماسوی اللہ۔

مشرکین بھی اپنے بتوں کو زمین و آسمان کا خالق
نہیں جانتے تھے۔ بلکہ وہ بتوں کو اپنا شفیع اور
وسیلہ بناتے تھے جیسا کہ اس آیت شریف
سے سمجھا جاتا ہے پس مومنین جو انبیاء و اولیاء
کی شفاعت اور توسل کا عقیدہ رکھتے ہیں
اور مشرکین جو اصنام (بت) کی شفاعت و
توسل کا عقیدہ رکھتے ہیں ان کے درمیان کوئی
فرق نہ رہا اس لئے کہ نبی، اولیاء اور اصنام
سب ماسوی اللہ ہیں اگر کوئی فرق ہے تو بیان کرو

جواب

مشرکین اصنام را معبود و مستحق
عبادت میدانستند قال اللہ
تعالیٰ حکایۃً عنہم ما نعبدہم الا لیقربونا
الی اللہ زلفیٰ فلذا ورد ردا الا للہ ردا
علیہم۔ چنانچہ بادشاہے کسے را از
خدمہ بمقابلہ خدمت او ملکے یا شہرے
عطا فرماید و تدبیر آن ملک و آن شہر

فرق واضح ہے مشرکین اپنے اصنام (بتوں)
کو معبود اور مستحق عبادت جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی
طرف سے بطور حکایت فرمایا ہے۔ نعبدہم الا لیقربونا الیٰ
اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور ان کا رد کیا ہے
[illegible] مشرکین کہتے تھے جس طرح بادشاہ اپنے
خادموں کو کسی خدمت کے بدلے میں کوئی ملک یا شہر
دے دیتے ہیں اور اس ملک یا شہر کی تدبیر

لہ ہم بتوں کی عبادت محض اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں خدا کے قریب کر دیں۔

حولہ او سازد پس آں یادست قذال
متصرف باشد۔ واہل آن ملک و
بلدہ او را مثل بادشاہ دانند حکیم الامت
شاہ ولی اللہ در حجۃ اللہ البالغہ مے
نویسد والمشرکون وافقوا المسلمین فی
تدبیر الامور العظام وفیما ابرم وجزم
ولم یترک لغیرہ خیرۃ ولم یوافقوہم
فی سائر الامور وذہبوا الی ان الصالحین
من قبلہم عبدوا اللہ وتقربوا الیہ فاعطاہم اللہ
الالوہیۃ فاستحقوا العبادۃ من سائر
خلق اللہ کما ان ملک الملوک یخدمہ
عبدہ فیحسن خدمتہ فیعطیہ خلعۃ الملک
ویفوض الیہ تدبیر بلد من بلادہ فیستحق
السمع والطاعۃ من اہل ذالک البلد
وقالوا لا تقبل عبادۃ اللہ الا مضمومۃ
بعبادتہم بل الحق فی غایۃ التعالی
فلا تفید عبادتہ تقربا منہ بل لا بد من
عبادۃ ہؤلاء یسمعون ویبصرون ویشفعون
لعبادہم ویدبرون امورہم وینصرونہم
فنحتوا علی اسمائہم احجارا وجعلوہا
قبلۃ عند توجہہم الی ہؤلاء فخلف
من بعدہم خلف فلم یفطنوا الفرق
بین الاصنام وبین من ہو علی صورتہ

ہی کے حوالہ کر دیتے ہیں اور وہ خادم اس ملک یا شہر کا
مستقل بادشاہ اور متصرف ہوتا ہے اور اس ملک
یا شہر کے لوگ اسکو بادشاہ جانتے ہیں اسی طرح یہ اصنام
ہیں حکیم الامت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے
ہیں کہ مشرکین بڑے بڑے کاموں کی تدبیر کے بارہ میں
مومنین کے موافق ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے
اختیار میں ہے اور کسی دوسرے کا کچھ اختیار نہیں مگر باقی
امور اور چھوٹے چھوٹے کاموں میں مومنین کے موافق
نہیں ہیں وہ مشرکین کہتے ہیں کہ ہم سے پہلے صالحین گذرے
ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اس کا قرب حاصل کیا
پس اللہ تعالیٰ نے انہیں الوہیت (خدائی) دی اور وہ تمام
مخلوق کیلئے مستحق عبادت ٹھہرے جیسے کہ کوئی شہنشاہ
کا اسکا غلام اسکی خدمت کرتا ہے اور اچھی طرح خدمت کرتا ہے
پس بادشاہ اسے بادشاہی کا خلعت عطا کرتا ہے اور اسکی
طرف کسی شہر کی تدبیر سونپ دیتا ہے پس شہر والے
اسکے حکم کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ اطاعت کا
مستحق ہوتا ہے نیز مشرکین کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی عبادت اسی صورت میں قبول ہوتی ہے جبکہ اسکی
عبادت کے ساتھ ان صالحین کی عبادت بھی ملائے
اور اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت تنہا ہو تو مقبول نہیں ہوتی بلکہ
حق تعالیٰ نہایت علو اور تنزہ میں ہے پس اللہ تعالیٰ کی
عبادت اسکے قرب کیلئے کچھ مفید نہیں بلکہ ان
[illegible] ضروری ہے اور [illegible]

[illegible]

فظنوا ان معبودات باحیائها ولذلک
رد اللہ تعالیٰ علیہم تارۃ بالتنبیہ
علی ان الحکم والملک لہ خاصۃ وتارۃ
ببیان انہا جمادات الہم ارجل یمشون
بہا ام لہم ایدی یبطشون بہا ام لہم اعین
یبصرون بہا ام لہم آذان یسمعون بہا۔
ونیز انبیاء کرام و اولیاء عظام را
صلوات اللہ و سلامہ علیہم اجمعین
منصب شفاعت است باذن او سبحانہ
وتعالیٰ بخلاف اصنام۔
قال اللہ تعالیٰ من ذا الذی یشفع
عندہ الا باذنہ۔ وقال علیہ السلام
اعطیت الشفاعۃ۔ وعن عثمان رضی
اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یشفع یوم القیمۃ
ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء ثم الشہداء
رواہ ابن ماجہ

اور نہیں بتوں کو اپنا معبود یقین کر لیا۔ اس لیے
اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین پر مختلف طور پر رد فرمایا
کبھی فرمایا کہ حکم و ملک خاص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اس
میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور کبھی فرمایا کہ یہ بت بے جان
ہیں۔ ان کے پاؤں نہیں کہ چل سکیں نہ ہاتھ ہیں کہ
پکڑ سکیں نہ آنکھیں ہیں کہ دیکھ سکیں نہ کان ہیں کہ سن سکیں۔
اور نیز انبیاء کرام و اولیاء عظام صلوات اللہ علیہم
اجمعین کو منصب شفاعت باذن الٰہی حاصل ہے اور
اصنام کو ہرگز ہرگز یہ بات حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سوا
شفاعت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں مجھے شفاعت کا رتبہ اللہ تعالیٰ نے
عطا فرمایا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے۔ قیامت کے دن تین شفاعت
کریں گے۔ پہلے انبیاء پھر علماء اور پھر شہداء
(رواہ ابن ماجہ)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین صالحین کو معبود بناتے تھے اور ان کے لئے حاکمیت
اور بادشاہت ثابت کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں فرمایا لا الہ الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ
کے سوا کوئی معبود نہیں نیز فرمایا کہ حاکمیت اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے پس بادشاہی بھی وہی
ہے مسلمان انبیاء و اولیاء و صالحین کو معبود نہیں مانتے وہ اللہ تعالیٰ کو ہی حاکم اور بادشاہ مانتے ہیں ہاں وہ
صالحین کو وسیلہ مانتے ہیں نہ کہ وہ صالحین کو مستحق عبادت جانتے ہیں ورنہ ہی ان کی عبادت کرتے ہیں (مترجم)

اسماع لعدم صحۃ الحصر ح یدل علیہ
قولہ علیہ السلام ما انتم باسمع لما اقول
منہم غیر انہم لایستطیعون ان یردّو
علی شیئا ۔ اخرجہ الشیخان ۔
بدور سافرہ للامام السیوطیؒ ابن کثیر
مے نوید (و ما انت بمسمع من
فی القبور) ای کما لاینتفع الاموات
بعد موتہم الخ ۔ ونیز گفتہ قال تعالیٰ
انک لاتسمع الموتیٰ ای لاتسمعہم
شیئا ینفعہم (الیٰ ان قال) ان تسمع
الا من یؤمن بآیاتنا فہم مسلمون ۔
ای انما یستجیب لک من ہو سمیع
بصیر السمع والبصر النافع فی القلب الخ
ودر تفسیر کبیر نوشتہ (ثم قولہ تعالیٰ
ان اللہ یسمع من یشاء وما انت
بمسمع من فی القبور) وفیہ
احتمال معنیین الاول ان یکون بیان
کون الکفار بالنسبۃ الیٰ سماعہم کلام
النبی والوحی النازل علیہ دون حال الموتیٰ فان اللہ
یسمع الموتیٰ والنبی لایسمع من
مات وقبر فالموتیٰ سامعون من اللہ

اور اگر مطلق اسماع کی نفی کی جائے تو حصر اسماع
من یؤمن بآیاتنا میں صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ما انتم باسمع
لما اقول منہم الحدیث اخرجہ الشیخان
امام سیوطی نے بدور سافرہ میں امام ابن کثیر سے روایت
کی ہے کہ وہ (و ما انت بمسمع من فی القبور) کی تفسیر
میں فرماتے ہیں اے کما لا ینتفع الاموات بعد موتہم الخ
اس سے معلوم ہوا کہ سماع نافع کی نفی ہے نہ مطلق
سماع کی ۔ نیز انہوں نے فرمایا ہے قال تعالیٰ انک لا
تسمع الموتیٰ الآیۃ یعنی وہی لوگ آپ کی کلام کو
مانتے ہیں جو سمیع اور بصیر ہیں اور ان کی سمع اور
بصر نافع فی القلب ہو ۔
تفسیر کبیر میں لکھا ہے (ثم قولہ تعالیٰ
ان اللہ یسمع من یشاء و ما انت بمسمع من
فی القبور)
اس میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ
کافر لوگ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کے کلام کی نسبت سے اور جو وحی
آپ پر نازل ہوئی ہے اس کی نسبت
سے مردوں سے بھی گئے گذرے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو سنا سکتا ہے اور نبی علیہ
الصلوٰۃ والسلام اس شخص کو جو مر گیا اور دفن کیا گیا نہیں سنا سکتے

حاشیہ صفحہ ۱۶۱ ۔ کیسے ۔ ۔ ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ دوسری صورت میں آیت شریف ما نحن فیہ خارج ہو گئی اور
پہلی صورت میں بھی سماع نافع کی نفی ہوئی نہ مطلق سماع پس خصم کا استدلال باطل ہو گیا ہے (مترجم)

والكفار كالموتى لا يسمعون من النبي انتهى۔ وفي الدر المنثور عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه في قوله انك لا تسمع الموتى وما انت بمسمع من في القبور قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يقف على القتلى يوم بدر ويقول هل وجدتم ما وعدكم ربكم حقا يا فلان بن فلان الم تكفر بربك الم تكذب نبيك الم تقطع رحمك فقالوا يا رسول الله ايسمعون ما تقول قال ما انتم باسمع منهم لما اقول فانزل الله انك لا تسمع الموتى وما انت بمسمع من في القبور انتهى موضع الحاجة منه اعلى هذا مدلول آيت نفي اسماع است نه نفي سمع فتدبر۔

نہیں مُردے اللہ تعالیٰ سے سنتے ہیں اور کفار مثل مُردوں کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں سنتے۔ اور درمنثور میں ابن عباس رضؓ سے روایت ہے اس آیت کی تفسیر میں انک لا تسمع الموتیٰ الآیہ فرمایا ابن عباس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن کافر مقتولین کے اوپر جا کھڑے ہوئے اور فرماتے رہے آیا تم وہ وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا تھا سچا پایا ہے اے فلاں ابن فلاں کیا تم نے اپنے پروردگار کے ساتھ کفر نہیں کیا اور کیا تو نے اپنے پیغمبر کی تکذیب نہیں کی اور کیا تو نے اپنے رشتہ کو نہیں کاٹا تمہارے غرض کیا یہ مردے اللہ کیا وہ سنتے ہیں جو آپ ان کو فرماتے ہیں حضور نے فرمایا جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم ان سے زیادہ نہیں سنتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا انک لا تسمع الآیہ [illegible]

له بعضی از منکرین در جواب مذهب سماع موتی دست تمسک می گیرند بآیت انک لا تسمع الموتی ونحوه گفته که مراد از موتی امیت بموت قلبی است کما قوله تعالی او من کان میتا فاحییناه وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمات لیس بخارج منها نه میت حقیقی وعرفی۔ وبر تقدیر تسلیم مفاد آیت نفی اسماع است نه نفی سماع۔ ولو سلمنا پس مراد از عدم سماع ص ۱۶۳

له منکرین سماع موتی جو کہ آیت انک لا تسمع الموتیٰ الخ سے تمسک پکڑتے ہیں ان کے جواب میں مصنف کہتے ہیں کہ آیت میں واقع کلمہ موتیٰ سے مراد حقیقی و عرفی میت نہیں ہیں بلکہ موتیٰ سے مراد قلبی موت والے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا وہ شخص جو قلبی موت مردہ تھا ہم نے اس کو ہدایت اسلام سے زندہ کیا اور اس کو نور ایمان عطا کیا جس کی روشنی و برکت سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے [illegible] صفحہ ۱۶۳

واستبعاد صدیقہ رضی اللہ عنہا سمع موتیٰ را محض عقلی است پس تردید روایت و درایت عمر رضی اللہ عنہ کہ حاضر واقعہ قلیب بدر بود کردہ نمے تواند۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا بجائے یسمعون در حدیث یعلمون گفتہ و قولہ علیہ السلام غیر انہم لا یستطیعون ان یردوا علیَّ شیئاً صاف دلالت مے کند برین کہ موتیٰ قلیب بدر مے شنیدند فرمودہ آنحضرت را صلی اللہ علیہ وسلم لیکن قادر نبودند بر رد جواب و نیز بودن موت غیر منافی للعلم کما قلت رضی اللہ عنہ رفع مے کند منافاۃ او را برائے سمع۔ در بوارق مے نویسد امام احمد وغیرہ از عائشہ رضی اللہ عنہا ہم آن حدیث روایت کردہ اند از ینجا صاف ظاہر مے شود کہ چون حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا دران قصہ

باقی رہا یہ امر کہ حضرت صدیقہ نے سمع موتٰی کو بعید سمجھا تو اسکا جواب یہ نہیں کہ استبعاد محض عقلی ہے انہوں نے ظاہر الفاظ پر نظر کی ورنہ تہ تک پہنچنے کی طرف توجہ نہیں کی) پس حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اور درایت کو باوجود ان کے قلیب بدر کے موقع پر حاضر ہونے کے رد کرنا ممکن نہیں ہے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو رد کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ دراصل آپ نے یعلمون فرمایا تھا حضرت عمرؓ نے یسمعون سمجھ لیا (اصطلاح حدیث میں اسکو وہم راوی کہتے ہیں مترجم) مگر اس حدیث کا دوسرا جملہ غیر انہم الخ ہے اور یہ صاف دلالت کرتا ہے کہ موتیٰ قلیب بدر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ سنتے تھے لیکن جواب پر قادر نہ تھے (پس اس جملہ کو وہم بھی نہیں کہہ سکتے مترجم) اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ جب صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک موت منافی علم نہیں تو اسی طرح موت منافی سماع کیسے ہو سکتی ہے کہ سماع بھی علم مسموعات کا نام ہے بوارق میں لکھا ہے کہ مسند احمد میں یہی حدیث حضرت عائشہ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا قلیب بدر کے واقعہ میں

حاشیہ ١٦٢ کا حاشیہ:۔ عدم اثر سماع است ۱۲ منہ

حاشیہ نمبر ١٦٢:۔ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو قبر ہی کے اندر بیٹھا ہوا ہو جس سے وہ کچھ نہیں سن سکتا۔ دیگر موت سے حقیقی میت مراد ہو تب بھی آیت کا مفاد سماع (سننے) کی نفی ہے نہ سماع (سننے) کی اور بر تقدیر تسلیم عدم سماع سے مراد عدم اثر سماع ہے (ان کا سننا انکو کوئی فائدہ نہیں دیتا) ۱۲۔

وجود تبود دال استماع استبعادی
کہ بنظر سرسری بر الفاظ قرآن بخاطر
عاطرش خطور کرد بر زبان آورد و من
بعد از اعیان صحابہ حاضرین ثابت شد
آنرا خود روایت فرمود بہ تامل استبعاد
مخالفت قرآن برخاست . انتہیٰ ۔

خود حاضر نہ تھیں اور قرآن شریف کی نظم عبارت پر
سرسری نظر کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت
کے مدلول کو بعید خیال فرماتی تھیں اور اسی کو اپنی
خاطر عاطر میں رکھ کر اسی مضمون کو زبان مبارک پر لائیں
اور جب بعد کو خواص صحابہ سے یہ روایت مذکورہ ثابت ہو
گئی تو اس روایت کو خود بیان فرمایا اور تامل کرنے سے
قرآن اور حدیث میں معارضت یعنی مخالفت کا استبعاد دور ہو گیا

۵۱ و تائید مے بخشد رجوع او را رضی اللہ تعالیٰ
عنہا آنچہ روایت نمودہ شدہ است از وے.
قالت کنت ادخل بیتی الذی فیہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وانی واضع ثوبی. واقول
انما ہو زوجی وابی. فلما دفن عمرؓ فواللہ ما دخلتہ
الا وانا مشدودة علیّ ثیابی حیاءً من عمرؓ
رواہ احمد والحاکم وقال ہذا حدیث صحیح
علی شرطہما ولم یخرجاہ کذا فی شفاء الاسقام. شیخ
عبدالحق فرمودہ درین حدیث دلیل واضح
است بر حیات میت وعلم وی. ونیز حدیث
صدیقہ رضی اللہ عنہا بوجہ عدم حضور مرجوع
است فیترک. وقال فی الاتقان ان استوی
الاسنادان فی الصحة فیرجح احدہما بکون راویہ
حافر الفقہة. ونیز مخالف است بارجح
قال فی شرح نخبة الفکر فان خولف
بارجح منہ لمزید ضبط او کثرة عدد فالراجح ۱۶۵

زیارت روضہ منورہ والی حدیث حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا
کے استبعاد سے رجوع کی موید ہے فرماتی ہیں کہ
کہ جب میں زیارت کیلئے روضہ منورہ میں داخل ہوا
کرتی تھی تو پردہ دار بڑی چادر کی ضرورت نہ سمجھتی
بغیر چادر کے جاتی تھی کیونکہ وہاں صرف میرے زوج مطہر اور
میرے والد بزرگوار ہیں. جب حضرت عمرؓ مدفون ہوئے
گئے تو حضرت عمرؓ سے حیا کے باعث کپڑے خوب لپیٹ
کرجاتی۔ امام احمد اور حاکم نے روایت کر کے کہا کہ یہ
روایت شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر ہے لیکن انہوں نے
اس کو روایت نہیں کیا۔ ویسا ہی شفاء السقام فی زیارۃ
خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام میں ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے
ہیں کہ اس حدیث کی رو سے میت کی زندگی اور
علم باحوال زائرین ثابت ہوتا ہے اور نیز حضرت صدیقہؓ
کی حدیث بوجہ ان کے حاضر نہ ہونے کے واقعہ پر مرجوح ہے اور حضرت
عمرؓ کی راجح ہے علامہ سیوطی نے اتقان میں لکھا ہے کہ جب
متضاد حدیثوں کے اسناد صحت روایت میں ۱۶۵

الحاصل این استبعاد صدیقہ رضی اللہ عنہا مثل استبعاد است در معراج جسمانی کہ در ہر دو جا سبب عدم حضور واقعہ و عدم اتفاق تحقیق از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متحقق گشتہ والا از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالضرور روایت نمودے واللہ اعلم۔

لہذا مقابلہ روایات جم غفیر از اعیان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تواند نمود۔ وہمیں حدیث و مثل او از صحاح قرینہ صارفہ است از حمل نمودن لاتسمع در حدیث بر عدم مطلق اسماع مبالغۃ ونیز مفاد آیت مذکورہ نفی اسماع است از موتیٰ و آن اجساد اند نہ ارواح۔

الحاصل یہ استبعاد عائشہ صدیقہ رض کا اس استبعاد کی مثل ہے جو معراج جسمی کے بارہ میں ہو کہ دونوں جگہ واقعہ میں حاضر اور موجود نہ ہونے کے باعث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیق کرنے کے اتفاق نہ ہونے کے باعث پہلے تردد اور استبعاد ہوا اور پھر نہ تردد رہا نہ استبعاد رہا۔ اور یہ جو کہا ہے کہ عائشہ صدیقہ رض نے حضرت عمر رض کی روایت کو محض عقلی استبعاد کے باعث رد کیا اسکی قوی دلیل ہے کہ اگر یہ استبعاد نقلی ہوتا تو وہ روایت جسکے باعث استبعاد ہوا تھا آنحضرت سے ضرور روایت کرتیں واللہ اعلم۔ اسی لئے عائشہ صدیقہ رض کی روایت ان اعیان صحابہ کے جم غفیر کی روایات کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور یہ حدیث اور اسکی امثال دوسری صحیح حدیثوں کی وجہ لاتسمع کو مطلق عدم اسماع پر حمل نہیں کرسکتی اور ان احادیث کو لاتسمع کے مطلق عدم اسماع پر حمل کرنے سے قرینہ صارفہ قرار دیا ہے۔

حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ یقال لہ المحفوظ ومقابلہ وہو المرجوح یقال لہ الشاذ ونیز یسمعون قوی الدلالۃ [illegible] یسمعون [illegible] و فی عمدۃ [illegible] ویرجح قوی الدلالۃ علی غیرہ ۱۲ منہ

حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ مساوی ہوں تو حاضر واقعہ راوی کی حدیث کو ترجیح ہوگی اور نیز حضرت صدیقہ رض کی حدیث سے زیادہ صحیح حدیث کے [illegible] مرتبہ میں ہے اگر کسی حدیث کے مقابل [illegible] حدیث [illegible] حضرت [illegible] راجح ہو تو حدیث راجح کو محفوظ اور مرجوح [illegible] حدیث کو شاذ کہا جاتا ہے ونیز

یسمعون کلمہ یسمعون قوی الدلالۃ ہے [illegible] اصول میں ہے کہ حدیث قوی الدلالۃ اپنی مقابل حدیث سے زیادہ راجح ہے ۱۲

مسئلہ سماع موتے را از تصنیفات شیخ عبد الحق دہلوی رضی اللہ تعالٰے عنہ ملاحظہ باید فرمود۔ و آنچہ نسبت اختیار قول بعدم سماع موتے ا بسوئے محقق ابن ہمام مے نمائند نزد فقیر صحیح نیست آرے محقق مذکور این قول را منسوب بجانب اکثر مشائخ خود نمودہ و بعد از ذکر ایراد بر این قول بحدیث ما انتم باسمع لما اقول منہم و نقل جواب ازو بقولہ واجابوا جواب اوشان را تضعیف نمودہ حیث قال ویشکل علیہم ما فی مسلم ان المیت یسمع قرع نعالہم اذا انصرفوا اللہم الا ان یخصوا ذلک باول الوضع فی القبر مقدمۃ للسوال جمعا بینہ و بین الآیتین الخ در بین عبارت لفظ اجابوا ۔ و یشکل علیہم اللہم۔ ان یخصوا را غور باید نمود۔ آنچہ فقہاء در باب ایمان ذکر نمودہ پس مبنی است علی ما تقرر من ان بناء الایمان علی العرف ۔ الغرض نظر باحادیث مرویہ شیخین و مذکورہ در بدور سافرہ للسیوطی رح

سماع موتیٰ کا مسئلہ شیخ عبد الحق دہلوی کی تصنیفات میں ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ اور محقق ابن ہمام کی طرف بھی لوگ نسبت کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی مردوں کا نہ سننا مختار ہے مگر فقیر کے نزدیک یہ انتساب صحیح نہیں ہاں محقق مذکور نے اس قول کو اکثر مشائخ کی طرف منسوب کیا ہے اور پھر ان اکثر مشائخ کے اس قول پر ما انتم باسمع لما اقول والی حدیث سے اعتراض کیا ہے اور پھر ان مشائخ کا جواب نقل کیا ہے جو انہوں نے اس حدیث کا دیا تھا اور جواب کو لفظ اجابوا سے نقل کیا ہے اس کے بعد اس جواب کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے یشکل علیہم ما فی مسلم ان المیت لیسمع الخ

محقق ابن ہمامؒ کی اس عبارت میں تین لفظ غور کے قابل ہیں۔ اجابوا۔ ویشکل علیہم۔ اللہم ان یخصوا۔

اور وہ جو فقہا کرام رحمہ اللہ تعالٰے باب ایمان میں ذکر کرتے ہیں ایمان کا مبنی عرف پر ہے۔ الغرض جب ہم ان احادیث پر نظر کرتے ہیں جو شیخین رضی اللہ عنہما سے مروی ہیں جو علامہ سیوطی کے بدور سافرہ میں مذکور ہیں۔

وغیرہ تطبیق بین الآیات والاحادیث
ہمانست کہ بالا مذکور شدہ واللہ اعلم۔

سوال۔ رفتن بر قبور برائے دعاء
مغفرت للموتیٰ مسنون است
نہ برائے استمداد و استعانت
از مردگان۔

جواب۔ آرے مسنون ہمانست
کہ گفتی لیکن بر عدم جواز استعانت
از ارواح کُمَّل دلیل شرعی ہم قائم نہ
شدہ وآیت وتعاونوا علی البر
والتقویٰ اجازت استعانت از احیاء
واموات ہر دو مے بخشد اما الاستعانۃ
عن الاحیاء فظاہر واما عن الاموات
فلان الارواح احیاءٌ والموت و
زوال الحیوۃ انما طرء علی البدن نعم
اثر الموت فی الارواح ہو افتراقہا
عن الابدان وعوائق المادۃ وہو موجب
لازدیاد قوتہا واستفادتہا من
المبدء الفیاض..... فی بساط القرب
عند ملیک مقتدر۔

قال مولانا ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ
اعلم انہ قد استفاض من الشرع
ان اللہ تعالےٰ عبادا ہم افاضل

تو آیات واحادیث میں تطبیق کی وہی
صورت ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

سوال۔ قبور پر جانا جو مسنون ہے وہ جانا
وہی ہے جس سے غرض موتیٰ کے لئے
دعاء مغفرت ہو اور اہل قبور سے امداد
اور مدد مانگنے کیلئے جانا ہرگز مسنون نہیں۔

جواب۔ ہاں مسنون وہی ہے جو تم نے کہا ہے
لیکن کاملین سے استعانت کرنا بھی شرعاً ثابت
ہے اور اس کے ناجائز ہونے پر کوئی شرعی
دلیل قائم نہیں ہوئی اور آیت مبارکہ وتعاونوا
علی البر والتقویٰ زندگان و مردگان ہر دو سے
استعانت کی اجازت بخشتی ہے زندوں
سے استعانت کی اجازت تو بالکل ظاہر ہے
کہ مخالفین بھی اسکے منکر نہیں باقی رہے اموات
تو یہ بھی ثابت ہے اس لئے کہ ارواح زندہ ہیں
اور موت اور زندگی کا زوال محض بدن پر طاری
ہوا ہے ہاں موت کا اثر ارواح پر پڑتا ہے
کہ وہ (ارواح) بدن سے جدا ہو جاتی ہیں اور مادی
موانع ان سے جدا ہو جاتی ہیں اور یہ چیز ارواح کی
قوت کے زیادہ ہونے اور مبداء فیض سے استفادہ کے قابل
ہونیکا موجب ہے۔ مولانا شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ
البالغہ میں فرمایا ہے جاننا چاہیئے کہ شرع میں یہ
امر مستفیض اور مشہور ہے کہ اللہ تعالےٰ کے

الملائکۃ ومقربوا الحضرۃ لا یزالون
یدعون لمن اصلح نفسہ وہذبہا وسعی
فی اصلاح الناس فیکون دعائہم
ذلک سبباً لنزول البرکات علیہ
ویلعنون من عصی اللہ وسعی فی الفساد
(الی ان قال) وان الارواح افاضل
الآدمیین دخولا فیہم ولحوقاً بہم کما
قال اللہ تعالیٰ یا ایتہا النفس المطمئنۃ
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی
فی عبادی وادخلی جنتی۔ وقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأیت جعفر
ابن ابیطالب ملکا یطیر فی الجنۃ مع
الملائکۃ بجناحین انتہیٰ (وایضاً فیہ)
واذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ
اُخریٰ فینشی فیض الروح الالٰہی فیہا
قوۃ فیما بقی من الحس المشترک
تنحی کقضیۃ السمع والبصر والکلام
بمدد من عالم المثال (وایضاً فیہ)
فاذا مات انقطعت العلاقات ورجع
الی مزاجہ فیلحق بالملائکۃ وصار منہم
والہم کالہامہم وسعی فیما یسعون وربما
اشتغل ہؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر
حزب اللہ وربما کان لہم لمۃ خیر بابن آدم

بندے ہیں جو ملائکہ سے بہت فضیلت رکھتے ہیں اور وہ
درگاہ الٰہی کے مقرب ہیں ان کا کام یہ ہے کہ وہ ہمیشہ
ان بندوں کیلئے دعا میں مشغول رہتے ہیں جو اپنے
نفس کی اصلاح کرتے ہیں اور اپنے نفس کی تہذیب
و تصفیہ کرتے ہیں اور لوگوں کی اصلاح میں سعی
کرتے ہیں اور ان ملائکہ کی دعا کے سبب ان بندوں
پر برکات کا نزول ہوتا ہے کہ وہ اس کا سبب ہے اور
ان کا یہ بھی کام ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
اور فساد کی کوشش کرتے ہیں ان پر ہمیشہ لعنت کرتے
ہیں اور شاہ صاحب نے یہاں تک فرمایا کہ انسانوں میں
سے جو زیادہ فضیلت رکھتے ہیں وہ بھی ان ملائکہ
میں داخل ہیں اور انکے ساتھ مل جاتے ہیں اور انہیں کے
سے کام کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے پروردگار کی طرف
خوش ہوتا ہوا خوش کیا گیا پھر میرے خاص بندوں میں
داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا اور
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا میں نے
جعفر بن ابیطالب کو فرشتہ جو ملائکہ کے ساتھ جنت
میں دو پروں سے اڑ رہا ہے انتہیٰ۔ اسی کتاب
میں دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جب انسان پر موت
طاری ہوتی ہے تو اس کی نسمۃ (روح) کی
دوبارہ نشو ونما اور پرورش ہوتی ہے اور روح
الٰہی کا فیض اس نسمہ (روح) میں اس کی بقیہ دمہ

حس مشترک عالم مثال کی امداد سے ایسی قوت اور طاقت پیدا کر دیتا ہے جو سمع اور بصر کا کام کرتے ہیں۔ اسی حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ جب صالح آدمی مرجاتا ہے تو اس کے جسمانی تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں اور اپنے مزاج پر لوٹ آتا ہے اور ملائکہ کے ساتھ ملحق ہو جاتا ہے اور انہی میں سے ہو جاتا ہے اور انہی ملائکہ کی طرح الہام کیا جاتا ہے اور جن امور میں ملائکہ سعی اور کوشش کرتے ہیں وہ بھی انہیں امور میں سعی کرتا ہے اور بسا اوقات یہ صالحین اعلاء کلمۃ اللہ میں مشغول ہوتے ہیں اور حزب اللہ کی نصرت کرتے ہیں اور کبھی ابن آدم کے دل میں خیر کا

وربما اشتہی بعضہم الی صورۃ جسدیۃ اشتیاقا شدیداً ناشئاً من اصل جبلتہ فقرع ذلک بابا من المثال واختلطت بہ قوۃ منہ بالنسمۃ الہوائیۃ و صارکالجسد النورانی وربما اشتاق بہ بعضہم الی مطعوم ونحوہ فأید فیما اشتہی قدما اشتوتہا (وفیہ ایضاً) الملائکۃ والنفوس المجردۃ من العلائق الجسمانیۃ ینطبع فیہا ما اراد اللہ من خلق العالم من اصلاح النظام ونحوہ فتنقلب مرضیاتہا الی ماینا سب ذلک النظام (الی ان قال) واذا تمکنت العدالۃ من الانسان وقع اشتراک بینہ وبین حملۃ العرش ومقربی الحضرۃ من الملائکۃ الذین ہم وسائط نزول الجود والبرکات وکان ذلک بابا مفتوحاً بینہ وبینہم ومعد النزول الہامہم وصبغہم بمنزلۃ تمکین النفس

القاء کرتے ہیں اور بعض ان میں سے کبھی صورۃ جسمانیہ کا اشتیاق کرتے ہیں اور ان کو ایک نور جسمانی عطا کیا جاتا ہے اور بسا اوقات بعض ان میں سے مطعوم کا شوق ظاہر کرتے ہیں۔

اور اسی حجۃ اللہ البالغہ میں ہے ملائکہ اور نفوس جو علائق جسمانیہ سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں ان کے اندر اللہ تعالے جو عالم میں اصلاح نظام وغیرہ پیدا کرتا ہے وہ منقش ہو جاتا ہے تو ان (ملائکہ اور نفوس) کے مرضیات اس نظام کے مطابق منقلب ہو جاتے ہیں اور جب انسان میں صفت عدالت تمکن ہو جاتی ہے تو اس کے درمیان اور ملائکہ جو حاملین عرش ہیں اور درگاہ الہی کے مقرب ہیں کے درمیان اشتراک پیدا ہو جاتا ہے اور یہ نزول جود اور برکات کے واسطے ہیں

من الہام الملائکۃ والانبعاث
حسبہا (وفیہ ایضاً) وایضاً ان الروح
اذا فارقت الجسد بقیت حاسۃً
مدرکۃ بالحس المشترک وغیرہ وبقیت
علی علومہا وظنونہا التی کانت معہ
فی الحیوۃ الدنیا ویترشح علیہا من
فوقہا علوم یعذب لہا وینعم وہم
الصالحین من عباد اللہ ترتقی الی
خطیرۃ القدس انتہی۔ قال الشیخ
رضی اللہ تعالےٰ عنہ فی الفتوحات
وہذا الامام ہو الذی اعلم اصحابہ ان
ثم رجالاً سبعۃ یقال لہم الابدال
یحفظ اللہ بہم الاقالیم السبعۃ لکل
بدل اقلیم والیہم تنظر روحانیات
السمٰوات السبع ولکل شخص
منہم قوۃ من روحانیات الانبیاء
الکائنین فی ہذہ السمٰوات وہم ابراہیم
الخلیل یلیہ موسیٰ یلیہ ہارون یتلوہ
ادریس یتلوہ یوسف یتلوہ عیسیٰ
یتلوہ آدم سلام اللہ علیہم اجمعین

اور اسی حجۃ اللہ البالغہ میں ہے روح جب جسم سے
جدا ہو جاتا ہے تو وہ حس اور ادراک بالحس
المشترک پر باقی رہتا ہے اور جو علوم یا ظنون
حیات دنیا میں اس کے ساتھ تھے وہ بھی باقی
رہتے ہیں اور اوپر سے اس پر علوم مترشح ہوتے
ہیں جو عذاب اور تنعیم کا موجب ہوتے ہیں،
اور صالحین عباد اللہ کی ہمتیں خطیرہ القدس
تک بلند ہو جاتی ہیں (اس تقریر سے واضح ہو کہ
صالحین عباد اللہ ہر قسم کی امداد کرتے ہیں پھر ان
سے استمداد کیوں منع ہو یہ کلام حضرت اقدس کا
رضی اللہ تعالےٰ عنہ ندا اصل جواب ہے اہل ظاہر کے
اس اعتراض کا کہ مردہ مرنے کے بعد مٹی ہو جاتا ہے) (مترجم)
فتوحات مکیہ میں شیخ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے پھر
یہاں سات مرد ہیں جن کو ابدال کہا جاتا ہے ان کی
وجہ سے اللہ تعالےٰ اقالیم سبعہ کی حفاظت فرماتا ہے
ہر ایک بدل کیلئے ایک خاص اقلیم ہے اور سمٰوات سبع
کے روحانیات بھی انہیں کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور
سات آسمانوں میں جو انبیاء علیہم السلام سکونت فرما
ہیں ان کے روحانیات سے ہر ایک بدل کو قوت پہنچتی ہے
اور وہ انبیاء علیہم السلام ابراہیم خلیل علیہ السلام ہیں ان کے
متصل نیچے موسیٰ علیہ السلام ان کے بعد ہارون علیہ السلام
ان کے بعد ادریس علیہ السلام اس کے بعد یوسف علیہ السلام
اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد آدم علیہ السلام ہیں

واما یحیی فلا تردد بین عیسےٰ وبین ہارون
فینزل علی قلوب ہؤلاء الابدال السبعة
من حقائق ہؤلاء الانبیاء الخ
(ثم قال بعید ہذا) واما القطب الواحد فہو
روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہو الممد لجمیع
الانبیاء والرسل علیہم السلام والاقطاب
من النشئ الانسانی الی یوم القیامة
قیل لہ صلی اللہ علیہ وسلم متیٰ کنت
نبیاً فقال صلی اللہ علیہ وسلم وآدم
بین الماء والطین (الی ان قال)
ولہذا الروح المحمدی مظاہر فی العالم
واکمل مظہرہ فی قطب الزمان وفی
الافراد وفی ختم الولایة المحمدی وختم الولایة
العامة الذی ہو عیسیٰ علیہ السلام وہو المعبر
عنہ بمسکنہ انتہیٰ۔

الحاصل مابین اصنام وارواح
کُمَّل فرقیست بیّن وامتیازیست
باہر پس آیات واردہ فی حق الاصنام
را بر انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ
علیہم اجمعین حمل نمودن کما فی
تقویة الایمان تحریفی است قبیح و
تخریبیست شنیع۔
باز مے آئیم بسرا اینکہ رفتن بر قبور

اور یحییٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام
کے درمیان آمد ورفت رکھتے ہیں پس ان ابدال سبعہ
کے قلوب پر ان انبیاء علیہم السلام کے حقائق نازل ہوتے ہیں
پھر تھوڑا سا اس کے بعد فرماتے ہیں اور
قطب جو ایک ہے سب عالم کے لئے
وہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ہی
تمام انبیاء اور رسل کی امداد فرماتے ہیں اور
نوع انسانی سے قیامت تک جو قطب ہونگے
ان کی بھی امداد ہی فرماتے ہیں آپ کی خدمت میں
عرض کیا گیا کہ آپ کس وقت نبی ہوئے۔ فرمایا آدم
ابھی پانی اور کیچڑ کے درمیان تھے اور اس
روح محمدی کے عالم میں بہت مظاہر ہیں اور
اکمل مظہر آپ کا ایک قطب زمان ہے اور
دوسرے افراد ہیں اور تیسری ختم ولایت محمدی ہے
اور چوتھا ختم مطلق ولایت ہے جو عیسیٰ علیہ السلام ہے
اور اس کو آپ کا مسکن بھی کہتے ہیں۔ الحاصل اصنام
اور کاملین کے ارواح میں فرق واضح ہے اور
امتیاز غالب ہے پس جو آیات اصنام کے حق میں
وارد ہیں ان کو انبیاء و اولیاء صلوات اللہ
وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی
تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے اور یہ دین کی بہت
بڑی تخریب ہے جیسا کہ صاحب تقویۃ الایمان اس کا مرتکب
ہوا ہے۔ اب ہم واپس اسبات کی طرف آتے ہیں کہ قبور پر جانا

مسنون است برائے مغفرت للموتیٰ۔ آرے تشریف بردن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر بمنصب عالی او صلی اللہ علیہ وسلم برائے ہمیں بود چہ آنجا استمداد و دعا طلبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از موتیٰ و توسل بدو شان منصور نبود لفضیلتہٖ علی الکل بخلاف امت مرحومہ کہ طالحین از و شان محتاج اند بدعا طلبی از صالحین۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ فرمودہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوے در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد از وفات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است دعا را بالجملہ این معنے را از اہل کشف و شہود باید پرسید کہ چہ فیوض و فوائد از ارواح کُمّل گرفتہ اند وہمیں جہت او شان را اویسیاں مے گویند۔

سوال۔ مسلّم کہ فرقیت بین وظاہر مابین اصنام و ارواح کاملہ لکن اطلاع او شان بر دعوت مستعینان و مستمدان از اقاصی و ادانی موجب ثبوت علم غیب است برائے غیر حق سبحانہ و تعالےٰ۔

محض دعائیت کے لئے مسنون ہے۔ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبور پر تشریف لے جانا اسی غرض کے لئے تھا اس لئے کہ آپ کے منصب عالی کا مقتضی یہی ہے اس واسطے کہ اس محل و موقع پر استمداد اور دعا طلبی مردگان سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متصور نہیں ہو سکتی اور نہ ہی آپ کا توسل متصور ہے کہ آپ سب سے افضل ہیں (اسلئے کہ آپ سب کا وسیلۂ عظمیٰ ہیں اور سب آپ کے محتاج ہیں پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم توسل اور استمداد فرما دیں تو عکس موضوع لازم آئیگا مترجم) خلاف امت مرحومہ کے کہ اس امت کے طالح اور گنہگار صالحین اور نیکوکاروں سے استمداد و توسل کر سکتے ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں جس شخص سے زندگی میں مدد طلب کی جا سکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جا سکتی ہے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی قبر مبارک دعا کے قبول کیلئے تریاق مجرب ہے۔ الحاصل یہ مسئلے اہل کشف و شہود سے پوچھنے چاہئیں کہ کس قدر فیوض اور فوائد کاملین کے ارواح سے حاصل ہوئے ہیں اور اسی لئے ان کو اویسی کہتے ہیں۔ سوال ہم مانتے ہیں کہ اصنام اور ارواح کاملین کے درمیان فرق واضح ہے لیکن ارواح کاملین کو اپنے پکارنے والوں کی ندا اور استمداد پر نزدیک سے اور دور سے اطلاع کیسے ہو سکتی ہے اگر ایسی اطلاع مان لی

وہو خلاف ما النصوص بہ منصوص

قال اللہ تعالے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون وقال ایضاً۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا ھو۔ والآیات فی ہذا کثیرۃ

جواب۔ غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ وباطنہ وعلم ضروری وعلم استدلالی غائب باشد واو مخصوص است بحق سبحانہ وتعالیٰ کما فی النصوص پس کسیکہ دعوے نماید او برائے خود کافر است وہمچنین مصدق آن۔ اما خبر نبی از جہت بودن او مستفاد از وحی واز پیدا نمودن حق سبحانہ وتعالے علم ضروری درو واز انکشاف حوادث بر حواس او پس نیست داخل در علم غیب۔ قال تعالیٰ لا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول۔ فکل ما اخبر بہ صلی اللہ علیہ وسلم من الغیوب لیس ھو الا عن اعلام اللہ تعالیٰ فلا ینافی الآیات الدالۃ علی انہ لا یعلم

ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہوتا اور بغیر حق تعالیٰ کے علم غیب ماننا جائے تو یہ آیات قرآنی کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قل لا یعلم الخ اور اس بارہ میں بہت آیات وارد ہیں۔

جواب۔ پہلے غیب کے معنے بتائے جاتے ہیں غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ وباطنہ کے ادراک اور علم بدیہی اور استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے جیسا کہ ان آیات میں مراد ہے پس اگر اس علم غیب کا کوئی مدعی ہو اپنے نفس کیلئے یا کسی غیر کے اس قسم کے دعوے علم غیب کی تصدیق کرے تو وہ کافر ہے مگر جو خبر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ اس کا علم ضروری نبی کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں یا نبی کی حس پر حوادث کا انکشاف فرما دیتے ہیں تو یہ علم غیب میں داخل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے عالم الغیب الآیۃ پس تمام وہ اخبار جو آنحضرت نے دی ہیں اور غیب کی باتیں بتائی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام اور جتوانے سے بتائی ہیں ان آیات کے منافی نہیں جو دلالت کرتی ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) غیب نہیں جانتے

الغیب لان المنفی علمه من غیر
واسطة قال فی المواهب وقد
اشتهر ونشر امرہ بین اصحابه
بالاطلاع علی الغیوب حتی ان
کان بعضهم یقول لصاحبه
اسکت فواللہ لو لم یکن عندہ
من یخبرہ لاخبرته حجارة
البطحاء در تفسیر عزیزی نوشته غیب
نام چیزے است که از ادراک
حواس ظاهرہ و باطنه غیب باشد
نه حاضر تا بمشاهدہ و وجدان دریافت
شود و اسباب و علامات آں نیز
در عقل و فکر در نیاید تا ببداهت
و استدلال دریافته شود و این
غیب مختلف مے باشد پیش کور
مادر زاد عالم الوان غیب است
و عالم اصوات و نغمات والحان
شهادت و پیش عنین لذت جماع
غیب است و پیش فرشته ها الم
گرسنگی و تشنگی غیب است
و دوزخ و بهشت شهادت ولهذا
این قسم را غیب اضافی گویند و
آنچه نسبت بهمه مخلوقات غائب است

اس لئے کہ آپؐ سے منفی وہ علم غیب ہے
جو بلا واسطہ ہو مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دربارہ اطلاع غیوب
صحابہ کرام میں اس قدر مشہور تھا اور اس قدر
عقیدہ پھیلا ہوا تھا کہ بعض صحابہ اپنے ہمراہی
کو کہتے تھے کہ چپ کر جا اور کوئی بات نہ کہہ
اللہ تعالیٰ کی قسم اگر آپ کے پاس کوئی خبر دینے
والا نہ بھی گیا تو آپ کو بطحا کے پتھر خبر دیدینگے
تفسیر عزیزی میں لکھا ہے کہ غیب اس چیز
کا نام ہے جو حواس ظاہرہ اور باطنہ کے ادراک
سے غائب ہو نہ حاضر اگر حاضر ہوگی تو مشاہدہ
اور وجدان سے معلوم ہو جائے گی اور اس
کے اسباب اور علامات بھی عقل و فکر
میں نہ آئیں تاکہ بداہت اور استدلال سے
معلوم ہو اور یہ غیب مختلف ہوتا ہے
مادر زاد اندھے کے سامنے رنگ کا
جہان غیب ہے اور آواز و نغمے اور سروں
کا عالم شہادت ہے اور نامرد کے لئے جماع
کی لذت غیب ہے اور فرشتوں کے لئے بھوک
اور پیاس کی تکلیف غیب ہے دوزخ اور
بہشت شہادت ہیں اور اسی وجہ سے
اس قسم کو غیب اضافی کہتے ہیں اور وہ چیز جو تمام
مخلوقات کی نسبت غائب ہے۔

غیب مطلق است مثل آمدن قیامت
واحکام کونیہ و شرعیہ باریتعالےٰ درہ
ہر روزہ و در ہر شریعت و مثل حقائق
ذات و صفات او تعالےٰ علی سبیل
التفصیل و این قسم را غیب خاص
او تعالےٰ شانہ نامند. فلا یظہر
علی غیبہ احداً یعنی پس مطلع
نمے کند بر غیب خاص خود ہیچکس
را بوجہے کہ رفع تلبیس و اشتباہ
وخطا بکلی دراں اطلاع حاصل شود
واحتمال خطا و اشتباہ اصلاً نماند
ہمیں اطلاع دادن کذائی مست
کہ اورا اظہار شخص بر غیب توان
گفت الی آخر ما قال صاحب کشاف
بنا بر مذہب اعتزال خود در تحت
این آیت نوشتہ وفی ھذا
ابطال الکرامات لان الذین
یضاف الیھم وان کانوا اولیاء
مرتضین فلیسوا برسل آہ۔
لکن باوجود ادعائے دانشمندی این
حرف از و بسیار بعید واقع شدہ
زیرا نکہ این آیہ نفی اطلاع بر غیب
بوجہیکہ رفع تلبیس و اشتباہ بکلی

وہ غیب مطلق ہے جیسا قیامت آنیکا وقت اور
اللہ تعالیٰ کے احکام کونیہ جو ہر روز صادر ہوتے ہیں
اور احکام شرعیہ جو ہر شریعت میں وارد ہوتے ہیں
اور جیسا کہ اللہ تعالےٰ ذات اور صفات کے حقائق
مفصلہ اس قسم کو غیب خاص اللہ تعالےٰ کا کہتے ہیں یعنی
اپنے غیب خاص پر کسی کو مطلع نہیں فرماتے اس قسم کی
اطلاع کہ تلبیس اور اشتباہ اور خطا کا بالکل ہٹا
اطلاع میں رفع ہو خطا اور اشتباہ کا احتمال
بالکل نہ ہے اور اس قسم کی اطلاع کو اظہار شخص
بر غیب کہہ سکتے ہیں۔
صاحب کشاف نے اپنے مذہب اعتزال
کی بنا پر جو اس آیت کے ماتحت
لکھا ہے۔ وفی ہذا ابطال الکرامات الخ
(اس آیت میں کرامات کا ابطال
ہے۔ اس لئے کہ جن لوگوں کی
طرف کرامات منسوب کی جاتی ہیں
اگرچہ وہ پسندیدہ اولیاء ہیں مگر
رسول نہیں۔ مگر باوجود دانشمندی
کے دعوے کے یہ کلام اس
سے بعید واقع ہوا ہے
اس لئے کہ یہ آیت اس
اطلاع بر غیب غیر انبیاء سے نفی کرتی ہے
جس اطلاع میں تلبیس اور اشتباہ بالکل نہ ہو۔

دران حاصل باشد از غیر رسولان
مے کند نہ نفی اطلاع بر غیب مطلقاً
چہ جائے آنکہ کرامات دیگر را ابطال
نماید و در تفسیر گذشت کہ اظہار شخص
بر غیب چیزے دیگر و اظہار غیب
بر شخص چیزے دیگر از نفی آن
نفی این لازم نمے آید و اولیاء را اگرچہ
اظہار بر غیب حاصل نیست اما اظہار
غیب بر ایشان جائز و واقع است الخ
وہم دران مقام نوشتہ و بعضے از ایشان
گفتہ اند کہ حصر بملاحظہ قید اصالۃ
است یعنی بالاصالۃ اطلاع بر غیب
خاصہ پیغمبران است و اولیاء را اطلاع
بر غیب بطریق وراثت و تبعیت حاصل
مے شود وایضاً فیہ۔ و بعضے از قدماء
مفسرین اہل سنت گفتہ اند کہ مراد
از غیب لوح محفوظ است و اطلاع
بر لوح ہیچکس را سوائے پیغمبران حاصل
نمے شود و لیکن در کلام خلل است زیراکہ
او اطلاع بر لوح محفوظ بمعنی مطالعہ
آن لوح و نقوش بطریق صحیح مروی نیست
کہ پیغمبرے را بودہ باشد بلکہ از اخبار صحیحہ
اختصاص این امر بحضرت اسرافیل است

اور مطلق اطلاع بر غیب کی غیر انبیاء سے نفی نہیں
کرتی چہ جائیکہ اطلاع غیب کے سوا دوسری
کرامات کو بھی باطل کرے۔ تفسیر میں
گذر چکا ہے کہ اطلاع شخص بر غیب اور
چیز ہے اور اظہار غیب بر شخص اور چیز ہے
ایک کی نفی سے دوسری کی نفی لازم نہیں
آتی اور اولیاء کو اگرچہ اظہار شخص بر غیب حاصل نہیں
لیکن اظہار غیب بر شخص جائز ہے اور واقع ہے
اور اس مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ بعض مفسرین
نے کہا ہے کہ قید اصالۃ کا لحاظ کرتے ہوئے
حصر ہے یعنی بالاصالۃ اطلاع غیب پیغمبروں
کا خاصہ ہے اور اولیاء کو غیب پر اطلاع وراثت
اور تبعیت کے طور پر حاصل ہے (اولیاء کو اطلاع
بوساطت انبیاء حاصل ہوتی ہے) نیز اسی تفسیر میں
یہ بھی ہے کہ بعض اہل سنت کے قدماء مفسرین نے
کہا ہے کہ غیب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لوح
پر اطلاع پیغمبروں کے سوا کسی کو حاصل نہیں
ہوتی لیکن یہ کلام ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ
لوح محفوظ پر اطلاع اس معنے سے کہ لوح محفوظ
اور اسکے نقوش منقوشہ کا مطالعہ ہو یہ امر کسی صحیح
روایت سے کسی نبی کے لئے ثابت نہیں بلکہ خبر
صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر حضرت
اسرافیل علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے

داوشان رسول نیستند۔ دوئم اینکہ
مراد از اطلاع بر لوح اطلاع بر موجودات
نفس الامریہ است کہ قبل از ظہور آن
موجودات در خارج حاصل شود گو
بمطالعہ نقوش لوح باشد یا بے مطالعہ
زیراکہ مراد از اطلاع بر کتاب اطلاع
بر مضامین مرقومہ دران کتاب میشود
نہ دیدن نقوش و این معنی اولیاء را
نیز حاصل مے گردد پس دیدن و
ندیدن برابر شد۔ سیوم آنکہ اطلاع
بر لوح محفوظ بمطالعہ و دیدن نقوش
ہم از بعضے اولیاء اللہ بتواتر منقول
است پس اختصاص و حصر صحیح
نخواہد شد۔ انتہے۔ وہمچنین خبر ولی
کہ مستفاد است از نبی یا رویاء صالحہ
یا نظر در لوح محفوظ یا الہام الٰہی۔
اخرج البخاری عن عمرؓ قال قام فینا
النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا
عن بدء الخلق حتی ادخل اہل الجنۃ
منازلہم واہل النار منازلہم وفی
المتفق علیہ عن حذیفۃ رضی اللہ عنہما
قال لقد خطبنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم
خطبۃ ماترک فیہا شیئاً الی قیام الساعۃ الا ذکرہ

اور وہ رسول نہیں۔ ثانیاً اسلئے کہ اطلاع لوح
محفوظ سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں نفس الامر میں
موجود ہیں ان کے موجود ہونے سے پہلے ان موجودات
نفس امریہ کی اطلاع ہو جاتی اس لئے کہ کسی
کتاب کے مطالعہ کے یہی معنے ہیں کہ اس
کے مضامین پر اطلاع ہو جو اس میں درج
ہیں خواہ مطالعہ نقوش سے یہ اطلاع ہو
اور یہ معنے اولیاء اللہ کو حاصل ہیں پس نقوش
لوح محفوظ کا دیکھنا اور نہ دیکھنا برابر ہوا ثالثاً
اس لئے کہ لوح محفوظ پر اطلاع بذریعہ اس
کے نقوش کے مطالعہ اور دیکھنے کی بھی بعض
اولیاء اللہ سے متواتراً منقول ہے پس اختصاص
اور حصر صحیح نہ ہوگا۔ انتہی۔
اور اسی طرح خبر ولی کی جو حاصل ہو نبی
سے یا سچی خواب سے یا لوح محفوظ میں نظر
کرنے سے یا الہام الٰہی سے ذریعہ [illegible]
سے جائز و واقع ہے پس اطلاع ان کے غیب پر ثابت ہو
گئی۔ امام بخاری نے حضرت عمرؓ سے اخراج کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خطبہ دیا پس ابتدا خلق سے
خبر دینی شروع کی تا کہ اہل جنت کو ان کے منازل میں خبر دی اور اہل
نار کو ان کے منازل میں خبر کیا۔ حضرت حذیفہ سے متفق
علیہ حدیث ہے خدا کی قسم آنحضرتؐ نے ہمارے سامنے ایسا
خطبہ دیا جس میں قیامت تک کی کسی چیز کو نہ چھوڑا بلکہ سب کو ذکر کر دیا۔

واخرج الطبرانی عن ابن عمرؓ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ رفع
الی الدنیا فانا انظر الیہا والی ماہو کائن
فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ۔
قال الزرقانی فی قولہ علیہ السلام قد رفع
ای اظہر وکشف لی بحیث احطت بما
فیہا وفی المسلم عن عمرؓ بن الخطاب
فی حدیث طویل فاخبرنا بما کان وبما
ہو کائن فاعلمنا احفظنا۔ وفی المشکوٰۃ
فی حدیث طویل فعلمت ما فی السموٰت
والارض۔ وفی فتح العزیز تحت قولہ
تعالیٰ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔
یعنی وباشد رسول شما بر شما گواہ
زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت
بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام
درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت
ایمان او چیست وحجابے کہ بدان
از ترقی محجوب ماندہ است کدام
است پس او مے شناسد گناہان
شمارا ودرجات ایمان شمارا واخلاص
ونفاق شمارا انتہی بقدر الحاجۃ۔
قال العلامۃ الخطیب فی المواہب
اذا فرق بین موتہ وحیاتہ فی مشاہدتہ

اور طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث اخراج
کی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اللہ
تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے ظاہر کر دی ہے
پس میں اس کی طرف دیکھ رہا اور جو کچھ اس میں
قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف بھی
دیکھ رہا ہوں جیسا کہ اپنی اس ہتھیلی کی طرف
دیکھ رہا ہوں۔ زرقانیؒ نے فرمایا ہے کہ رفع
سے مراد اظہار اور انکشاف مراد ہے کہ تمام
جو کچھ دنیا میں ہے اس کا میں نے احاطہ کر
رکھا ہے اور مسلم میں عمر بن خطابؓ سے ایک
طویل حدیث میں مروی ہے پس خبر دی
آپ نے ہم کو اس چیز سے جو ہو چکی ہے اور
جو ہونی ہے پس ہم سے زیادہ وہ عالم ہوئے جو زیادہ
حافظ ہے اور مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث میں
یہ جملہ ہے پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں
میں ہے۔ اور تفسیر عزیزی نے ویکون الرسول الخ کی تفسیر میں فرمایا
ہے اور ہوگا تمہارا رسول تم پر گواہ اسلئے کہ وہ مطلع ہے
نور نبوت سے اپنے دین کے ہر متدین کے رتبہ پر کہ میرے دین کے کس رتبہ
پر پہنچا ہے اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس حجاب کی وجہ سے
وہ ترقی سے رکا ہوا ہے وہ کیا ہے پس آنحضرتؐ پہچانتے ہیں
تمہارے گناہوں کو اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے
تمام نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص اور نفاق کو اور
مواہب لدنیہ میں علامہ خطیبؒ نے کہا ہے کہ آپ کی موت
اور حیات کے درمیان اس بارہ میں کوئی فرق نہیں کہ آپ اپنی امت کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

منہ و معرفۃ باحوالہم ونیاتہم وعزائمہم
وخواطرہم وذالک عندہ جلی لاخفاء بہ الخ
وقال علی القاری فی شرحہ للشفاء ان
روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضر فی جمیع
بیوت المسلمین[1] الخ حاشیہ بنبراس پس
کسیکہ حبیب ازلی وشاہد لم یزلی را
صلی اللہ علیہ وسلم نظر بہ انما انا بشر مثلکم
وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔ قل انی لا
املک لکم ضرا ولا رشدا ونظائرہا مثل
سائر بنی نوع میداند ضال است و
مضل و نمے فہمد کہ بعد از مثلکم یوحی
الی چہ قدر امتیازے پیدا نمودہ۔
ولا ادری ولا املک بالنظر الی نفسہ است
لا بالنظر الی الایحاء والاعلام الالہی وتملیکہ
آرے علم رسول بشری یا ملکی را مساوی
علم الہی دانستن وفقط در بالذات و
بالواسطہ متمیز انگاشتن بعید است
از صواب قال اللہ تعالی ولا یحیطون
بشیء من علمہ الا بما شاء وامیر المومنین
عمر رضی اللہ تعالی عنہ دیدہ بود لشکر خود
در نہاوند کہ غالبا کہ بمسافت پنجصد
فرسنگ است از مدینہ طیبہ علی صاحبہا

[1] ای المراد بالحضور ہو الاطلاع علی احوالہم ۱۲ منہ

ویاں امت کے احوال نیت عزائم اور جو خیال ان کے
دلمیں آتے جاتے ہیں ان سب کی معرفت آپکو حاصل ہے
اور یہ امر آپکے نزدیک بالکل ظاہر ہیں اس میں خفاء
اور پوشیدگی نہیں اور علی قاری نے شرح شفاء میں کہا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تمام مسلمانوں کے گھروں
میں حاضر ہے[1] یعنی ان کے احوال پر مطلع ہے نبراس شرح عقائد
میں ہے جو شخص حبیب ازلی اور شاہد لم یزلی کو انما انا بشر مثلکم
وما ادری ما یفعل بی ولا بکم وقل انی الخ اور مثل کے نظائر
وامثال پر نظر کرکے تمام انسانوں کے برابر خیال کرے اور
عقیدہ رکھے وہ گمراہ ہے اور گمراہ کرنیوالا ہے وہ اتنا بھی
نہیں سمجھتا کہ مثلکم کے بعد یوحی الی نے کس قدر امتیاز پیدا
کر دیا ہے اور ما ادری اور لا املک تو باعتبار ذات نفس
ذات کے وارد ہوئی ہیں ورنہ اگر اللہ کی وحی کرنیکا لحاظ
کیا جائے اور اعلام الہی کو مد نظر رکھا جائے اور تملیک الہی کو ملحوظ
نظر کیا جائے تو علم ما یفعل بی ولکم بھی حاصل ہے اور اللہ تعالی
کے مالک بنانے کا لحاظ کرنے سے ضرر اور رشد کا ملک بھی
واضح ہے۔ ہاں رسول یا بشر یا فرشتہ مرسل کا علم اللہ تعالی کے علم
کے برابر جاننا اور محض بالذات اور بالواسطہ کا امتیاز رکھنا
اور یہ عقیدہ رکھنا صواب سے بعید ہے اللہ تعالی فرماتا ہے
ولا یحیطون الخ اور امیر المومنین عمر بن الخطاب نے زمانہ خلافت
میں اپنے لشکر نہاوند میں کہ مدینہ سے لڑ رہا تھا اور نہاوند مدینہ طیبہ
علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے پانچ سو فرسنگ یعنی

[1] شاید حضور سے مراد ان کے احوال پر اطلاع ہے۔

الصلوٰة والسلام و طول او ہشتاد و سه
درجه و عرض او سی و چهار است کما فی الزیج
درحالیکه بود رضی الله تعالیٰ عنه بر منبر
در مدینه منوره زادها الله شرفاً و تکریماً
بیوم جمعه و فرمود در خطبه یا ساریة الجبل
الجبل در حق امیر لشکر که ساریه نام داشت
و سوال کرد از وے عبدالرحمٰن بن عوف
از کیفیت آن مقوله فرمود مشرکین را
مے بینم که برادران مارا هزیمت داده اند
و پس و پیش ایشان احاطه نموده اند
بنا بران امر نموده من میر لشکر را که بجبل
تکیه گیرد یعنی پشتهائے را بسوئے کوه
نموده با دواجه با دشمن جنگ کنند
پس آمد بشیر بعد از یک ماه و گفت
که دشمن مارا هزیمت داده بود بوقت
نماز جمعه پس شنیدیم منادی را که ندا
مے کرد یا ساریة الجبل الجبل پس گریخت
دشمن۔ قال الشیخ رضی الله تعالیٰ
عنه فی باب رابع عشر و اربعمائة المنزل علیه
ذلک الحکم فی حضرة التمثل الخارج
عن ذاته و ما دخل المعبر عنه بالمبشرات
فی حق من لم یکن ان الولی یشترک مع النبی فی ادراک
ما تدرکه العامة فی النوم فی حال الیقظة الخ۔

ڈیڑھ ہزار میل دور ہے طول البلد اس کا ۸۲ درجہ ہے
اور عرض البلد ۳۴ درجہ ہے جیسا کہ زیج میں ہے
و حضرت امیر عمرؓ مدینہ منورہ زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً
ذکریماً جمعہ کے دن منبر پر خطبہ فرما رہے تھے اثناء
خطبہ میں فرمایا یا ساریة الجبل الجبل یہ ساریہ لشکر
کا سردار تھا اور اسی کو خطاب تھا حضرت عبدالرحمن
بن عوف نے اس جملہ کی کیفیت دریافت فرمائی
حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مشرکین
ہمارے بھائی مجاہدین کو شکست دے رہے ہیں
اور ان کے آگے پیچھے احاطہ کر دیا ہے اسی بنا پر میں
نے ساریہ کو کہا کہ پہاڑ پر تکیہ کریں یعنی پہاڑ کی طرف
پیٹھ کر کے دشمن کے دوبدو جنگ کریں پس ایک
مہینہ کے بعد خوشخبری دینے والا آیا اور اس نے
کہا کہ دشمن نے ہم کو شکست دی تھی اور جمعہ کا دن
تھا ہم نے سنا کہ منادی ندا کر رہا ہے یا ساریة
الجبل الجبل پس اس تدبیر سے دشمن بھاگ
گیا۔ حضرت شیخ اکبرؓ نے فتوحات باب ۴۱۴ میں ذکر فرمایا ہے وہ
کہتا ہے یہ شخص جس پر حکم نازل کیا گیا ہے حضرت تمثل میں جو
اس کی ذات سے خارج ہیں اور حضرت تمثل میں جو داخل ہے
اور جس سے تعبیر مبشرات کی جاتی ہے مگر نام کے
حق میں یہ تعبیر ہے کہ ولی پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ اس امر
میں شریک ہوتا ہے کہ جس کو عوام خواب میں دیکھتے
ہیں وہ پیغمبر علیہ السلام کی طرح بیداری میں دیکھتا ہے

درمرقات نوشتہ للغیب مبادی ولواحق مبادیہ لا یطلع علیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل واما اللواحق فھو ما اظھر اللہ تعالیٰ علی بعض احبائہ لوحۃ علمہ وخرج ذلک عن الغیب المطلق وصار غیبا اضافیا وذلک اذا تنور الروح القدسیۃ وازداد نوریتھا واشراقھا بالاعراض عن ظلمۃ عالم الحس وتجلیۃ ذات القلب عن صدأ الطبیعۃ والمواظبۃ علی العلم والعمل وفیضان الانوار الالھیۃ حتی یقوی النور وینبسط فی فضاء قلبہ فتنعکس فیہ النقوش المرتسمۃ فی اللوح المحفوظ ویطلع علی المغیبات ویتصرف فی اجسام العالم السفلی بل یتجلی حینئذ الفیاض الاقدس بمعرفتہ التی ھی اشرف العطایا فکیف لغیرہا۔

مرقات میں ہے غیب کے مبادی ہیں اور لواحق (مبادی وہ غیب ہیں جو رب نے پہلے غیب ہی جیسے اللہ تعالیٰ کی کنہ ذات اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی کنہ اور لواحق وہ غیب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اور وہ ممکن الاطلاع اور جائز الاظہار ہیں مترجم) پس مبادی پر تو نہ کسی ملک مقرب کو اطلاع ہو سکتی ہے نہ ہی نبی مرسل کو اور لواحق وہ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ اپنے بعض محبوبوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور اپنے علم کی چمک ڈال دیتا ہے اور یہ غیب مطلق سے خارج اور الگ ہے اور یہ غیب اضافی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ روح قدسی خوب روشن ہو جاتے ہیں اور اس کی نورانیت اور اشراق زیادہ ہوتا ہے اسواسطے کہ وہ عالم حس کے اندھیرے سے اعراض کرتا ہے اور قلب کی ذات کو عالم طبعی کی میل اور کٹ سے صاف کر کے روشن کر لیتا ہے اور علم و عمل اور انوار الٰہی کے فیضان پر مواظبت اور ہمیشگی حاصل ہو جاتی ہے حتےٰ کہ نور بہت قوی ہو جاتا ہے اور دل کا میدان بہت کشادہ ہو جاتا ہے پھر اس میں لوح محفوظ کے نقوش مرتسمہ منعکس ہوتے ہیں سب مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی میں تصرف کرتا ہے بلکہ فیاض اقدس جل جلالہ اپنی معرفت کی تجلی فرماتے ہیں جو سب عطیات سے اشرف ہے پھر دوسری چیزوں کا کیا کہنا ہے انتہی

این جا حکیم الامۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ
دربارہ ارواح مفارقہ کُمّل در حجۃ اللہ
البالغہ ذکر نمودہ و برخی ازاں قبیل
ازیں نقل نمودہ ام یاد باید آورد مع
ملاحظہ معنی غیب بحسب ما مرّ آنفاً
آنکہ او سبحانہ و تعالیٰ بندگان خود
را از کاملین بعد از الحاق بملاء اعلیٰ
نورانیت و اشراق عطا فرماید زاید
براں کہ بود مر اوشاں را در دنیا پس
مے باشند مثل ملائکہ متصرف
بالہام و اطلاع در بنی نوع انسان
و مطلع بر اقوال و افعال اوشان۔
خاتم المحدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہ در
شرح مقام علیین مے نویسند کہ روح
را قرب و بعد مکانی مانع این دریافت
نمے شود و مثال آن در وجود انسانی
روح بصری است کہ ستارہ ہائے
ہفت آسمان را درون چاہ مے
توان دید۔ انتہیٰ۔
در حدیث صحیح آمدہ صلوا علی
فان صلوٰتکم تبلغنی حیث کنتم۔
فی المرقاۃ۔ قال القاضی و ذلک ان
النفوس الذکیۃ القدسیۃ

اسجگہ وہ مضمون یاد میں لانا چاہیئے جو حکیم امت
حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دربارہ
ارواح مفارقہ کاملین ذکر فرمایا ہے اور کچھ حصہ
اس کا اس سے تھوڑا سا پہلے نقل کیا جا چکا ہے
اور اس مضمون کے ساتھ غیب کے جو معنے پہلے گذر
چکے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرما لینے چاہئیں خلاصہ یہ ہے
کہ اللہ اپنے کامل بندوں کو جبکہ وہ ملاء اعلیٰ کے
ساتھ مل جائیں اس قدر نورانیت عطا فرماتے ہیں
کہ دنیا والے نورانیت سے زیادہ ہوتی ہے پس
وہ ملائکہ کی طرح بنی آدم میں الہام اور اطلاع
علی الغیب کے باعث تصرف کرتے رہتے
ہیں اور ان کے اقوال و افعال پر مطلع ہوتے
ہیں۔ خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز رضی اللہ
تعالےٰ عنہ مقام علیین کی شرح میں لکھتے ہیں کہ روح
کو جو دریافت اور اطلاع بنی انسان کے اقوال و افعال
پر حاصل ہوتی ہے اس میں مکان کا قرب و بعد
مانع نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی مثال وجود انسانی
میں وہ روح ہے جو بصر پر گرتے ہیں کہ ساتوں
آسمانوں کے ستارگان کو کنوئیں میں دیکھا جا سکتا ہے
حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث
آئی ہے۔ کہ درود بھیجو مجھے اس لئے
کہ تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے جہاں بھی ہو
قاضی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ امر اسلئے
ہوتا ہے کہ پاک اور مقدس روحیں جب

اذا تجردت عن العلائق البدنية عرجت
واتصلت بالملاء الاعلیٰ ولم یبق لها
حجاب فتری الکل کالمشاہد بنفسها او
باخبار الملک وفیه سر یطلع علیه من تیسر له
ذلک - ازین جا ظاهر گشت جهالت
کسانیکه آیات واحادیث ذیل را شاهد
مے آرند بر منع استعانت از ارواح
کُمَّل و عدم اطلاع اوشان بر احوال مستغیثین
ونفی علم غیب اضافی برائے آنحضرت
صلی اللہ علیه وسلم واتباع او از ورثه
احوال فمنها وعنده مفاتح الغیب
لا یعلمها الا هو۔

۲ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت
والارض الغیب الا اللہ وما
یشعرون ایان یبعثون۔

۳ ان اللہ عنده علم الساعة

۴ ومن اضل ممن یدعو من
دون اللہ من لا یستجیب له الی
یوم القیامة وهم عن دعائهم
غافلون۔

بدنی تعلقات سے الگ ہو جاتی ہیں تو ان کو
عروج حاصل ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ سے ملجاتی
ہے اور کوئی حجاب اور پردہ نہیں رہتا۔ پس سب
اشیاء کو دیکھتے ہیں یا تو مشاہدہ بنفسہا ہوتا ہے
یا فرشتہ اطلاع دیتا ہے اور اس میں ایک راز ہے
جس کو وہ میسر ہوگا وہی اس پر مطلع ہوگا۔ پس
معلوم ہوا کہ جو لوگ آیات واحادیث ذیل کو بطور
شاہد و دلیل پیش کرتے ہیں اور کاملین کے ارواح
سے استعانت کی ممانعت ان آیات واحادیث
سے ثابت کرتے ہیں نیز یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان
ارواح کاملین کو اپنے فریاد کرنیوالوں کی حالت پر کوئی اطلاع
نہیں ہوتی نیز ان آیات واحادیث سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تابعین سے
نفی علم غیب اضافی کی ثابت کرتے ہیں جاہل
اور بے علم ہیں۔ اور حقیقت حال سے بالکل
ناواقف ہیں اب ان آیات اور احادیث کو
درج کیا جاتا ہے جو ان جہال کے دلائل ہیں
ان آیات قرآنیہ میں سے بعض کا مضمون یہ ہے
۱ کہ غیب کی کنجیاں خدا کے پاس ہیں اسکے سوا کوئی
غیب دان نہیں ہے ۲ زمین و آسمان (تمام کائنات)
میں خدا کے سوا غیب دان کوئی نہیں۔ ہے ان کو یہ
بھی خبر نہیں کہ کب زندہ کئے جائینگے ۳ قیامت کا
تمام علم خدا کے پاس ہے ۴ جو شخص اپنے معبود باطل

۵ قل لا املك لنفسي نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله۔
۶ قل من بيده ملكوت كل شئ وهو يجير ولا يجار عليه
۷ قل لا املك لكم ضرا ولا رشدا الخ
۸ ويعبدون من دون الله ما لا يملك لهم الخ
۹ لا تدع من دون الله ما لا ينفعك ولا يضرك الخ
۱۰ قل ادعوا الذين زعمتم من دون الله لا يملكون مثقال ذرة الخ قال صلى الله عليه وسلم دعی هذه وقولی بالذی کنت تقولين ۱۱ وعن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها من اخبرك الخ ۱۲ والله لا ادری وانا رسول الله ما يفعل بی ولا بكم۔ چه مفاد نصوص مذکوره اختصاص علم غیب حقیقی است باو سبحانه وتعالیٰ و دعوت بطریق عبادت

باطلہ کو پکارتا ہے جو کہ قیامت تک جواب نہیں دے سکتے اور نہ ہی اس کی پکار کو جان سکتے ہیں ۵ یا رسول اللہ کہدو کہ میں اپنے لئے سوائے مشیت الٰہی کے کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوں ۶ ہر شئے کی ملکوت و حقیقت اس کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ غالب ہے اس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا ۷ میں تمہارے لئے کسی نفع و ضرر کا مالک نہیں ہوں۔
۸ یہ لوگ ایسے معبودان باطلہ کی عبادت کرتے ہیں جو کہ ان کو کوئی نفع یا نقصان نہیں دے سکتے ۹ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو جو کہ نفع نقصان نہیں دے سکتے۔
۱۰ مقابلہ میں اپنے زعمی معبودان باطلہ کو بلاؤ جو کہ ذرہ بھر کے مالک نہیں ہیں۔ حدیث شریف میں یہی وارد ہے کہ ایک صحابیہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا کہہ رہی تھی کہ ہم میں ایسا نبی ہے جو کہ آئندہ کی خبریں جانتا ہے تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا آپؐ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم باوجود رسول ہونے کے مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ ان آیات و احادیث کے متعلق یہ تاویل ہے کہ نصوص مذکورہ کا مفاد علم غیب حقیقی کا اختصاص بحق سبحانہ و تعالیٰ ہے اور دعوت غیر سے مراد دعوت بطریق عبادت ہے۔

۱۱ جو شخص تجھے یہ کہے کہ نبی علیہ السلام غیب جانتے تھے اس نے جھوٹ کہا۔

ونفی غم و امداد بطریق اصالۃ والا
فکیف یصح قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
انا اول الناس خروجا اذا بعثوا و
انا خطیبہم اذا وفدوا وانا مبشرہم اذا
یئسوا ولواء الحمد یومئذٍ بیدی وانا
اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر۔
اخرجہ الترمذی عن انس رضی اللہ عنہ وعن
ابن عمرو بن العاص قال اللہ تعالیٰ
یاجبرائیل اذہب الی محمد فقل لہ
انا سنرضیک فی امتک ولا نسوءک
وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لاتمس النار مسلما رأنی
اورأی من رأنی اخرجہ الترمذی عن
ابی سعید۔ الحسن والحسین سیدا شباب
اہل الجنۃ اخرجہ الترمذی عن جابر رضی اللہ عنہ
لایدخل النار احد ممن بایع تحت
الشجرۃ۔ اخرجہ مسلم وابوداؤد والترمذی
وقال صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر فی
الجنۃ الخ این حدیث دربارہ عشرہ
مبشرہ مشہور است بل بشر صلی اللہ
علیہ وسلم بالجنۃ لاصحاب غزوۃ بدر
وہم ثلثمائۃ وثلثۃ عشر واصحاب
بیعۃ الرضوان وہم الف واربع مائۃ

مدد و دعوت بطریق عبادت ہے اور غم و مداد
کی نفی بھی بطریق اصالت ہے ورنہ بصورت عدم درایت
معاملہ عاقبت مدعا حسب تقاضائے ظاہر حدیث واللہ
و دری آنحضور کا یہ ارشاد نبوی کہ حشر قیامت میں
سب سے اول میں ہونگا اور بارگاہ الٰہی میں وفد (جرگہ)
جانے کیلئے میں خطیب ہونگا۔ لوگوں کی ناامیدی
کے بعد میں بشارت دینے والا ہوں۔ لواء الحمد
میرے ہاتھ میں ہوگا میں اپنے رب کے ہاں اولاد آدم
سے زیادہ محترم و مکرم ہوں۔ یہ واقعات ہونگے
صرف فخریہ کلمات نہیں ہیں اس حدیث کو ترمذی
نے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ابن عمرو بن العاص سے
روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ محمد کو بشارت
سنا کہ یا رسول اللہ میں تجھے تیری امت کے بارہ میں خوش کر دونگا
اور غمناک نہ کرونگا ترمذی میں حضرت جابر سے روایت ہے
آنحضور فرماتے ہیں کہ جس شخص نے میری زیارت کی یا مجھے دیکھنے
والے کی زیارت کی اسکو دوزخ کی آگ مس نہ کریگی ترمذی میں
حضرت جابر سے روایت ہے حضرات حسنین کرام جوانان جنت
کے سردار ہیں مسلم و ابوداؤد کی روایت میں بیعت الرضوان
تحت الشجرہ والوں کو آگ سے نجات کی بشارت ہے آنحضور
سے عشرہ مبشرین کیلئے بشارت جنت مشہور حدیث ہے
بلکہ آنحضور نے اصحاب غزوہ بدر تین سو تیرہ اور اصحاب
بیعت رضوان ایک ہزار چار سو کو بشارت
جنت دی ہے یہ سب بشارت از قسم مغیبات و حسن معاملہ (کے متعلق ہیں)

وحدیث حذیفہ رض بن الیمان وابن عمر
در بارہ علم او صلی اللہ علیہ وسلم قبل
ازیں گذشتہ فتذکر۔ ونیز بوضوح
پیوست کہ بناء ما فیہ نحن اعنی مسئلہ
استمداد از ارواح انبیاء و اولیاء
بر الحاق اوشان بملاء اعلیٰ و جماعت
ملائکہ است و افاضہ خاص از جانب
او سبحانہ و تعالیٰ برائے اوشان
از علوم واطلاع نہ بر سماع موتیٰ مطلقہ
کہ مسئلہ مختلف فیہا است در حق
مطلق مقبورین از عوام و خواص
فلا حاجۃ لنا الی الجواب عما اوردہ
المعتزلۃ والمانعون من لزوم اعادۃ
الروح فی البدن وہو مخالف لقولہ
تعالیٰ لا یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ
الاولیٰ بان ہذا یحصل بادنیٰ تعلق للروح
بالبدن سواء کان الروح فوق السماء
السابعۃ او محبوسا فی سجین وعلیٰ
ہذا التعلق مدار ادراک الم العذاب و
لذۃ النعیم۔ قال مولانا عبد العزیز نور اللہ مرقدہ
وعندی فی ہذا الجواب بحث وہو ان
الاحادیث الصحیحۃ ناطقۃ بان الروح
یعاد فی الجسد عند السوال والجواب

حذیفہ بن الیمان وابن عمر کی روایات دربارہ علم
نبوی ﷺ اس سے پہلے مذکور ہو چکی ہیں پس ان کو
یاد کر۔ نیز واضح ہو چکا ہے کہ ما نحن فیہ یعنے
ارواح کاملین انبیاء واولیاء سے مدد مانگنے کی
بناء اس پر ہے کہ ان کا الحاق ملاء اعلےٰ سے
ہو چکا ہے اور جماعت ملائکہ کے ساتھ
ان کا اتحاد ہے اور اس پر کہ اللہ تعالےٰ
کی جانب سے ان پر فیضان خاص ہے جو از
قسم علم واطلاع ہے اور اس کی بناء سماع
موتیٰ مطلقہ پر نہیں جو تمام مقبورین خاص و
عام کے بارہ میں ہے اور مختلف فیہ ہے
پس ہم کو معتزلہ اور مانعین استمداد کے
اس اعتراض کے جواب دینے کی کوئی ضرورت
نہیں کہ اگر استمداد کا قول تسلیم کیا جائے تو لازم
آئیگا کہ موتیٰ کی روح کو بدن کی طرف اعادہ مانا جائے
اعادہ روح الی البدن کا قول اللہ تعالیٰ کے
قول لا یذوقون فیہا الخ کے مخالف ہے مگر
علماء نے اس اعتراض کے جواب لکھے ہیں ایک جواب یہ ہے کہ قبر میں
روح کو بدن کے ساتھ ایک گونہ تعلق رہتا ہے چاہے روح ساتویں
آسمان پر ہو یا سجین میں ہو اور یہی تعلق مدار ہے ادراک الم
عذاب و لذت نعمت کا۔ مولانا شاہ عبد العزیز نور اللہ مرقدہ نے
فرمایا کہ میرے نزدیک یہ جواب غلط ہے اسلئے کہ احادیث
صحیحہ دال ہیں کہ قبر میں سوال کے وقت روح دوبارہ بدن میں

دربحث اشغال فرمودہ یا شیخ عبدالقادر شیئًا للہ یکصد و یازدہ بار خواند۔ بالجملہ بحث توسل و نداء و استعانت را در کتاب مواہب لدنیہ و حصن حصین و تفسیر عزیزی و تفسیر علامہ ابوالسعود متعلق اقسام سحر در قصہ ہاروت و ماروت باید دیدؔ[1]۔

بحث اشغال میں فرمایا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر شیئًا للہ ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھا جائے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ توسل و ندا اور استعانت کے ابحاث کو مواہب لدنیہ حصن حصین تفسیر عزیزی اور تفسیر علامہ ابوالسعود اقسام سحر قصہ ہاروت و ماروت میں دیکھنا چاہیئے۔

---

[1] و فی الفتاوی خیریہ یا شیخ عبدالقادر فہو نداء و اذا اضیف الیہ شئ للہ فہو طلب شئ کراما للہ فما الموجب للحرمۃ انتہی۔ ہکذا فی الانتباہ فی سلاسل الاولیاء لمولانا ولی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مثلہ فی الوسیلۃ الجلیلۃ و انہار المفاخر و اقوی دلائل بر ندا زندہ برائے زندہ یا زندہ برائے میت از مکان بعید قول او ست صلی اللہ علیہ وسلم فاذا صلی احدکم فلیقل التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایہا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ الحدیث رواہ الستۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم را در حیات و بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں معمول بودہ۔ و نیز حدیث ضریر کہ اخراج نمودہ است او را ترمذی و نسائی و بیہقی و طبرانی باسناد صحیح از عثمان بن حنیف دلالت مے کند بر توسل و نداء ہر دو۔ دریں حدیث لفظ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی لیقضی

اور فتاوے خیریہ میں ہے یا شیخ عبدالقادر یہ ایک نداء ہے اور جب اس کی شیئًا للہ کو ملایا جائے تو وہ کسی شے کا طلب کرنا ہے کراماً للہ پس کوئی امر ایسا نہیں پایا گیا جو حرمت کا سبب ہو۔ اسی طرح ہے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ جو مولانا شاہ ولی اللہ کی تصنیف ہے اور اسی طرح ہے وسیلۂ جلیلہ میں اور انہار المفاخر میں ندا زندہ کی زندہ کو یا ندا زندہ مکان بعید سے کسی ایسے شخص کو جو عالم آخرت میں چلا گیا ہو اسکے بہت سے دلائل ہیں مگر ان سب دلائل سے اقوی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ہے ارشاد ہے جب تم کوئی نماز پڑھے تو کہے التحیات للہ الحدیث اس کو صحاح ستہ میں روایت کیا گیا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپکی زندگی میں اور بعد وفات یہی معمول رہا ہے نیز حدیث ضریر جس کو ترمذی، نسائی، بیہقی، طبرانی نے باسناد صحیح عثمان بن حنیف سے روایت کیا ہے ندا و توسل پر دلالت کرتی ہے اس حدیث میں لفظ یا محمد انی اتوجہ

اللهم شفّعه فی محل استشهاد است و این دعا
را صحابه و تابعین بعد از وفات آنحضرت صلی
اللّٰه علیه وسلم نیز استعمال کرده اند کما فی
الطبرانی والبیهقی. ولقد ب التفصیل ان
ینظر فی الوسیلة الجلیلة - وحدیث اعینونی
یا عباد اللّٰه دلالت مے کند بر مذکور
فی المرقاة روی عن المشائخ انه مجرب ذکر
نموده است او را حافظ شمس الدین در
حصن حصین و این دلیل است بر صحت او
لانه التزام ایراد الصحیح فی هذا الکتاب و حافظ
ابن حجر عسقلانی تحسین نموده است او را
در زوائد بزار و روایت نموده است او را
ابن ابی شیبه و بزار و طبرانی از ابن عباس رض
مرفوعاً و ابن سنی از ابن مسعود رض. و سیله جلیله
پس بتحسین محدثین و تعدد طرق ولو کانت
ضعیفة گردانیده است حدیث مذکور را از
حسان کما هو مقرر فی اصول الحدیث شیخ
عبدالوهاب در کشف الحجاب مے نویسد۔
فاذا علمت حیات المکمّل فلا باس ان
ینادیٰ لواحد فی قبره کما ینادی الحی و یستمد
منه کما یستمد الحی من الحی ولا احد من
العلماء والجهلاء ینکر ذلک فی الاحیاء
وهؤلاء المکمّل من الانبیاء والصحابه

استشہاد کا محل ہے اور اس دعا کو صحابہ اور
تابعین نے بعد از وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بھی استعمال کیا ہے جیسا کہ طبرانی و بیہقی سے
پایا جاتا ہے اور اگر تفصیل مطلوب ہو تو وسیلہ
جلیلہ کو ملاحظہ فرمایا جائے۔ اور حدیث اعینونی یا
عباد اللہ بھی ندا اور مدد طلب کرنے پر دلالت
کر رہی ہے مرقات میں ہے مشائخ سے مروی ہے
کہ یہ حدیث مجرب ہے اس حدیث کو حافظ شمس الدین نے
حصن حصین میں ذکر کیا ہے اور اس کا ذکر حصن حصین
میں اس حدیث کی صحت کی دلیل ہے اس لئے کہ حافظ مذکور
نے التزام کیا ہے کہ وہ اس کتاب میں صحیح حدیث
ہی ذکر کریں گے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس
حدیث کو زوائد بزار میں حسن شمار کیا ہے اور روایت
کیا ہے اس کو ابن ابی شیبہ اور بزار و طبرانی نے ابن
عباس سے مرفوعاً اور ابن سنی نے ابن مسعود رض سے اور قاعدہ ہے
کہ جس حدیث کے طرق متعدد ہوں اور محدثین اسکی
تحسین فرمادیں تو گو وہ طرق ضعیف ہوں حدیث حسن
شمار ہوگی شیخ عبدالوہاب کشف الحجاب میں لکھتے ہیں
جب تجھے یقین ہوگیا کہ کاملین زندہ ہیں تو ان کو قبر پر
ندا کرنے میں کیا ڈر ہے ان کی ندا ایسی ہے جس طرح زندہ
کو ندا کی جاتی ہے اور کاملین سے مدد مانگی جاتی ہے جیسا
زندہ سے مدد مانگا کرتا ہے اور زندہ سے مدد مانگنے کا نہ کوئی
جاہل منکر ہے نہ کوئی عالم اور کاملین انبیاء صحابہ

درفہم معانی مرادہ از نصوص متمسک بہا
دربارہ منع استغاثہ تامل وغور نماید
یا از عالمے صاحب تحقیق مستفید گردد
اسامی مجوزین استغاثہ و توسل۔

اور جن نصوص سے مانعین استغاثہ سند لاتے
کرتے ہیں ان کے معانی مقصودہ سمجھنے میں
غور و تامل کرے یا کسی محقق عالم سے
استفادہ کرے اور اپنے ایمان کی حفاظت
کرے فہرست ان کی جو استغاثہ اور توسل کو جائز سمجھتے ہیں۔

(۱) حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ (۲) عمر بن خطاب (۳) عائشہ صدیقہ (۴) علی بن
ابی طالب (۵) عبد اللہ بن عمر (۶) عبد اللہ بن عباس (۷) عبد اللہ بن مسعود (۸) انس بن مالک
(۹) سواد بن قارب (۱۰) عکاشہ (۱۱) عثمان بن حنیف (۱۲) نابغہ جعدی (۱۳) عقبہ بن
غزوان و دیگر صحابہ بسبب اجماع سکوتی۔ الغرض کوئی روایت کسی صحابہ سے ایسی نہیں
آئی جس کا مدلول یہ ہو کہ انبیاء و اولیاء کو ندا دینا جائز نہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں
وسیلہ بنانا ایک سبب [illegible] ہے اگر کوئی کسی صحابی سے مرفوعہ
کو کوئی [illegible] پیش کرے بلکہ نماز [illegible] السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ پڑھنا [illegible] ہے (۱۴) حسن بصری (۱۵) محمد بن المنکدر (۱۶) امام علی
بن موسیٰ رضا (۱۷) ابن ابی فدیک استاد امام شافعی (۱۸) محمد بن ادریس یعنی امام شافعی (۱۹) امام
ابوبکر بن المقری (۲۰) ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی صاحب معاجم ثلثہ (۲۱) ابن الجلاد
(۲۲) ابو اللیث نصر سمرقندی (۲۳) حاتم اصم (۲۴) علامہ تقی الدین علی بن عبد الکافی سبکی
صاحب شفاء السقام (۲۵) محی الدین ابو زکریا یحیی بن شرف النووی (۲۶) محمد بن حرب ہلالی۔
(۲۷) ابوبکر بن ابی شیبہ (۲۸) عبد اللہ بن محمد استاد بخاری [illegible] (۲۹) ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی
صاحب سنن (۳۰) بزار (۳۱) ابن سنی صاحب کتاب عمل الیوم واللیلۃ (۳۲) قاضی عیاض
مالکی صاحب شفا (۳۳) شہاب الدین احمد بن محمد البرنسی المعروف بزروق شارح کتاب الحکم
(۳۴) شیخ ابو العباس حضرمی (۳۵) عبد الرحمن بن علی البغدادی المکنی بابی الفرج ابن الجوزی۔
(۳۶) سراج الدین عمر بن حفص بلقینی (۳۷) عبد الرؤف مناوی شارح جامع صغیر فی حدیث البشیر
النذیر (۳۸) ابو الشیخ عبد اللہ بن حیان مؤلف کتاب العظمۃ وغیرہا (۳۹) ابوبکر اقطع۔

(۴۰) حافظ شمس الدین محمد بن الجزری صاحب حصن حصین (۴۱) ابراہیم طرابلسی صاحب مواہب الرحمن وشرح آن برہان (۴۲) شیخ حسن شرنبلالی صاحب مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (۴۳) شیخ احمد خطیب قسطلانی صاحب مواہب لدنیہ (۴۴) ابو عبد اللہ ابن الحاج محمد بن محمد عبدری فاسی مالکی صاحب مدخل (۴۵) شہاب الدین احمد بن حجر مکی ہیتمی صاحب الجوہر المنظم (۴۶) شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی مؤلف مقاصد حسنہ وقول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع وغیرہ (۴۷) واقدی صاحب فتوح الشام (۴۸) ابو نصر صباغ ابن النجار البغدادی (۴۹) ابن عساکر دمشقی (۵۰) ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن النعمان مالکی صاحب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام (۵۱) ابو حامد محمد بن محمد غزالی صاحب احیاء العلوم (۵۲) کمال الدین محمد بن ابو عبد الواحد سکندری معروف بابن ہمام صاحب فتح القدیر (۵۳) حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خان۔ (۵۴) ابو داؤد مالکی صاحب کتاب البیان والانتصار (۵۵) ابن شاہین (۵۶) شیخ الاسلام خیر الدین رملی صاحب فتاوائے خیریہ (۵۷) شوبری محشی شرح منہج (۵۸) یحییٰ صرصری صاحب شعر مشہور (۵۹) موفق الدین ابن قدامہ حنبلی صاحب مغنی (۶۰) ذوی الافہام نجم الدین احمد بن حمدان حرانی حنبلی صاحب الرعایۃ الکبریٰ (۶۱) ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن مفلح حنبلی صاحب فروع برہاوی صاحب دلائل واضحات فی اثبات الکرامات فی الحیوٰۃ وبعد الممات (۶۲) شیخ الاسلام ابن شحنہ حنفی (۶۳) شیخ عبد الباقی مقدسی حنفی (۶۴) شیخ احمد غنیمی حنفی (۶۵) نور الدین علی سمہودی صاحب خلاصۃ الوفاء (۶۶) شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم بن جعمان جعبری صاحب عمدۃ المتحصنین بعدۃ الحصن الحصین (۶۷) حافظ عبد اللہ بن سعد مشہور بابن ابی جمرہ اندلسی مالکی صاحب شرح مختصر بخاری (۶۸) شیخ ابو طاہر (۶۹) شیخ حسن شرنبلالی صاحب نفحات النبویہ فی الفضائل العاشوریہ (۷۰) ابن اثیر صاحب نہایہ (۷۱) سید احمد حموی صاحب نفحات القرب والاتصال (۷۲) شیخ عبد الوہاب شعرانی صاحب درر الغواص (۷۳) علامہ سعد الدین تفتازانی (۷۴) جلال الدین عبد الرحمن سیوطی صاحب تفسیر در منثور (۷۵) شیخ شرف الدین ابو عبد اللہ محمد بن سعید بوصیری

صاحب قصیدہ بردہ (۷۶) ابن المقید صاحب مناسک المناہد (۷۷) کمال الدین زملکانی
صاحب عمل المقبول فی زیارۃ الرسول (۷۸) امام فخرالدین محمد بن عمر رازی صاحب تفسیر کبیر۔
(۷۹) عبداللہ بن عمر قاضی بیضاوی صاحب تفسیر مشہور (۸۰) حافظ الدین صاحب عبداللہ نسفی صاحب
کنز و مدارک (۸۱) محمد فاضل دہلوی صاحب مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات (۸۲) عبدالرحمن جامی
(۸۳) علی بن سلطان محمد المشہور بہ ملا علی قاری صاحب مرقاۃ (۸۴) شیخ عبدالحق محدث
دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات (۸۵) شیخ الاسلام صاحب کشف الغطاء شاہ ولی اللہ
دہلوی صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (۸۶) شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب
فتح العزیز (۸۷) مولوی رفیع الدین دہلوی بن شاہ ولی اللہ (۸۸) مولوی محمد مخصوص اللہ
دہلوی صاحب سعید الایمان جواب تقویۃ الایمان (۸۹) ملا عابد سندھی مدنی استاد
شاہ عبدالغنی دہلوی مجددی صاحب حصر شارد مگر کا ایک خاص رسالہ وجیزہ جواز استغاثہ
و توسل میں ہے (۹۰) مولوی محمد عبدالحلیم لکھنوی صاحب نور الایمان بزیارۃ حبیب الرحمن۔
(۹۱) مولوی تراب علی لکھنوی صاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح (۹۲) مولوی فضل رسول
بداؤنی صاحب تصحیح المسائل +

سوال۔ سلمنا کہ زیارت قبور
برائے اہدا ثواب فاتحہ و دعاء مغفرت
بہ موتی مسنون و استعانت و استمداد
انبیاء و اولیاء جائز و اقلش آنکہ
مرتکب او را مشرک و کافر گفتن
اصلاً جائز نے الا در صورت اعتقاد
استقلال و معبودیت لکن ازجہت
کثرت بدعت و شیوع فسق و فجور
نزد مزارات متبرکہ چگونہ برائے
مسلمان متبع سنت نبویہ علی صاحبہا

سوال۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قبروں کی
زیارت فاتحہ اور ایصال ثواب اور دعائے مغفرت
کیلئے مسنون اور جائز ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام اور
اولیاء عظام کی ارواح طیبہ کے ساتھ استعانت
اور استمداد بھی جائز ہے کم از کم استمداد کے
مرتکب کو کافر اور مشرک کہنا تو قطعاً ناجائز ہے
اگر استقلال اور معبودیت کا اعتقاد نہیں رکھتا
لیکن آج کل اکثر مقامات مقدسہ اور مزارات متبرکہ
پر فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب عام ہے لہذا
بدین حالات ایک متقی اور متبع سنت انسان

الصلوٰۃ والسلام روا مے باشد

حاضر بودن ہمچنین مشاہد۔

جواب۔ بصحت رسیدہ

کہ صفا ومروہ را از شعائر اللہ

بودن محض بہ برکت حضرت

ہاجرہ رضی اللہ عنہا بود کہ معیت

خاصہ او سبحانہ وتعالیٰ در حقِ

ایشان میان ہمیں دو کوہ متجلی

گشتہ وحل مشکل ایشان

فرمودہ وازاں باز معنی شعائر اللہ

درین ہر دو کوہ بمنزلہ جوہر ذاتی

گشتہ کما فی فتح العزیز ونیز بر

ناظر قرآن کریم وحدیث شریف

مخفی نیست کہ نہادن اصنام و

عمل بت پرستی نزد ہمین دو کوہ

از مشرکین الی ممر الدہور صادر

گشتہ مع آنکہ خباثت این شرک

ہیچ نوع اثر در رفع وترک نمودن

سعی بین الصفا والمروہ نہ نمودہ

پس ہمچنین فسق وفجور اہل معاصی

وابتداع مبتدعین زیارت قبور

را از مسنونیت خارج کردہ نمیتوانند

الا در صورتیکہ معبود گردانیدہ شود

کے لئے وہاں جانا کس طرح

جائز ہو سکتا ہے۔

جواب۔ صفا اور مروہ کا شعائر اللہ میں

سے ہونا تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق

علیہ امر ہے۔ اولاً حضرت ہاجرہؓ کی برکت

سے ان پہاڑیوں کے درمیان حق سبحانہ

وتعالیٰ کی معیت خاصہ کا تجلی ظاہر ہوا

اور بعد ازاں ان مقبولان بارگاہ لم یزلی

کے قدوم میمنت لزوم کے اثر سے شعائر اللہ

ہونے کی خصوصیت ان پہاڑیوں کا جوہر

ذاتی ہو گئی ہے جیسا کہ تفسیر فتح العزیز

میں ذکر کیا گیا ہے قرآن کریم اور حدیث

نبویہ علیہ التحیۃ والتسلیم کا مطالعہ کرنے

والے پر واضح ہے کہ مدت مدید اور عرصہ بعید

تک کفار ومشرکین نے ان پہاڑیوں پر بت

کھڑے کر کے بت پرستی جاری رکھی لیکن اس

شرک وبدعت کی خباثت نے صفا ومروہ

کا سعی چھوڑ دینے میں کوئی اثر نہ کیا۔ البتہ

اسی طرح مقامات متبرکہ پر اہل معاصی کا ارتکاب

جرائم بھی زیارت وفاتحہ کو جو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہرگز نہیں

روک سکتا ہاں اس صورت میں کہ جبکہ

قبور کی پرستش اور عبادت شروع ہے

اہل قبور را ونیست کلام درد۔
این جا بر ذکر چندی از انفاس متبرکہ حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالے عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالی عنہ اکتفا نمودہ مے آید
قال مولانا مقولہ اوّل در تفسیر عزیزی در دیباچہ بتمہید تصنیف تفسیر نوشتہ برائے ایضاح معانی سورہ فاتحۃ الکتاب و دو سیپارۂ آخرین از حضرت قرآن مجید کہ اکثر مسلمین در صلوٰۃ خمسہ و جمعہ و جماعات و حاضر ارواح مقدسہ انبیاء و اولیاءؑ و زیارات قبور صلحاء و عرفاء بتلاوت این سورہا تشرف مے نمایند انتہیٰ لفظ حاضر ارواح انبیاء و اولیاء را باید دید و معنی آں از قرن شیطان باید پرسید۔ مقولہ دوئم۔ در تفسیر ایاک نعبد عبادت را منقسم نمودہ مے نویسد و آنچہ تعلق بچشم دارد دیدن مشاہد خیر مثل کعبہ شریفہ و قرآن مجید و دیدن بزرگان مثل انبیاء و اولیاء و زیارت قبور شہداء

وہاں چندا درست نہیں لیکن اس میں تو کلام نہیں یہاں حضرت خاتم المحدثین کے چند انفاس متبرکہ جن کو مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نقل کیا ہے ذکر کر دینے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔
مقولہ اوّل۔ تفسیر عزیزی کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ سورہ فاتحہ اور آخری دو سیپاروں کی تفسیر لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں کو نمازوں اور جمعہ اور جماعات وغیرہ میں اور انبیاء اور اولیاء کے ارواح مقدسہ کے محاضر اور صالحین کے مزارات کی زیارت کے موقعہ پر ان سورتوں کی تلاوت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب لفظ محاضر ارواح پر چشم التفات مبذول فرماتے ہوئے کسی نجدی قرن الشیطان سے اسکے معنے دریافت کرنے چاہئیں۔ مقولہ دوم۔ ایاک نعبد کی تفسیر میں عبادت کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنکھوں سے جو عبادت متعلق ہے وہ اچھے مناظر کا مشاہدہ کرنا ہے کعبہ شریف اور قرآن مجید کی زیارت بزرگوں کا دیکھنا مثلاً انبیاء اور اولیاء شہداء

وصالحین که جان خود را در راه او باخته‌اند
و اوقات عزیز خود را در یاد او گذرانیده‌اند
زیارت قبور شهدا و صالحین عبادت
خداست. مقوله سیوم. اما عبادت
قلب پس محبت است بمحبوبان او و
بغض داشتن بمغضوبان او.
مقوله چهارم ایاک نستعین یعنی
و از تو مدد می‌خواهیم این لفظ برای
آن آورده شده تا از نسبت عبادت
بخود عجبی در دل پیدا نشود پس
گویا می‌گوید که عبادت تو بدون طلب
مدد از تو صورت نمی‌بندد و نیز در عالم
سه طائفه اند. جبریان می‌گویند که
هیچ اختیار نداریم و مانند سنگ و
چوب بے اختیار از ما حرکات سر
میزند. و قدریان می‌گویند که اختیار
تمام داریم و حرکات و افعال بایجاد ما
از ما صادر می‌گردد و این هر دو طائفه
مردود و بر طریقه نامحمود اند چه طائفه
اول ابطال شرائع و تکلیفات می‌کنند
و طائفه دوم دعوی شرکت در کار خدا
خالقیت می‌نمایند. پس این دو
لفظ برای رد عقیده آن هر دو طائفه آورده اند

ور صالحین کی قبروں کی زیارت کہ جن لوگوں نے
اپنی پیاری جانیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان
کردی ہیں اور اپنی زندگی کے تمام عزیز اوقات اس کی یاد
میں صرف کردئے ہیں اللہ کی عبادت سے معلوم ہوتا
ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بھی عبادت ہے مقولہ تیسرا
دل کی عبادت اللہ تعالیٰ کے محبوبوں سے محبت رکھنی
اور دشمنوں سے بغض عداوت رکھنی ہے مقولہ چہارم
اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اس لفظ کے کہنے کی ضرورت
اس لئے پیدا ہوئی کہ عجب نہ ہو یعنی اپنی عبادت کی
نسبت اپنی ذات کی طرف کرنے سے عجب پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا
ہے اس لئے ایاک نستعین کہہ کر گویا اس خطرہ کو دور کیا گیا ہے
یعنی اے الہ العالمین تیری عبادت بھی تیری مدد کے بغیر
مجھ سے ممکن نہیں ہو سکتی اور اس لئے بھی کہ دنیا میں
تین قسم کے لوگ موجود ہیں ایک جبری جن کا عقیدہ
ہے کہ ہمیں کوئی اختیار نہیں ہم پتھر کی مانند ہیں یہ
سب حرکات بلکہ بے اختیارانہ ہم سے صادر ہوتی ہیں
دوسرے قدری وہ کہتے ہیں کہ ہم بالکلیہ مختار ہیں تمام
افعال و حرکات جو ہم سے صادر ہوتے ہیں ان کے
ہم خود خالق ہیں ان دونوں گروہوں کا عقیدہ غلط
ہے کیونکہ پہلے گروہ نے اپنے باطل عقیدہ کے ضمن میں
شرائع و احکام کا انکار کردیا ہے اور دوسرا گروہ خدا کی
تخلیق میں شرکت کا دعویٰ کر رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے یہ دو لفظ ان دو گروہوں کی تردید کیلئے فرمائے ہیں۔

ایاک نعبد ردّ عقیدہ جبر است وایاک
نستعین ردّ عقیدہ قدر است و راہ
راست نصیب طائفہ سیوم است
کہ سنیان باشند مے گویند کہ بندگی
مے کنیم وتوفیق از تو مے جوئیم۔ بعض اہل
معرفت گفتہ اند کہ استعانت درینجا
طلب عون نیست بلکہ طلب عین ومعاینہ
است یعنی از ماست و مرتبہ معاینہ دادن
وبعین الیقین رسانیدن کار تست۔
شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ روزے
در نماز شام امامت مے کرد چوں
ایاک نعبد وایاک نستعین گفت
بے ہوش افتاد چوں بخود آمد گفتند
اے شیخ ترا چہ شدہ بود۔ گفت
چوں ایاک نستعین گفتم ترسیدم
کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گوئے
چرا از طبیب دارو مے جوئی واز امیر
روزی واز پادشاہ یاری مے جوئی۔
چوں لہٰذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد
را باید کہ شرم کند ازاں کہ ہر روز و شب
پنج نوبت در مواجہہ پروردگار خود
استادہ دروغ گفتہ باشد۔ لیکن
درین جا باید فہمید کہ استعانت از غیر

ایاک نعبد سے جبریوں کے عقیدہ کی تردید ہوگئی
اور ایاک نستعین سے قدریوں کے خرافات
کا ابطال ہوگیا۔ اور صراط مستقیم تیسرے گروہ کے
حصہ میں آیا جسے اہلسنت کہا جاتا ہے فرمایا اس
طرح کہو۔ بندگی ہم کرتے ہیں اور بندگی کی توفیق
تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ بعض اہل معرفت
کا قول ہے کہ اس آیت میں اعانت طلب
نہیں کی گئی بلکہ عین اور معاینہ طلب کیا گیا
ہے یعنی عبادت ہماری طرف سے اور معاینہ
اور عین الیقین کا درجہ عطا کرنا تیرے اختیار میں ہے
شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن شام کی نماز
کی امامت فرما رہے تھے جب ایاک نعبد وایاک
نستعین زبان پر جاری ہوا تو بے ہوش ہوگئے۔
لوگوں نے دریافت کیا فرمایا جب میں نے ایاک
نستعین کہا تو میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ
کہیں اللہ تعالیٰ فرمائے اے جھوٹے زبان
سے یہ کہتے ہو اور عمل کے طور پر اس کے برخلاف
طبیب سے دارو طلب کرتے ہو امیر سے
روزی مانگتے ہو۔ بادشاہ سے مدد چاہتے ہو
لہٰذا اس معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض علماء نے کہا ہے
کہ انسان کو شرم کرنی چاہیئے کہ دن رات میں پانچ
دفعہ اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر جھوٹ نہ بولے
لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ غیر سے اس قسم کی استعانت

بوجہیکہ اعتماد بران غیر یا شد و او را مظہر عونِ الہٰی نداند حرام است و اگر التفات محض بجانب حق ست و او را یکی از مظاہر عون دانستہ و نظر بر کارخانہ اسباب و حکمت او تعالیٰ دران نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در شرع نیز جائز و رواست و انبیاء و اولیاء این نوع استعانت بہ غیر کردہ اند و در حقیقت این نوع استعانت بہ غیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لا غیر انتہیٰ

کہ غیر کو مظہر عون الہٰی نہ سمجھے بلکہ مستقل بذات نافع اور ضار سمجھے تو یہ حرام ہے اگر التفات حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف ہو اور غیر کو فقط عون کا مظہر سمجھے تو شرعاً یہ استعانت جائز ہے درحقیقت یونہی ہے اولیاء اور انبیاء نے اس قسم کی استعانت بذات خود کی ہے یہ قسم درحقیقت استعانت با غیر نہیں بلکہ بعینہٖ حضرت حق کے ساتھ استعانت ہے الخ۔

مقولہ پنجم تقدیم ایاک بر نستعین مفید حصر است یعنی از غیر تو استعانت نداریم و این استعانت یا خاص است برائے عبادت یا عام است در جمیع امور دنیا و دین اگر خاص است پس آنست کہ عبادت ہرچند کسب بندہ ست مگر عمل بندہ بہ پیدا کردن خداست و اگر عام است پس وجہ اختصاص آنست کہ ہر کہ غیر خود را اعانت مے کند منتہائے کار او آنست کہ در دل او داعیہ اعانت آن غیر مے اندازد و این فعل فعل او تعالیٰ است

مقولہ پنجم۔ لفظ ایاک کو نستعین پر مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے یعنی تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے اب یہ استعانت یا خاص ہے مثلاً عبادت کی توفیق وغیرہ یا عام ہے تمام دین اور دنیا کے امور میں اگر خاص ہے تو اس طرح کہ عبادت گرچہ انسان کا کسب ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوا ہے اگر عام ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان دوسرے انسان کی مدد کرتا ہے تو مدد کرنے کا یہ خیال اس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو دراصل یہ استعانت بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوئی۔

پس گویا بندہ مے گوید غیر ترا اعانت
من ممکن نیست مگر چوں او را تو اعانت
فرمائی تا اسباب اعانت بہم رساند
باز در دل او داعیہ اعانت من اندازی
پس من از وسائط قطع نظر مے کنم
و غیر از اعانت ترا نمے بینم انتہی ملخصاً۔

مقولہ ششم در بیان افراط و تفریط
استعانت نوشتہ کہ ملائکہ و ارواح
انبیاء و اولیاء را در پردہ صور و تماثیل
و قبور و تعزیہا معبود سازد و رزق
و فرزند و خدمت و منصب از ایشان
بالاستقلال درخواست کند و شفاعت
و عرض ایشان را در جناب او تعالےٰ
واجب القبول گو مکروہ آنجناب
باشد بداند انتہی۔

مقولہ ہفتم۔ صراط الذین انعمت
علیہم یعنی راہ کسانیکہ انعام کردہ
بر ایشان و این لفظ را در جائے دیگر
از قرآن مجید تفسیر فرمودہ اند بچہار فرقہ
کہ انبیاء و صدیقان و شہیدان
و صالحان باشند پس معلوم شد
کہ راہ راست راہ این چار فرقہ است
و در وقت مناجات با پروردگار بندہ را

ایاک نستعین کہنے والا وسائط اور اسباب سے
قطع نظر کر کے کہتا ہے کہ درحقیقت سب
مدد تیری طرف سے ہے غیر کی طرف سے ناممکن
ہے کیونکہ مدد کرنے کی توفیق مدد کرنے
کا خیال یہ سب تیرے پیدا کردہ ہیں تو پھر
غیر کی طرف سے کس طرح سمجھوں۔ اھ ملخصاً۔

مقولہ ششم۔ استعانت میں افراط و تفریط کے
بارے میں لکھتا ہے کہ فرشتوں اور انبیاء و اولیاء
کی ارواح کو تصویروں اور قبور اور تعزیوں کے
پردے میں معبود سمجھنا رزق، اولاد و منصب
وغیرہ بالاستقلال ان سے طلب
کرنا اور ان کی سفارش اور عرض
بارگاہ خداوندی میں واجب القبول
سمجھنا خواہ وہ معاملہ اللہ تعالےٰ
کو ناپسند بھی ہو یہ سب ناجائز ہیں۔

مقولہ ہفتم۔ صراط الذین انعمت علیہم
ان لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو
نے انعام کیا ہے۔ ایک اور جگہ قرآن
مجید کی تفسیر میں انعمت علیہم کی تفسیر
چار فرقوں کے ساتھ کی گئی ہے
انبیاء، صدیقین، شہداء، و صالحین
لہٰذا دعا کے وقت اللہ تعالےٰ
سے ان چار فرقوں کی راہ

مے باید کہ ایں ہر چہار فرقہ را ملحوظ
نظر اجمالی سازد و راہ آنہا طلب
کند الی آخر ما قال باید دانست کہ
عوام مومنین را رفاقت صالحین
طلب باید کرد و صالحان را رفاقت
شہیداں و شہیداں را رفاقت
صدیقاں و صدیقاں را رفاقت انبیاء
و اگر کسے از عوام مؤمنین خواہد کہ
رفاقت انبیاء نماید او را از رفاقت
این سہ گروہ درجہ بدرجہ ناچار لیست
چنانچہ اگر کسے رفاقت بادشاہ
خواہد بدون رفاقت جماعہ داری کہ
او در رفاقت رسالہ داری و او در
رفاقت امیرے از امراء کبار باشد
ممکن نیست و لہذا دخول در طریقہ
اہل اللہ و توسل بآنہا جستن محمود اہل
اسلام شدہ انتہی۔ و ہم در حالات
شان مے نویسد و برکت در کلام و
در انفاس و در افعال و در مکانات
ایشان و در ہم صحبتان ایشان و در
اولاد و در نسل ایشان و در زیارت
کنندگان ایشان پے در پے ظاہر مے
گرداند و نزد خود ایشان را جا مے و مرتبہ

طلب کرنی چاہیئے اور ان چاروں
فرقوں کو اس وقت نظر اجمالی کے ساتھ
ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے اھ آگے چل کر
لکھتے ہیں واضح ہو کہ عام مومنین صالحین
کی رفاقت طلب کریں اور صالحین شہداء
کی رفاقت شہداء صدیقین کی اور صدیقین
انبیاء کی رفاقت عامی آدمی کو ان چاروں
کی رفاقت درجہ بدرجہ طلب کرنی ضروری
ہے۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو بادشاہ کی
مصاحبت مطلوب ہو تو وزراء مجلس
کی توجہ حاصل کرنی ہو گی اور وزراء
کی توجہ امراء کبار کی توجہ سے
حاصل ہو گی اور امراء کی توجہ خدام
کی توجہ سے حاصل ہو گی۔ اب
اگر کوئی شخص ان سب وسائط
اور وسائل کو ترک کر دے تو بادشاہ کی مصاحبت
حاصل ہونی ناممکن ہو گی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ
تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اہل معرفت
کے طریقوں میں داخل ہونے اور اہل اللہ کے
ساتھ توسل کرنے کو تمام اہل اسلام نے اچھا اور مبارک
سمجھا ہے۔ اھ۔ بزرگوں کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کلام انفاس افعال اور مکانات
میں برکت عطا کرتا ہے اور انکے ہم جلیسوں میں اھ
اھ۔ اولاد نسل اور زیارت کرنے والوں میں متواتر طور پر برکات و فیوض کا ظہور فرماتا ہے اور اپنی بارگاہ میں

صاحب قصیدہ بردہ (۷۶) ابن امفید صاحب مناسک المشاہد (۷۷) کمال الدین زملکانی صاحب عمل المقبول فی زیارۃ الرسول (۷۸) امام فخرالدین محمد بن عمر راز صاحب تفسیر کبیر۔ (۷۹) عبداللہ بن عمر قاضی بیضا صاحب تفسیر مشہور (۸۰) حافظ الدین صاحب عبداللہ نسفی صاحب کنز و مدارک (۸۱) محمد فاضل دہلوی صاحب مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات (۸۲) عبدالرحمن جامی (۸۳) علی بن سلطان محمد المشہور بہ ملا علی قاری صاحب مرقاۃ (۸۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اشعۃ اللمعات (۸۵) شیخ الاسلام صاحب کشف الغطاء شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (۸۶) شاہ عبدالعزیز دہلوی صاحب فتح العزیز (۸۷) مولوی رفیع الدین دہلوی بن شاہ ولی اللہ (۸۸) مولوی محمد مخصوص اللہ دہلوی صاحب سعید الایمان جواب تقویۃ الایمان (۸۹) ملا عابد سندھی مدنی استاد شاہ عبدالغنی دہلوی مجددی صاحب حضر شاد دمح کا ایک خاص رسالہ وجیزہ جواز استغاثہ و توسل میں ہے (۹۰) مولوی محمد عبدالحلیم لکھنوی صاحب نورالایمان بزیارۃ حبیب الرحمن۔ (۹۱) مولوی تراب علی لکھنوی صاحب سبیل النجاح الی تحصیل الفلاح (۹۲) مولوی فضل رسول بداؤنی صاحب تصحیح المسائل +

سوال ۔ سلمنا کہ زیارت قبور برائے اہدا ثواب فاتحہ و دعاء مغفرت بے شبہ و شک مسنون و استعانت و استمداد از انبیاء و اولیاء جائز و قائلش آنکہ مرتکب او را مشرک و کافر گفتن اصلاً جائز نے الا در صورت اعتقاد استقلال و معبودیت لکن از جہت کثرت بدعت و شیوع فسق و فجور نزد مزارات متبرکہ چگونہ برائے مسلمان متبع سنت نبویہ علیٰ صاحبہا

سوال ۔ چلو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قبروں کی زیارت فاتحہ اور ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کیلئے مسنون اور جائز ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی ارواح طیبہ کے ساتھ استعانت اور استمداد بھی جائز ہے کم از کم استمداد کے مرتکب کو کافر اور مشرک کہنا تو قطعی ناجائز ہے اگر استقلال اور معبودیت کا اعتقاد نہیں رکھتا لیکن آج کل اکثر مقامات مقدسہ اور مزارات متبرکہ پر فسق و فجور اور بدعات کا ارتکاب عام ہے لہٰذا اندریں حالات ایک متقی اور متبع سنت انسان

الصلوٰۃ والسلام روا مے باشد
حاضر بودن ہمچنین مشاہد۔

جواب۔ بصحت رسیدہ
کہ صفا و مروہ را از شعائر اللہ
بودن محض بہ برکت حضرت
ہاجرہ رضی اللہ عنہا بود کہ معیت
خاصہ او سبحانہ و تعالیٰ در حق
اوشان میان ہمیں دو کوہ متجلی
گشتہ و حل مشکل الشان
فرمودہ و ازاں باز معنی شعائر اللہ
درین ہر دو کوہ بمنزلہ جوہر ذاتی
گشتہ کما فی فتح العزیز و نیز بر
ناظر قرآن کریم و حدیث شریف
مخفی نیست کہ نہادن اصنام و
عمل بت پرستی نزد ہمین دو کوہ
از مشرکین الی مر الدہور صادر
گشتہ مع آنکہ خباثت این شرک
ہیچ نوع اثر در رفع و ترک نمودن
سعی بین الصفا والمروہ نہ نمودہ
پس ہمچنین فسق و فجور اہل معاصی
و ابتداع مبتدعین زیارت قبور
را از مسنونیت خارج کردہ نمیتواند
الا در صورتیکہ معبود گردانیدہ شود

کے لئے وہاں جانا کس طرح
جائز ہو سکتا ہے۔

جواب۔ صفا اور مروہ کا شعائر اللہ میں
سے ہونا تمام مسلمانوں کے نزدیک متفق
علیہ امر ہے۔ اولاً حضرت ہاجرہ رضؓ کی برکت
سے ان پہاڑیوں کے درمیان حق سبحانہ
و تعالیٰ کی معیت خاصہ کا تجلی نہ ہر ہوا
اور بعد ازاں ان مقبولان بارگاہ لم یزلی
کے قدوم میمنت لزوم کے اثر سے شعائر اللہ
ہونے کی خصوصیت ان پہاڑیوں کا جوہر
ذاتی ہو گئی ہے جیسا کہ تفسیر فتح العزیز
میں ذکر کیا گیا ہے قرآن کریم اور احادیث
نبویہ علیہ التحیۃ والتسلیم کا مطالعہ کرنے
والے پر واضح ہے کہ مدت مدید اور عرصہ بعید
تک کفار و مشرکین نے ان پہاڑیوں پر اپنے بت
کھڑے کرکے بت پرستی جاری رکھی لیکن اس
شرک و بدعت کی خباثت نے صفا و مروہ
کا سعی چھوڑ دینے میں کوئی اثر نہ کیا۔ لہٰذا
اسی طرح مقامات متبرکہ پر اہل معاصی کا ارتکاب
جرائم بھی زیارت و فاتحہ کو جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہرگز نہیں
روک سکتا ہاں اس صورت میں کہ جہاں
قبور کی پرستش اور عبادت شروع ہے

اہل قبور را ونیست کلام درو۔
این جابر ذکر چندی از انفاس متبرکہ
حضرت خاتم المحدثین رضی اللہ تعالےٰ
عنہ کہ نقل نمودہ است آنہا را
مولانا فضل رسول قادری حنفی رضی
اللہ تعالیٰ عنہ اکتفا نمودہ مے آید
قال مولانا مقولہ اول در تفسیر عزیزی
در دیباچہ بتمہید تصنیف تفسیر
نوشتہ برائے ایضاح معانی
سورہ فاتحۃ الکتاب ودو سیپارۂ
آخرین از حضرت قرآن مجید کہ اکثر
مسلمین در صلوٰۃ خمسہ وجمعہ وجماعات
ومحاضر ارواح مقدسہ انبیاء واولیاء
وزیارات قبور صلحاء وعرفاء بتلاوت
این سورہا تشرف مے نمائند انتہیٰ
لفظ محاضر ارواح انبیاء واولیاء
را باید دید ومعنی آں از قرن الشیطان
باید پرسید۔ مقولہ دوئم۔ در تفسیر
ایاک نعبد عبادت را منقسم نمودہ
مے نویسد وآنچہ تعلق بچشم دارد
دیدن مشاہد خیر مثل کعبہ شریفہ و
قرآن مجید ودیدن بزرگان مثل
انبیاء واولیاء وزیارت قبور شہداء

وہاں جانا درست نہیں لیکن اس میں تو کلام نہیں
یہاں حضرت خاتم المحدثین کے چند انفاس متبرکہ
جن کو مولانا فضل رسول قادری حنفی
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نقل کیا ہے
ذکر کر دینے مناسب معلوم ہوتے
ہیں۔
مقولہ اول۔ تفسیر عزیزی کے دیباچہ
میں لکھتے ہیں کہ سورہ فاتحہ اور
آخری دو سیپاروں کی تفسیر لکھنے
کی وجہ یہ ہے کہ اکثر مسلمانوں کو
نمازوں اور جمعہ اور جماعت وغیرہ
میں اور انبیاء اور اولیاء کے ارواح
مقدسہ کے محاضر اور صالحین
کے مزارات کی زیارت کے موقعہ
پر ان سورتوں کی تلاوت کی ضرورت
ہوتی ہے۔ اب لفظ محاضر ارواح پر چشم
التفات مبذول فرماتے ہوئے کسی
نجدی قرن الشیطان سے اسکے معنے دریافت
کرنے چاہئیں۔ مقولہ دوم ایاک نعبد کی تفسیر میں
عبادت کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنکھوں سے
جو عبادت متعلق ہے وہ اچھے مناظر کا مشاہدہ کرنا ہے
کعبہ شریف اور قرآن مجید کی زیارت بزرگوں
کا دیکھنا مثلاً انبیاء اور اولیاء شہداء

وصالحین که جان خود را در راه او باختهاند
و اوقات عزیز خود را در یاد او گذرانیدهاند
زیارت قبور شهداء و صالحین عبادت
خدا است. **مقوله سیوم.** اما عبادت
قلب پس محبت است بمحبوبان او و
بغض داشتن بمغضوبان او۔
مقوله چهارم ایاک نستعین یعنی
و از تو مدد می خواهیم این لفظ برائے
آن آورده شده تا از نسبت عبادت
بخود عجبی در دل پیدا نشود پس
گویا می گوید که عبادت تو بدون طلب
مدد از تو صورت نمی بندد و نیز در عالم
سه طائفه اند. جبریان می گویند که
هیچ اختیار نداریم و مانند سنگ و
چوب بے اختیار از ما حرکات سر
میزند. و قدریان می گویند که اختیار
تمام داریم و حرکات و افعال بایجاد ما
از ما صادر می گردد و این هر دو طائفه
مردود و بر طریقه نامحمود اند چه طائفه
اول ابطال شرائع و تکلیفات می کنند
و طائفه دوم دعوے شرکت در کارخانه
خالقیت می نمائیند۔ پس این دو
لفظ برائے رد عقیده آن هر دو طائفه آورده اند

اور صالحین کی قبروں کی زیارت کہ جن لوگوں نے
اپنی پیاری جانیں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قربان
کر دی ہیں اور اپنی زندگی کے تمام عزیز وقت اس کی یاد
میں صرف کر دئے ہیں اھ اس عبارت سے مقصود ہوتا
ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بھی عبادت ہے مقولہ سوم
دل کی عبادت اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے ساتھ محبت رکھنی
اور دشمنوں کے ساتھ عداوت رکھنی ہے مقولہ چہارم
اور تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس لفظ کے کہنے کی ضرورت
اسلئے پیدا ہوئی کہ جب نمازی ایاک نعبد سے عبادت کی
نسبت اپنی ذات کی طرف کرتا ہے تو عجب پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا
ہے اسلئے ایاک نستعین کہہ کر نفس اس وہم کو دور کر دیا گیا
یعنی اے الٰہ العالمین تیری عبادت بھی تیری مدد کے بغیر
مجھ سے متصور نہیں ہو سکتی اور اس لئے بھی کہ دنیا میں
تین قسم کے لوگ موجود ہیں ایک جبری جن کا عقیدہ
ہے کہ ہمیں کوئی اختیار نہیں ہم پتھر کی مانند ہیں یہ
سب حرکات سکنات بے اختیار ہم سے صادر ہوتے ہیں
دوسرے قدری وہ کہتے ہیں کہ ہم بالکلیہ مختار ہیں تمام
افعال و حرکات جو ہم سے صادر ہوتے ہیں ان کے
ہم خود خالق ہیں ان دونوں گروہوں کا عقیدہ غلط
ہے کیونکہ پہلے گروہ نے اپنے باطل عقیدہ کے ضمن میں
شرائع و احکام کا انکار کر دیا ہے اور دوسرا گروہ خدا کی
تخلیق میں شرکت کا دعویٰ کر رہا ہے پس اللہ تعالیٰ
نے یہ دو لفظ ان دو گروہوں کی تردید کیلئے فرمائے ہیں۔

ایاک نعبد ردّ عقیدہ جبر است و ایاک
نستعین ردّ عقیدہ قدر است و راہ
راست نصیب طائفہ سیوم است
کہ سنیان باشند مے گویند کہ بندگی
مے کنیم و توفیق از تو مے جوئیم۔ بعض اہل
معرفت گفتہ اند کہ استعانت دریں جا
طلب عون نیست بلکہ طلب عین و معاینہ
است یعنی از ماست و مرتبہ معاینہ دادن
و بعین الیقین رسانیدن کار تست۔
شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ روزے
در نماز شام امامت مے کرد چوں
ایاک نعبد و ایاک نستعین گفت
بے ہوش فتاد چوں بخود آمد گفتند
اے شیخ ترا چہ شدہ بود۔ گفت
چوں ایاک نستعین گفتم ترسیدم
کہ مرا بگویند کہ اے دروغ گوئے
چرا از طبیب دارو مے جوئی و از امیر
روزی و از پادشاہ یاری مے جوئی۔
چوں ہذا بعضے از علماء گفتہ اند کہ مرد
را باید کہ شرم کند ازاں کہ ہر روز و شب
پنج نوبت در مواجہہ پروردگار خود
استادہ دروغ گفتہ باشد۔ لیکن
دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر

ایاک نعبد سے جبریوں کے عقائد کی تردید ہوگئی
اور ایاک نستعین سے قدریوں کے خرافات
کا ابطال ہوگیا۔ اور صراط مستقیم تیسرے گروہ کے
حصہ میں آیا جسے اہلسنت کہا جاتا ہے فرمایا اس
طرح کہو۔ بندگی ہم کرتے ہیں اور بندگی کی توفیق
تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ بعض اہل معرفت
کا قول ہے کہ اس آیت میں اعانت طلب
نہیں کی گئی بلکہ عین اور معاینہ طلب کیا گیا
ہے یعنی عبادت ہماری طرف سے، اور معاینہ
اور عین الیقین کا درجہ عطا کرنا تیرے اختیار میں ہے
شیخ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن شام کی نماز
کی امامت فرمارہے تھے جب ایاک نعبد و ایاک
نستعین زبان پر جاری ہوا، تو بے ہوش ہو گئے۔
لوگوں نے دریافت کیا فرمایا جب میں نے ایاک
نستعین کہا تو میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ
کہیں اللہ تعالےٰ فرمائے اے جھوٹے زبان
سے یہ کہتے ہو اور عمل کے طور پر اس کے برخلاف
طبیب سے دارو طلب کرتے ہو امیر سے
روزی مانگتے ہو۔ بادشاہ سے مدد چاہتے ہو
لہٰذا اس معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض علماء نے کہا ہے
کہ انسان کو شرم کرنی چاہیئے کہ دن رات میں پانچ
دفعہ اللہ تعالےٰ کے روبرو کھڑے ہو کر جھوٹ نہ بولے
لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ غیر سے اس قسم کی استعانت

بوجہیکہ اعتماد بران غیر باشد واورا مظہر
عون الہی نداند حرام است واگر التفات
محض بجانب حق است و او را یکی از
مظاہر عون دانستہ و نظر بر کارخانہ اسباب
وحکمت او تعالے دران نمودہ بغیر
استعانت ظاہری نماید دور از
عرفان نخواہد بود ودر شرع نیز جائز و
رواست وانبیاء واولیاء این نوع
استعانت بہ غیر کردہ اند ودر حقیقت
این نوع استعانت بہ غیر نیست بلکہ
استعانت بحضرت حق است انتہی

کہ غیر کو مظہر عون الہی نہ سمجھے بلکہ مستقل بذات
نافع اور ضار سمجھے تو یہ حرام ہے اگر التفات حق سبحانہ
وتعالی کی طرف ہو اور غیر کو فقط عون کا مظہر
سمجھے تو شرعاً یہ استعانت جائز ہے ورعین عرفان
ہے۔ اولیاء اور انبیاء نے اس قسم کی استعانت بہ غیر
خود کی ہے یہ قسم درحقیقت استعانت با غیر
نہیں بلکہ بعینہٖ حضرت حق کے ساتھ استعانت
ہے ھک۔

مقولۂ پنجم تقدیم ایاک بر نستعین مفید
حصر است یعنی از غیر تو استعانت
نداریم واین استعانت یا خاص است
برائے عبادت یا عام است در جمیع
امور دنیا ودین اگر خاص است پس
آنست کہ عبادت ہرچند کسب بندہ
است مگر عمل بندہ بہ پیدا کردن
خداست واگر عام است پس
وجہ اختصاص آنست کہ ہر کہ غیر خود
را اعانت مے کند منتہائے کار او آنست
کہ در دل او داعیہ اعانت آن غیر مے
اندازد واین فعل او تعالی است

مقولۂ پنجم۔ لفظ ایاک کو نستعین پر مقدم
کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے
یعنی تیرے سوا کسی سے مدد نہیں مانگتے
اب یہ استعانت یا خاص ہے مثلاً عبادت
کی توفیق وغیرہ یا عام ہے تمام دین
اور دنیا کے امور میں اگر خاص ہے تو
اس طرح کہ عبادت گرچہ انسان کا کسب ہے لیکن
اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے موجود ہوا ہے
اگر عام ہے تو پھر اللہ تعالی کیساتھ اس کی
تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان دوسرے انسان کی
مدد کرتا ہے تو مدد کرنیکا یہ خیال اسکے دل میں اللہ تعالے
پیدا کرتا ہے تو گویا یہ استعانت بھی اللہ تعالے کی ذات سے ہوئی۔

پس گویا بندہ مے گوید غیر ترا اعانت
من ممکن نیست مگر چوں اورا نو اعانت
فرمائی تا اسباب اعانت بہم رساند
باندر دل او داعیہ اعانت من اندازی
پس من از وسائط قطع نظر مے کنم
و غیر از اعانت ترا نمے بلنیم انتہیٰ ملخصاً۔
مقولہ ششم در بیان افراط و تفریط
استعانت نوشتہ کہ ملائکہ و ارواح
انبیاء و اولیاء را در پردہ صور و تماثیل
و قبور و تعزیہا معبود سازد و رزق
و فرزند و خدمت و منصب از ایشان
بالاستقلال درخواست کند و شفاعت
و عرض ایشان را در جناب او تعالےٰ
واجب القبول گو مکروہ آنجناب
باشد بداند انتہیٰ۔
مقولہ ہفتم۔ صراط الذین انعمت
علیہم یعنے راہ کسانیکہ انعام کردۂ
برایشان و این لفظ را در جائے دیگر
از قرآن مجید تفسیر فرمودہ اند بچہار فرقہ
کہ انبیاءئے و صدیقان و شہیدان
و صالحان باشند پس معلوم شد
کہ راہ راست راہ این چہار فرقہ است
و در وقت مناجات با پروردگار بندہ را

ایک نستعین کہنے والا وسائط اور اسباب سے
قطع نظر کر کے کہتا ہے کہ درحقیقت سب
مدد تیری طرف سے ہے غیر کی طرف سے ناممکن
ہے کیونکہ مدد کرنے کی توفیق مدد کرنے
کا خیال یہ سب تیرے پیدا کردہ ہیں تو پھر
غیر کی طرف سے کس طرح سمجھوں۔ اھ ملخصاً۔
مقولہ ششم۔ استعانت میں افراط و تفریط کے
بارے میں لکھا ہے کہ فرشتوں اور انبیاء و اولیاء
کی ارواح کو تصاویر اور قبور اور تعزیوں کے
پردے میں معبود سمجھنا رزق، اولاد و منصب
وغیرہ بالاستقلال ان سے طلب
کرنا اور ان کی سفارش اور عرض
بارگاہ خداوندی میں واجب القبول
سمجھنا خواہ وہ معاملہ اللہ تعالےٰ
کو ناپسند بھی ہو یہ سب ناجائز ہیں۔
مقولہ ہفتم۔ صراط الذین انعمت علیہم
ان لوگوں کا راستہ عطا فرما جن پر تو
نے انعام کیا ہے۔ ایک اور جگہ قرآن
مجید کی تفسیر میں انعمت علیہم کی تفسیر
چار فرقوں کے ساتھ کی گئی ہے
انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین
لہذا دعا کے وقت اللہ تعالےٰ
سے ان چار فرقوں کی راہ

ے باید کہ ایں ہر چہار فرقہ ملحوظ
نظر اجمالی سازد وراہ آنہا طلب
کند الیٰ آخر ما قال باید دانست کہ
عوام مومنین را رفاقت صالحین
طلب باید کرد و صالحاں را رفاقت
شہیداں و شہیداں را رفاقت
صدیقاں و صدیقاں را رفاقت انبیاء
واگر کسے از عوام مؤمنین خواہد کہ
رفاقت انبیاء نماید اورا از رفاقت
این سہ گروہ درجہ بدرجہ ناچار لیست
چنانچہ اگر کسے رفاقت بادشاہ
خواہد بدون رفاقت جماعہ داری کہ
او در رفاقت رسالہ داری داو در
رفاقت امیرے از امراء کبار باشد
ممکن نلیست ولہذا دخول د طریقہ
اہل اللہ و توسل بآنہا جستن محمود اہل
اسلام شدہ انتہیٰ۔ و ہم در حالات
شان مے نویسد وبرکت در کلام و
در انفاس و در افعال و در مکانات
ایشان و در ہم صحبتان ایشان و در
اولاد و در نسل ایشان و در زیارت
کنندگان ایشان پے در پے ظاہر مے
گرداند و نزد خود ایشان را جاہے و مرتبہ

طلب کرنی چاہیئے اور ان چاروں
فرقوں کو اس وقت نظر اجمالی کے ساتھ
ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے" آگے چل کر
لکھتے ہیں واضح ہو کہ عام مومنین صالحین
کی رفاقت طلب کریں اور صالحین شہداء
کی رفاقت شہداء صدیقین کی اور صدیقین
انبیاء کی رفاقت عامی آدمی کو ان چاروں
کی رفاقت درجہ بدرجہ طلب کرنی ضروری
ہے۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو بادشاہ کی
مصاحبت مطلوب ہو تو وزراء مجلس
کی توجہ حاصل کرنی ہوگی اور وزراء
کی توجہ امراء کبار کی توجہ سے
حاصل ہوگی اور امراء کی توجہ خدام
کی توجہ سے حاصل ہوگی۔ اب
اگر کوئی شخص ان سب وسائط
اور وسائل کو ترک کردے تو بادشاہ کی مصاحبت
حاصل ہونی ناممکن ہوگی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ
تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اہل معرفت
کے طریقوں میں داخل ہونے اور اہل اللہ کے
ساتھ توسل کرنے کو تمام اہل اسلام نے اچھا اور مبارک
سمجھا ہے۔ اھ۔ بزرگوں کے حالات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں
اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی کلام انفاس افعال مسکنات
میں برکت عطا کرتا ہے اور انکے ہم جنسوں میں۔

ھ۔ اولاد نسل اور زیارت کرنے والوں میں متواتر طور پر برکات و فیوض کا ظہور فرماتا ہے۔ وہ اپنی بارگاہ میں

مے بخشند کہ دعائے ایشان مستجاب مے شود۔ بلکہ در ہر حاجتے بایشان توسل نمائیند حاجت او روا مے گردد۔ وخصوصیات و علاماتے کہ در عالم برزخ و موقف قیامت ودر عالم ملکوت مے دہند ازاں قبیل نیست کہ عوام مومنین بآں استدلال توانند کرد الا بعد از مشاہدۂ آں عوالم انتہیٰ۔

وہم در آنجا نوشتہ شہید آنست کہ قلب او بمشاہدہ متحقق باشد وآنچہ انبیاء علیہم السلام باو رسیدہ اند بہ نہجے قلب وقبول کند کہ گویا مے بیند لہٰذا دادن جان نزد او سہل باشد گو بحسب ظاہر مقتول نہ شدہ باشد مقولۂ ہشتم۔ در اقسام فرشتہ ہا نوشتہ۔ اولاً فرشتہ ہائے کہ متعلق باجسام اند خواہ علوی مثل حاملان عرش و خازنان کرسی و داروغہ ہائے بہشت و دوزخ و ساکنان سدرۃ المنتہیٰ ومجاوران بیت المعمور وکشندگان ستارہ ہائے ومحرکان سموات ودربانان آنہا خواہ باجسام سفلی تعلق

انہیں وہ مرتبہ اور شان عطا کرتا ہے کہ ان کی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں ان کے متوسلین کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں اور عالم برزخ میدان قیامت اور عالم ملکوت میں جو خصوصیات اور علامات انہیں عطا کی جاتی ہیں عوام مومنین مشاہدہ کئے بغیر ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اھ ک

پھر کسی موقع پر لکھتے ہیں۔ شہید وہ ہے جس کا دل ہر وقت مشاہدۂ حق میں مشغول ہو اور جو کچھ انبیاء علیہم السلام سے اسے پہنچا ہے اُسے اس طرح قبول کرے گویا آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان دے دینا اُسے بالکل آسان نظر آئے گو ظاہری طور پر مقتول نہ ہوا ہو۔ مقولہ ہشتم فرشتوں کے اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں جو فرشتے اجسام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں خواہ علوی ہوں جیسا کہ حاملان عرش، خازنان کرسی، بہشت ودوزخ کے داروغے سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر سکونت اختیار کرنیوالے بیت المعمور کے مجاور ستاروں کو کھینچنے والے آسمانوں کو حرکت دینیوالے آسمانوں کے دروازوں کے دربان ونیز خواہ سفلی ہوں

داشتہ باشند مانند فرشتہ ہائے کہ
با بر و باد مربوط اند و ہمراہ ہر قطرہ
نزول مے کنند و بر دریاہا و کوہ ہا
و درختان موکل و بحفظ بنی آدم و نوشتن
اعمال ایشان و امداد و اعانت تاپان
اسماء اللہ و عزیمت خوانان از نباط
دارند سیوم مقربین کہ امور عظام
در عالم بہ تدبیر ایشان و توسط
ایشان صورت مے گیرد مثل انزال
وحی و شریعت و ایصال رزق و دولت
و امداد و نصرت و برہم زدن دولتہا
و ملکہا و قبض ارواح بنی آدم انتہٰے
و بعضے از فرشتگان برائے تمشیت
امر غذا در بدن آدمی نیز موکل اند
زیرا کہ فائدہ غذا آنست کہ جزوے
از طعام قائم مقام جزوے از بدن
کہ بہ سبب حرکات متحلل شدہ است
گردد پس لابد فرشتہ مے باید کہ
غذا را سوئے گوشت و استخوان
کشیدہ برد زیرا کہ غذا جسم ثقیل است
بالطبع حرکت بہ پائین دارد نہ بجانب
دیگر و فرشتہ دیگر مے باید کہ آن
غذا را در عضو نگاہ دارد و فرشتہ سیوم

جیسا کہ وہ فرشتے جو بارش کے ہر قطرہ
کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔ درختوں
دریاؤں اور پہاڑوں کے موکل انسانوں
کے محافظ اعمال لکھنے والے عزائم اور اسماء
الٰہی کا ورد کرنے والوں کی اعانت اور
امداد کرنے والے۔ تیسری قسم وہ مقرب
فرشتے ہیں کہ دنیا کے سب بڑے
کام ان کی تدبیر اور توسط سے ہوتے ہیں
مثلاً وحی کا نزول شریعت کا انبیاء
تک پہنچانا رزق دولت نصرت
ہلاکت تباہی وغیرہ لانا ارواح
کا قبض کرنا وغیرہ

انسان کے بدن میں غذا پہنچانے کے
لئے بھی بعض فرشتے موکل ہیں مثلاً
غذا کا فائدہ یہ ہے کہ غذا کا ایک حصہ
بدن کا ایک حصہ بن جائے لہٰذا غذا
کو گوشت اور ہڈیوں تک پہنچانے کے
لئے بھی ایک فرشتے کی ضرورت
ہے کیونکہ غذا طبعی طور پر ثقیل ہونے
کی وجہ سے نیچے کی طرف حرکت رکھتی
ہے نہ اوپر کو۔

دوسرا فرشتہ غذا کو اس اندام
میں نگاہ رکھنے کے لئے جو تیسرا

تا صورت خون را از آں غذا خلع کند
چہارم تا صورت گوشت و استخوان
بپوشاند پنجم تا دفع فضلہ نماید ششم
تا جنس بجنس چسپانیدہ یکساں نماید
ہفتم تا مراعات مقدار نماید و پستی
و بلندی در صورت عضو پیدا نشود
پس این ہفت فرشتہ برائے
غذائے ہر عضو در کار اند و بعض اجزائے
بدن مثل چشم و دل زیادہ از صد
فرشتہ را محتاج اند و ہمہ این فرشتہ ہائے
ارضی را مدد از ملائکہ آسمانی است
و آن ہمہ را از حملۃ العرش انتہی۔
منقولہ نہم۔ امانہ فاقیرہ نوشتہ
کہ در دفن کردن چوں اجزائے بدن
بتمامہ یکجا مے باشند علاقہ روح
با بدن از راہ نظر و عنایت بحال مے ماند
و توجہ بزائرین و مستانسین و مستفیدین
بسہولت مے شود کہ بسبب تعین
مکان بدن گویا مکان روح متعین
است و آثار این عالم از صدقات
و فاتحہ و تلاوت قرآن مجید چوں
دران بقعہ کہ مدفن بدن او ست
واقع شود بسہولت نافع مے شود

غذا سے خون کے اجزا حاصل کرنے کے
لئے چوتھا خون کو گوشت اور ہڈیوں کی
شکل میں تبدیل کرنے کیلئے پنجم فضلہ دفع
کرنے کیلئے [illegible] جنس کو جنس کے ساتھ متصل
کرنے کیلئے [illegible] مقدار اور وزن کا لحاظ
کرنے [illegible] ایک اندام کا کوئی حصہ دونا
اور کوئی نا [illegible] ہو جائے۔ لہذا یہ سات
فرشتے تو ایک عضو کی غذا کیلئے ضرورت ہیں
پھر بعض اجزاء مثلاً آنکھ اور دل کے لئے
سینکڑوں فرشتوں کی حاجت ہے اور ان
سب ارضی فرشتوں کو آسمانی فرشتوں
سے امداد پہنچتی ہے اور سب آسمانی فرشتوں کو
حاملان عرش سے اعانت حاصل ہوتی ہے منقولہ نہم
امانہ فاقیرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں چونکہ دفن کرنے
سے بدن کے تمام اجزا یکجا رہتے ہیں لہذا روح
کا تعلق بدن سے اُسی طرح قائم رہتا ہے۔
زائرین اور مستفیدین کی طرف توجہ آسانی
کے ساتھ ہو سکتی ہے کیونکہ بدن کے مکان
متعین ہونے کی وجہ سے روح کا مکان بھی
متعین ہو جاتا ہے اور اس عالم کے
اثرات یعنی صدقہ و خیرات تلاوت قرآن مجید
فاتحہ وغیرہ کا فائدہ اس قطعے میں جہاں
اس جسم کا مدفن ہے سہولت کے ساتھ پہنچ سکتا ہے

پس سوختن گویا روح رابے مکان کردن است و دفن کردن گویا مسکنی برائے روح ساختن است بنابرایں است کہ از اولیاء مدفونین و دیگر مومنین انتفاع و استفادہ جاری ست و آنہارا افادہ و اعانت نیز متصور و در تفسیر سورہ انشقت نوشتہ اول حالتیکہ مجرد جدا شدن روح از بدن خواہد شد فی الجملہ اثر عبادات سابقہ والفت بدن و دیگر معروفان از ابنائے جنس خود باقیست و آن وقت گویا برزخ است درمیان زندگانی دنیا و استغراق عالم قبر کہ چیزے ازیں طرف و چیزے ازاں طرف دارد و ایں حالت حالت انکشاف جزائے برزخی و زیندی ہاست و مدد زندگان دریں حالت زود تر مے رسد و مردگان منتظر لحوق مدد ایں طرف مے باشند و چنان گمان برند کہ ہنوز زندہ ایم ولہذا در حدیث شریف در احوال قبر وارد است کہ مرد مسلمان در آں جا میگوید دعونی اصلی یعنی بگذارید مرا تا نماز بخوانم و نیز وارد است

برخلاف اس کے اگر جسم کو جلا دیا جائے جس طرح ہندوؤں کی رسم ہے تو گویا روح کو بے گھر کر دیا گیا ہے چونکہ دفن کرنا درحقیقت روح کا مکان بنانا ہے اسی وجہ سے مدفون اولیاء کرام اور عوام مومنین کی ارواح طیبہ سے ہر زمانے میں افادہ اور استفادہ جاری ہے۔ سورۂ انشقت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب بدن سے روح جدا ہوتی ہے تو یہی حالت میں زندگی کے واقعات عبادات بدن کی الفت ابنائے جنس کی محبت کا اثر باقی ہوتا ہے گویا یہ وقت روح کیلئے دنیاوی زندگی اور عالم قبر کے استغراق کی وجہ سے برزخ کی مانند ہوتا ہے روح پر کچھ دنیا کے حالات اور کچھ قبر کے حالات طاری ہوتے ہیں یہ وقت عالم برزخ کے انکشاف اور سزا و جزا کا وقت ہوتا ہے اس وقت مردوں کو زندہ لوگوں کی امداد کی سخت حاجت ہوتی ہے اور وہ امداد جلدی ہی پہنچ جاتی ہے کیونکہ انہیں ابھی تک یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم زندہ ہیں اسی وجہ سے حدیث شریف میں وارد ہے کہ مسلمان قبر میں جب سوال و جواب کیلئے زندہ کیا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے دعونی اصلی مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں دوسری حدیث میں ہے

کہ مردہ دران حالت مانند غریقی ست
کہ انتظار فریادرسی مے برد و صدقات
وادعیہ و فاتحہ درآن وقت بسیار
بکار او مے آید وازین جاست کہ
طوائف بنی آدم تا یکسال وعلی الخصوص
تا یک چلہ بعد موت درین نوع امداد
کوشش تمام مے نمایند و روح
مردہ نیز در قرب موت در عالم
تمثل ملاقات زندگان مے کنند وما
فی الضمیر خود را اظہار مے کند دوئم
حالتے ست کہ بعد از انقطاع تعلق
زندگانی دنیا بالکلیہ رو میدہد استغراق
عظیم در مشاہدہ کیفیات مکسوبہ خود از
نیکی و بدی او را حاصل مے شود وقوی
مدرکہ و منصرفہ ازین عالم گسستہ شدہ
بآن طرف متوجہ مے گردند حس و حرکت
معنوی او ازین جہان مطلق بے کار مے
شود و این حالت عوام مردگانست و
بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ جارحہ
تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند
و درین حالت تصرف در دنیا دادہ و
استغراق آنہا بجہت کمال وسعت
مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمیگردد

کہ اس وقت مردہ کی حالت ڈوبتے ہوئے شخص کی
طرح ہوتی ہے وہ فریادرسی کا سخت منتظر ہوتا ہے
پسماندگان کے صدقہ و خیرات اور فاتحہ وغیرہ اس کیلئے
بہت کارآمد ہوتے ہیں شاید اسی وجہ سے اکثر لوگ
ایک سال تک اور خاص کر چالیسویں تک اسی قسم کی مدد
میں کوشش کرتے ہیں اور موت کے قریب عرصہ میں
اموات کی ارواح عالم مثال میں اکثر زندہ لوگوں سے
ملاقات کرکے اپنی حالت کا اظہار کرتی ہیں۔
دوسری حالت یہ ہوتی ہے کہ دنیاوی زندگی کے تعلقات
بالکلیہ منقطع ہو جاتے ہیں نیکی اور برائی کی کیفیات
کے مشاہدے میں جو اس نے دنیا میں کسب کئے
تھے، استغراق عظیم حاصل ہوتا ہے۔ اس کے
قوائے مدرکہ تمام دنیا سے منقطع ہوکر عالم
برزخ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور اس
کی معنوی حس و حرکت اس جہان سے مطلق بیکار
ہو جاتی ہے یہ عام مردوں کی حالت ہے خواص
اولیاء اللہ جنہوں نے زندگی میں اپنا سب کچھ
رضائے الٰہی و بنی نوع انسان کی بہبودی اور ارشاد
میں صرف کیا ہوتا ہے عالم برزخ میں ہوتے ہوئے
بھی دنیا کے معاملات میں انہیں تصرف عطا کیا جاتا
ہے اور جمال الٰہی کا استغراق مدرک کی وسعت
کی وجہ سے اس طرف توجہ کرنے
سے مانع نہیں ہو سکتا۔

واویسیان تحصیل کمالات باطن ازانہا مے نمائند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود ازانہا مے طلبند ومے یابند وزبان حال آنہا درآن وقت ہم مترنم باین مقالات است ع

من آیم بجان گر تو آئی بہ تن

اکثر اویسی مسلک کے حضرات باطنی کمالات کا استفادہ انہیں اولیاء کرام سے کرتے ہیں اور حاجتمند انسان اپنے مطالب کا حل ایسے بزرگوں سے طلب کرتے ہیں اور حاصل بھی کر لیتے ہیں گویا ان کی زبان حال سے نغمہ سنج یہ مصرعہ ہے

خاتمہ

باید دانست کہ التزام کفر آنست کہ شخصے مدلول نص را مدلول نص دانستہ وحکم شرعی را حکم شرعی فہمیدہ انکار نماید وگوید کہ ہرچند این حکم حکم شارع است اما من این معنے را قبول ندارم ولزوم کفر آنست کہ بسبب جہل ونادانی یا بتاویل کفر برو لازم آید پس التزام کفر سبب تکفیر است یعنے کسے کہ دانستہ کفر را بر سر خود قبول کند اورا کافر گفتہ مے شود ولزوم کفر سبب تکفیر نمے باشد۔ لہٰذا محققین از فقہاء بعد ذکر کلمات کفر جہل متکلم را از عذرات شمردہ اند ومراد فقہاء از قول اوشان یکفر آنست کہ فعل فعل الکفر نہ آنکہ اورا کافر گفتہ مے شود

معلوم ہونا چاہیئے کہ التزام کفر یہ ہے کہ ایک شخص نص کے مدلول کو نص کا مدلول سمجھتے ہوئے اور حکم شرعی کو حکم شرعی جانتے ہوئے انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے میں جانتا ہوں یہ شارع علیہ السلام کا حکم ہے لیکن میں اس کو قبول نہیں کرتا لزوم کفر یہ ہے کہ جہالت اور نادانی کے باعث یا غلط تاویل کی وجہ سے اس پر کفر لازم آتا ہے پس التزام کفر سے انسان کافر ہو جاتا ہے لزوم کفر سے اس پر کفر کا فتوے عائد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی وجہ سے فقہاء نے کلمات کفر ذکر کرنے کے بعد متکلم کے جہل کو عذر شمار کیا ہے باقی جن فقہاء نے یکفر لکھدیا ہے اس کا معنے یہ ہے کہ اس نے کفر والا کام کیا ہے نہ یہ کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔

در بحر الرائق نوشته و فی جامع الفصولین
روی الطحاوی عن اصحابنا لا یخرج
الرجل من الایمان الا جحود ما ادخله
فیه ثم ما تیقن انه ردة یحکم بها و ما
یشک انه ردة لا یحکم بها اذ الاسلام
الثابت لا یزول بالشک مع ان الاسلام
یعلو ولا یعلی و ینبغی للعالم اذا رفع
الیه هذا ان لا یبادر بتکفیر اهل الاسلام
مع انه یقضی بصحة اسلام المکره اقول
قدمت هذه لتصیر میزانا فیما نقلته فی
هذا الفصل من المسائل فانه قد ذکر فی
بعضها انه کفر مع انه لا یکفر علی قیاس
هذه المسئلة فلیتامل انتهی۔
و فی الفتاوی الصغری الکفر شیء عظیم
فلا اجعل المؤمن کافرا متی وجدت
روایة انه لا یکفر انتهی۔ و فی الخلاصة
و غیره اذا کان فی المسئلة وجوه توجب
الکفر و وجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی
ان یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینا
للظن بالمسلم و فی التاتارخانیه لا یکفر
بالمحتمل لان الکفر نهایة فی العقوبة فیستدعی
نهایة فی الجنایة و مع الاحتمال لا نهایة
انتهی

بحر الرائق میں موجود ہے کہ جامع الفصولین میں طحاوی
نے ہمارے اصحاب حنفیہ سے روایت کی ہے کہ آدمی کو
ایمان سے اس چیز کا انکار نکال سکتا ہے جس کے
اقرار نے اس کو ایمان میں داخل کیا تھا لہٰذا جو
چیز یقیناً ارتداد کا باعث ہے اس پر ارتداد کا حکم
ہوگا جس چیز کے باعث ارتداد ہونے میں شک ہے اس پر ارتداد کا حکم
نہیں ہو سکتا کیونکہ ثابت شدہ اسلام محض شک کی وجہ سے
زائل نہیں ہو سکتا حالانکہ اسلام ہر چیز پر غالب ہے کوئی چیز
اسلام پر غالب نہیں آ سکتی لہٰذا اہل علم حضرات پر واجب ہے
کہ ایسے مسائل میں مسلمانوں کو کافر کہنے میں جلدی سے کام نہ لیا
دیکھو مکرَہ کا اسلام بھی شریعت نے درست سمجھا ہے میں نے میزان کے
طور پر یہ پہلے اس فصل میں مقدم ذکر کیا ہے تاکہ آئندہ ذکر شدہ
مسائل میں جن میں کہا گیا ہے کہ یہ کفر ہے معلوم ہو جائے کہ ان کے
ارتکاب سے مطلق کافر کہہ دینا درست نہیں انتہی
فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ کفر بہت بڑی چیز ہے میں کسی مسلمان کو
کافر نہیں کہتا جب تک اس کے کافر نہ ہو سکنے کی ایک روایت
بھی دستیاب ہو سکے اھ خلاصہ میں ہے جب ایک مسئلہ
میں بہت سی وجوہ کفر کی مقتضی ہوں اور ایک وجہ
ایسی پائی جائے جو کفر سے انکار کرتی ہو تو مفتی پر لازم ہے
کہ مسلمان پر حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اسی وجہ کو ترجیح دے
جو تکفیر کو منع کرتی ہے اھ تاتارخانیہ میں ہے ایسی کلام سے
جس میں مختلف احتمال موجود ہوں کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ
کفر کی سزا انتہائی درجہ پر ہے لہٰذا جنایت کیلئے
بھی نہایت کی ضرورت ہے اور احتمال میں نہایت نہیں ہے اھ

والذی تحرر انہ لا یفتی بتکفیر مسلم امکن
حمل کلامہ علی محمل حسن او کان
فی کفرہ اختلاف ولو بروایۃ ضعیفۃ
فعلی ہذا فاکثر الفاظ التکفیر المذکورۃ
لا یفتی بالتکفیر بہا وقد التزمت
علی نفسی ان لا افتی بشئی منہا وہم در
بحر الرائق نوشتہ والحق ان ما صح
عن المجتہدین فہو علی حقیقتہ واما
ما یثبت من غیرہم فلا یفتی بہ فی مثل
التکفیر ولذا قال فی فتح القدیر فی باب
البغاۃ الذی صح عن المجتہدین فی
الخوارج عدم تکفیرہم ویقع فی کلام
اہل المذہب تکفیر کثیر لکن لیس من
کلام الفقہاء الذین ہم المجتہدین بل
من غیرہم ولا عبرۃ لغیر الفقہاء در درالمختار
در باب المرتد نوشتہ الکفر لغۃ الستر
وشرعا تکذیبہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی شئ مما جاء بہ من الدین ضرورۃ
والفاظہ تعرف فی الفتاوی بل افردت
بالتالیف مع انہ لا یفتی بالتکفیر فی شئ
منہا الا ما اتفق علیہ المشائخ کما
سیجئ قال البحر الرائق فقد الزمت
نفسی ان لا افتی بشئ منہا۔

مسلمان کی کلام کو جب تک اچھے محل پر حمل کرنا
ممکن ہو یا اُسکے کفر میں اختلاف ہو خواہ ضعیف
روایت ہی سے کیوں نہ ہو کفر کا فتوی نہیں لگانا
چاہیئے۔ یہاں کفر کے جو الفاظ ذکر کیئے گئے
ہیں ان کے تکلم سے فوراً کفر کا حکم لگانا درست
نہیں میں نے اس بات کا اپنے نفس پر التزام کیا
ہے کہ ان الفاظ سے کسی مسلمان کو کافر نہ کہونگا
بحر الرائق میں لکھا ہے کہ حق یہ ہے جو کچھ مجتہدین
سے ثابت ہے وہ حقیقت ہے اور اُن کے سوا کسی دوسرے
کے قول کی وجہ سے کفر کا فتوی دینا درست نہیں اسی
لئے فتح القدیر باب البغاۃ میں محقق ابن ہمام نے لکھا ہے
کہ خوارج کے بارے میں مجتہدین سے عدم تکفیر ثابت ہے باقی کثر
اہل مذہب نے ان کو کافر کہا ہے لیکن وہ مجتہدین میں سے نہیں ہیں
لہٰذا ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ درالمختار باب المرتد میں
لکھا ہے کہ کفر لغت میں چھپانے کو کہتے ہیں اور شرعاً
ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنا جس کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ کفر کے الفاظ اہل فتاوے نے
نقل کئے ہیں بلکہ بعض نے اس مسئلہ میں ایک جداگانہ کتاب
تالیف کی ہے لیکن میں ان میں سے کسی لفظ سے بھی کفر
کا فتوی دینا صحیح نہیں سمجھتا ہاں اس صورت میں جس میں
تمام مشائخ کا اتفاق ہو بحر الرائق نے بھی کہا ہے میں نے
اپنے نفس پر یہ التزام کیا ہے کہ کسی مسلمان کو ان الفاظ
سے کافر نہ کہوں گا۔

المذکورین مشکل ووجہ الاشکال
عدم المطابقۃ بین المسائل الفرعیۃ
والدلائل الاصولیۃ التی من جملتہا
اتفاق المتکلمین علی عدم تکفیر اہل
القبلۃ المحمدیۃ ویدفع الاشکال بان
نقل کتب الفتاوی مع جہالۃ قائلہ
وعدم اظہار دلائلہ لیس بحجۃ من
ناقلہ اذ مدار الاعتقاد فی المسائل
الدینیۃ علی الادلۃ القطعیۃ عدا ان
فی تکفیر مسلم قد یترتب مفاسد جلیۃ
وخفیۃ فلا یفید قول بعضہم انما
ذکروہ بناءً علی الامور التہدیدیۃ
والتغلیظیۃ وقد تصدی الامام
الہمام فی شرح الہدایۃ للجواب
عن ہذا الاشکال حیث قال
اعلم ان الحکم بکفر من
ذکرنا من اہل الاہواء
ما ثبت عن ابی حنیفۃ
والشافعی من عدم تکفیر
اہل القبلۃ من المبتدعۃ
کلہم محملہ ان ذلک
المعتقد فی نفسہ کفر
فالقائل بہ قائل بما ہو کفر

کہ مسائل فرعیہ اور دلائل اصولیہ
میں مطابقت موجود نہیں۔ اہل
قبلہ کی عدم تکفیر بھی اصولی
کا مسئلہ ہے جس پر متکلمین
کا اتفاق ہے۔ اشکال کو دور
کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل
فتاوی کے نقول جن کے نہ قائل
معلوم ہیں اور نہ دلائل مذکور ہیں
قطعاً حجت کے قابل نہیں کیونکہ
مسائل دینیہ میں اعتقاد کی مدار
دلائل قطعیہ پر رکھی گئی ہے
علاوہ ازیں ایک مسلمان کو کافر
کہنے میں اور بھی بہت سے
ظاہری اور باطنی مفاسد ہیں لہذا بعض
لوگوں کا یہ کہنا کہ ہم نے تغلیظ اور تہدید کیلئے
کفر کا فتوی دیا ہے بالکل غلط ہے
محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس
اشکال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ
تمام اہل ہوی کو کافر کہنے (اگرچہ امام شافعی رح
اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اہل قبلہ کو
کافر کہنا درست نہیں) کا مطلب یہ ہے
کہ یہ اعتقاد چونکہ فی نفسہ کفر ہے لہذا اس
کلام کا قائل کلمہ کفر کا قائل ہے

فان لم یکفر بناء علی کون
قوله ذلك من استفراغ
وسعه مجتهداً فی طلب الحق
لکن جزمهم ببطلان الصلوٰة
خلفهم لا یصح هذا الجمع
اللّٰهم الا ان یراد بعدم
الجواز خلفهم عدم الحل
ای عدم حل ان یفعل و
هو لا ینافی صحة الصلوٰة
والا فهو مشکل انتهٰی
ولا یخفی انه یمکن ان
یقال فی رفع الاشکال ان
جزمهم ببطلان الصلوٰة
خلفهم احتیاطاً لا یستلزم
جزمهم بکفرهم الا تری
انهم جزموا ببطلان الصلوٰة
مستقبلا الی الحجر احتیاطا
مع عدم جزمهم بانه
لیس من البیت بل حکموا
بموجب ظنهم فیه انه منه
فاوجبوا الطواف من ورائه
وہم در شرح فقہ اکبر نوشتہ
وفرق بین نفی العام ونفی العموم

کو طلب حق کے لئے سعی وکوشش کرنے
کی وجہ سے کافر نہیں ہوا لیکن فقہاء کے
اقوال کو جمع کرنے کی یہ صورت اس لئے
مخدوش ہے کہ تمام فقہاء اہل ہوا کے پیچھے
نماز پڑھنا جائز نہیں سمجھتے جب وہ اس عقیدہ
سے کافر نہیں تھے تو عدم جواز نماز کا حکم کیا
معنے رکھتا ہے ہاں اگر عدم جواز کا معنی
عدم الحل کیا جائے یعنی صحیح العقیدہ مسلمان
کو ان کی اقتدا کرنی درست تو نہیں لیکن اس
نے اگر ایسا کر لیا ہے تو نماز ہو جائیگی یا یہ جواب
دیا جائے کہ احتیاط کی بنا پر اقتدا نا جائز کہنا
ان کے کافر سمجھنے کو مستلزم نہیں جیسا کہ حجر کی طرف
منہ کرکے نماز پڑھنے کو فقہاء نے احتیاطاً منع کیا ہے
مگر ساتھ ہی وہ اس بات کا بھی یقین رکھتے
ہیں کہ حجر کا ٹکڑا بیت اللہ شریف میں داخل ہے
اسی وجہ سے طواف اس کے باہر سے
کرنے کا حکم دیا ہے۔ شرح فقہ اکبر میں
موجود ہے کہ نفی عام[1] اور نفی العموم میں
بہت فرق ہے۔

[1] نفی العام کی مثال یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان نہیں
اور نفی العموم یہ کہ سب کو کافر کہنا درست
نہیں (مترجم)

فقط بمسئلہ [illegible]
شرعی ظاہر نمائند۔ در سراج المنیر
آمده اذا کان فی المسئلة وجوه
توجب الکفر ووجهٌ واحدٌ یمنعه
فعلی المفتی ان یمیل الی الوجه الذی
یمنع التکفیر تجنباً عن السوء الظن
بالمسلم انتهی۔ وفی کتاب الیواقیت
والجواهر ونقل الشیخ ابو طاهر
القزوینی فی کتابه سراج العقول
عن احمد بن زاهر السرخسی اجل اصحاب
الشیخ ابی الحسن الاشعری رحمه الله
قال لما حضرت الشیخ ابا الحسن
الاشعری الوفاة فی داری ببغداد
قال لی اجمع لی اصحابی فجمعتهم فقال
لنا اشهدوا علی انی لا اقول بتکفیر
احد من عوام اهل القبلة لانی رأیتهم
کلهم یشیرون الی معبود واحد والاسلام
یشملهم ویعمهم انتهی۔ قال الشیخ
ابو طاهر فانظر کیف سماهم
مسلمین۔ ولکن سمعت الاستاذ ابا القاسم
القشیری رحمه الله یقول من
عن الشیخ ابی الحسن الاشعری
انه کان یقول لا یصح ایمان المقلد

[illegible]
جوش کا اظہار کرتے پھریں سراج المنیر میں ہے
کہ اگر ایک مسئلہ میں بہت سے وجوہ کفر
کے مقتضی ہیں اور صرف ایک وجہ کفر کو منع
کرتی ہے تو مفتی کو مسلمان پر حسن ظن رکھتے
ہوئے اسی ایک وجہ کی طرف میلان کرنا چاہیے
یواقیت والجواہر میں ہے کہ شیخ ابو طاہر
قزوینی نے اپنی کتاب سراج العقول میں
احمد بن زاہر سرخسی سے نقل کیا ہے (جو شیخ
ابن الحسن اشعری کے اجل شاگردوں میں سے
ہیں) فرماتے ہیں کہ جب شیخ ابا الحسن اشعری
بغداد میں فوت ہونے لگے تو انہوں
نے فرمایا کہ میرے تمام شاگردوں کو جمع
کرو پس میں نے سب کو جمع کیا اور
فرمایا تم سب گواہ رہو کہ میں اہل قبلہ
میں سے ایک کو بھی کافر نہیں کہتا کیونکہ
وہ سب ایک خدا کی طرف اشارہ کرتے
ہیں اور اسلام سب کو شامل ہے۔
شیخ ابو الطاہر کہتے ہیں دیکھیئے شیخ نے
کس طرح سب کو مسلمان کہا ہے
[illegible] قشیری فرماتے تھے
کہ جو شخص ابی الحسن اشعری سے نقل کرے کہ
اس نے فرمایا ہے کہ مقلد کا ایمان صحیح نہیں

فقد کذب من مثل ہذا الامام العظیم بعید منہ ان یخرج غالب عقائد المسلمین بما یکفرون بہ واشنع انہم معہ ایمان انتہیٰ۔

تو وہ جھوٹ اور تہمت ہے کیونکہ ایسے بڑے امام سے یہ قول بالکل بعید ہے کہ وہ اکثر مسلمانوں کے عقائد کو کفر خیال کرے اور انہیں مومن نہ سمجھے۔ انتہیٰ

خلاصہ آنکہ اہل قبلہ را کافر نباید گفت۔ اما در صورتیکہ انکار نماید امری را از ضروریات دین مثل صوم و صلوٰۃ یا مطلق امر شرعی بودن او۔ پس ذابح لقدوم الامیر علیٰ اسمہ تعالیٰ را وہمچنین ذابح منذور للولی علیٰ اسمہ تعالیٰ را بے تحاشا کافر گفتن و مذبوح او را قطعی حرام بعید است از شان محققین۔

خلاصۂ کلام اہل قبلہ کو کافر نہیں کہنا چاہیئے۔ ہاں اس صورت میں کہ وہ ضروریات دین کا انکار کر دیں۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ یا کسی شرعی حکم کو شرعی سمجھتے ہوئے منکر ہو جائیں۔ لہٰذا کسی بادشاہ یا امیر کی آمد پر ذبح کرنے والے کو جو اللہ تعالےٰ کا نام لے کر ذبح کرے یا ولی اللہ کی منذورہ جو اللہ تعالےٰ کے نام کیساتھ ذبح کیجائے اس شخص کو بے تحاشا کافر کہنا اور ذبیحہ کو قطعی حرام کا فتویٰ دینا محققین کی شان سے بعید ہے

سوال

اجماع منعقد است بر این کہ ذبح المتقرب الی غیر اللہ مرتد است و ذبیحتہ حرام کما فی النیشاپوری وغیرہ اجمع العلماء لو ان مسلما ذبح ذبیحۃ و قصد بذبحہا التقرب الی غیر اللہ صار مرتدا و ذبیحتہ ذبیحۃ مرتدٍ۔

اجماعی طور پر تقرب الی الغیر کے ارادہ سے ذبح کرنے والے کو مرتد کہا گیا ہے اور اس کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا گیا ہے کما فی نیشاپوری۔ اگر کوئی مسلمان جانور ذبح کرے اور تقرب الی الغیر کا ارادہ کرے تو علماء کا اجماع ہے کہ وہ مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا ذبیحہ مرتد کی ذبیحہ ہوتی ہے۔

جواب

فقہاء عظام نے نوشتہ اند کہ کتابی

فقہاء نے تصریح فرمائی ہے کہ عیسائی

اگر برا سم مسیح ذبح کند حلال نیست آرے در صورت ذبح نمودن او برا سم اللہ وارادہ کردن مسیح ازو حلال است کما فی السراجیہ وغیرہا نظر بدین آں میخواہد کہ ذبیحہ مسلم برا سم خدائے عز وجل حلال باشد گو در دل خود نیت خبیثہ را جائے دادہ باشد یعنی تقرب الی الغیر ولبعد التامل ماخذ شرط کونہ خالصاً للہ یعنی وما ذبح علی النصب شامل نیست صورۃ مذکورہ راچہ او از برائے ذکر نام خدا عند الذبح داخل نیست در ما ذبح علی النصب زیرا کہ مشرکین بوقت ذبیح ما ذبح علی النصب نام خدا نے گرفتند۔ ومثبت حرمت شدہ نے تواند آنچہ حضرت خاتم المحدثین مابہ الامتیاز بین الصورتین پیدا نمودہ اند یعنی کتابی خطا در عنوان نکردہ کہ نام خدا را گرفتہ بلکہ در معنون کہ مراد ازو مسیح داشتہ ازیں جہت ذبیحہ او حلال است۔

اگر عیسےٰ علیہ السلام کا نام لے کر جانور ذبح کرے تو حلال نہ ہوگا۔ ہاں اگر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے اور ارادہ عیسےٰ علیہ السلام کا کرے تو جانور حلال ہوگا۔ کما فی السراجیہ یہ عبارت مقتضی ہے کہ وہ مسلمان جو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرے اور دل میں خبیث نیت ہو یعنے تقرب الی الغیر کا ارادہ ہو تو اس کی ذبیحہ حلال ہو یہ صورت ماذبح علی النصب کے ماتحت داخل نہیں ہوسکتی کیونکہ مسلمان ذبیحہ پر اللہ تعالے کا نام بلند کرتا ہے اور مشرکین ماذبح علی النصب پر بتوں کا نام لیتے تھے۔ حضرت خاتم المحدثین نے حرمت ثابت کرنے کے لئے ان دونوں صورتوں کے درمیان جو مابہ الامتیاز پیدا کیا ہے وہ قطعاً ان کا مقصد ثابت نہیں کرسکتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عیسائی نے چونکہ زبان سے خدا کا نام لیا ہے۔ لہٰذا اس سے عنوان میں خطا سرزد نہیں ہوئی۔ ہاں خدا سے چونکہ اس نے عیسےٰ علیہ السلام مراد لیا ہے اس لئے معنون میں ضرور اس نے خطا کی ہے بدین وجہ وہ ذبیحہ حلال ہے۔

فتأمل۔ غالباً از برائے ہمیں معنی علماء را در تکفیر ذابح مذکور و حرمت ذبیحہ او اختلاف واقع شدہ، کما فی الدر المختار وہل یکفر قولان بزازیہ وشرح وہبانیہ قلت وفی صید المنیۃ انہ یکرہ ولا یکفر انتہی۔ وبر تقدیر تسلیم حرمت لزوم کفر خواہد بود نہ التزام۔ وآنچہ در نیساپوری اجمع العلماء نوشتہ حقیقت ایں اجماع را از اختلاف مذکور دریاب فالمراد بالاجماع ہی الکثرۃ وبالارتداد والکفر لزومہ لا التزامہ بناء علی ما قلنا قبیل ہذا وغرضہم رحمہم اللہ التہدید والتنبیہ وعندی ان الاہتمام وتشمیر الذیل لتعلیم العوام وتفہیمہم

فتأمل غالباً اسی وجہ سے علماء نے ذابح مذکور کی تکفیر اور ذبیحہ مذکورہ کی حرمت کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ کما فی الدر المختار۔ کیا وہ شخص کافر ہو جائیگا۔ تو اس مسئلہ میں فقہاء کے دو قول ہیں (یعنی بزازیہ اور شرح وہبانیہ میں) میں کہتا ہوں صید المنیہ میں ہے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے کافر نہیں ہوتا۔ انتہی۔ اور اگر تسلیم کر لیں جب کہ کافر ہو جائے تو یہ لزوم کفر ہے التزام کفر نہیں کما مر۔ اور تفسیر نیساپوری نے جو اجماع نقل کیا ہے اس سے کثرت مراد ہے ورنہ اس اختلاف سے ہی آپ اس اجماع کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں اور ارتداد اور کفر کے حکم سے یہی لزوم کفر مراد ہے جیسا کہ ہم ابھی واضح کر چکے ہیں نہ التزام کفر اور اس حکم سے بھی فقہاء کا مقصد تہدید اور تنبیہ ہے میرے خیال میں لوگوں کو کافر بنانے پر زور لگانے کی بجائے افہام وتفہیم اور صحیح نذر کا طریقہ سمجھانے کا جہاد زیادہ بہتر ہے

---

[1] اشارت است بسوے سوال وجواب تقریر سوال آنکہ قول بعدم ثبوت حرمت ما ذبح متقرب الی غیر اللہ منافی است بآنچہ سابق گذشتہ یعنی حرمت ما ذبح متقرب الی غیر اللہ جواب آنکہ اینجا کلام در عدم ثبوت قطعیت حرمت است بمقابلہ التشدد فی التکفیر و در سابق ثبوت حرمت است فی الجملہ فلا منافاۃ ۱۲ مؤلف

[1] یہ سوال وجواب کی طرف اشارہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ ذبح تقرب لغیر کی حرمت ثابت نہ ہونے کا قول منافی ہے اس کے جو پہلے گذر چکا ہے یعنی ذبیحہ مذکور کی حرمت کے قول کے۔ جواب یہ ہے کہ یہاں کلام حرمت کی قطعیت ثابت نہ ہونے میں ہے اور دوسرا تشدد فی التکفیر کے مقابلے میں۔ اور پہلا جو حرمت کا حکم مذکور ہو چکا ہے وہ فی الجملہ حرمت کے ثبوت کے متعلق ہے فلا منافاۃ ۱۲

اصوب من التکفیر۔ خلاصہ آنکہ در ذبح چونکہ مسلم بودن ذابح شرط نے وبعد الایمان بتوریت وانجیل خبث باطنی او ہم در حلیت ذبیحہ مضر نے کما قالوا عزیر بن اللہ والمسیح بن اللہ۔ پس محمدی بے چارہ اگر از فرط جہل ونادانی باوجود ایمان اجمالی او بما جاء بہ ہذا النبی العربی القریشی الہاشمی علیہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا مرتکب منکری از منکرات گردد اورا کشان کشان از حیطہ اسلام بیرون نباید کشید۔ بالخصوص منکرے کہ از وسعت دائرہ او اختلاف علماء را رضی اللہ عنہم اللہ تعالے الی یومنا ہذا محیط باشد۔ اولا صحابہ وتابعین را رضی اللہ تعالے عنہم اختلافے بودہ است در ذبیحہ کافر کتابی۔[1]

خلاصۂ مرام جب عیسائی اور یہودی علی الاعلان عزیر ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ کہتے ہیں اور مسلمان بھی نہیں ہیں اور توریت اور انجیل پر برائے نام ایمان رکھنے کے بعد بھی ان کا خبث باطنی ذبیحہ مذکورہ کی حلت میں حارج نہیں ہوتا تو بے چارہ محمدی اگر نادانی اور جہالت کی وجہ سے کسی برائی کا ارتکاب کر لیتا ہے حالانکہ وہ اجمالاً بما جاء بہ النبی العربی القرشی علیہ التحیۃ پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے آپ کھینچ تان کر زبردستی دائرہ اسلام سے خارج کرنے کی سعی بلیغ فرماتے ہیں خصوصاً ایسے جرم کی پاداش میں جس کے متعلق آجتک صدہا خلاف چلا آتا ہے کیسی عجیب بات ہے (یالیت قومی یعلمون) ذبیحہ کافر کتابی کے متعلق اول خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا اختلاف موجود ہے۔[1]

[1] وجہ ارتباط این مسئلہ بما نحن بصددہ آنکہ بناء حل ذبیحہ این طائفہ بر امر ظاہری است وخبث باطنی اوشان موجب حرمت نے گردد فکذا فیما نحن فیہ ۱۲ از مؤلف

[1] ما نحن فیہ کے ساتھ اس مسئلہ کا ربط یہ ہے کہ ذبیحہ کتابی کی حلت کی بنا جب امر ظاہری پر ہے اور خبث باطن میں کوئی اثر نہیں رکھتا تو مسلمان کی ذبیحہ میں کیوں اثر کرجاتا ہے ۱۲

ابو درداء و عبادہ بن صامت و
ابن عباس و زہری و ربیعہ و
شعبی و مکحول او را مطلقاً حلال
مے گویند گو کہ یہودی نام عزیر
و نصرانی نام مسیح عند الذبح گفتہ
باشد۔ و علی کرم اللہ وجہہ و عائشہ
صدیقہ رضی و ابن عمر رضی مے فرمایند
کہ اگر مے شنوی تو کہ عند الذبح
نام غیر خدا گرفتہ اند پس مخور
ذبیحہ او شان۔ و این اختلاف
وقتی است کہ مارا علم باشد
بذکر نمودن او شان نام غیر خدا
را عند الذبح اما در صورت
عدم علم پس حلیت ان مذبوح
باجماع ثابت است لقولہ تعالیٰ
و طعام الذین اوتوا الکتاب
حلٌّ لکم و برائے احادیث صحیحہ
کہ وارد اند درین باب چنانچہ
یہودیہ بزے را بحضور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ آوردہ بود
و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ازو تناول فرمود وغیرہ وغیرہ۔
فتح البیان بمحصلہ۔

حضرت ابو الدرداء عبادہ ابن صامت
ابن عباس، زہری، ربیعہ شعبی
اور مکحول وغیرہ حضرات کرام
اُسے مطلقاً حلال فرماتے ہیں
گو نصرانی اور یہودی نے عیسےٰ علیہ
السلام اور عزیر علیہ السلام کا
نام ذبح کے وقت لیا ہو۔ اور
حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
اگر تم نے خود ان سے ذبح کے وقت
غیر خدا کا نام سنا ہے تو ان کی ذبیحہ
نہ کھاؤ اور اگر تم نے خود نہیں سنا
اور تمہیں اس بارے میں کوئی علم نہیں
تو وہ ذبیحہ بالاجماع حلال ہے لقولہ
تعالےٰ طعام الذین اوتوا الکتاب حل
لکم اور احادیث صحیحہ بھی اس بارے
میں موجود ہیں۔ مثلاً یہودیہ نے
بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش
کی اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)
نے اس میں سے تناول فرمایا
وغیرہ وغیرہ (فتح البیان)

ثانیاً علماء را اختلاف است درینکه حرمت صورت مسطورہ علی سبیل القطعیت ثابت است بہ نص کما علیہ المکفرون والمحرفون یا نہ بلکہ مکروہ است کما ہو عند القائل بالکراہۃ وثالثاً در بودن ذبیحہ منذورہ للاولیاء مصداق برائے ماذبح للتقرب الیٰ غیر اللہ نیز علماء را اختلاف است کما مر۔ ورابعاً ذبیحہ منذورہ خارج است از ماذبح لغیر اللہ علی قول من فسرہ بما ذکر علیہ اسم غیر اللہ عند ذبحہ کما فی النووی وتفاسیر السلف رضہ۔ فالحق ہو کف اللسان عن التکفیر۔

دوسرے علماء کا اختلاف ہے ذبیحہ مذکورہ کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہے جیسا کہ مکفرین اور محرفین کا مذہب ہے یا مکروہ ہے جیسا کہ قائلین بالکراہیۃ کا مسلک ہے۔ تیسرا خود اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ ذبیحہ مذکورہ ماذبح لتقرب الغیر کا مصداق ہے یا نہ؟ چوتھا امام نووی اور تفاسیر سلف کے تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے کہ منذورہ اولیاء ما اہل بہ لغیر اللہ سے خارج ہے کیونکہ انہوں نے آیت مذکور کا ترجمہ ماذکر علیہ اسم غیر اللہ عند ذبحہ کیا ہے لہٰذا ان مندرجہ بالا گذارشات پر نظر کرتے ہوئے حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی تکفیر سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرنی چاہیئے

تنبیہ

باید دانست کہ چنانچہ تحلیل ما حرمہ اللہ تجاوز است از حدود الٰہیہ ہمچناں تحریم ما احلہ اللہ نیز آیت ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ شاہد عدل است بریں پس آنچہ معتاد و مرکوز خاطر ابناء زمان گشتہ از علماء و عوام کہ در تحریم و تکفیر جسارت و عجلت می نمائند

جس طرح حرام خداوندی کو حلال کہنا حدود الٰہیہ سے تجاوز ہے اسی طرح حلال کو حرام کہنا بھی ناجائز ہے۔ لقولہ تعالےٰ ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ۔

لہٰذا عادت کے طور پر جو ابنائے روزگار تقریباً مشغلہ تکفیر اختیار کرنا کمال تقویٰ اعلم العلوم

وایں را بزعم خود از کمال تقویٰ و حمایت شرع مے شمارند مبنی ست بر غفلت از آنچہ شنیدی۔

کا فریضہ سمجھتے ہیں وہ ان تمام حقائق سے یکسر غافل ہیں جو صفحۂ قرطاس پر ہم نے پیش کئے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اعتبار

ناظر این سطور را باید کہ مطابق ارشاد فاعتبروا یا اولی الابصار از مسئلہ حل و حرمت ذبیحہ عبرت گیرد و زمانی متامل گردد درینکہ طہارت و زکوٰۃ حیوان مذبوح را چونکہ منوط و وابستہ نمودہ اند بذکر نام پاک حق سبحانہ و تعالیٰ و بغیر از ذکر او نجس و مردار است. پس وائے بر آنکہ ہر نفس و دم او بغیر ذکر این نام مقدس مردار مے گردد۔ و از ابتداء بلوغ تا دم حال بے تعداد حیوانات او مردار گشتند۔ کسے کہ یک حیوان مملوک او مردار گردد چہ قدر حسرت و رنج مے بیند۔ وائے بر حال آنکہ لکھوکھا و بے تعداد حیوانات او ضائع شوند و او

ان سطور کے ناظرین کرام کو بمقتضائے ارشاد خداوندی فاعتبروا یا اولی الابصار عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ جب جانور اور حیوان کی طہارت اور پاکیزگی اور حلت کی مدار اللہ تعالےٰ کے ذکر پاک کے ساتھ وابستہ ہے تو افسوس ہے اس انسان پر جو افضل الخلق ہوتے ہوئے اپنے ہر سانس کو اللہ تعالےٰ کے ذکر مقدس کے بغیر مردار کر رہا ہے اور ابتدائے بلوغ سے دم حال تک لاتعداد انفاس قدسی جو اس کے حیطۂ اقتدار میں تھے اس کی غفلت شعاری کی وجہ سے مردار ہو گئے ہیں جس انسان کا ایک جانور مردار ہو جاتا ہے وہ کس قدر حسرت اور رنج کا اظہار کرتا ہے اور تف ہے اُن کے حال پر جس کے لاکھوں حیوان مملوکہ مردار ہو جائیں۔ اے دوست

بے خبر باشد ازین۔ برادر بگوش
ہوش بشنو محبوب تو لیس
کمثلہ شئی۔ ولم یکن لہ کفواً احد
است۔ وایں دم تو رفتہ بہ ہیچ
حیلہ باز نہ مے آید۔ پس بر تو
لازم کہ ایں بے بدل را در ہمان
بے مثل در بازی۔ وازمرۂ
یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علیٰ
جنوبہم گردی۔

یاد دارم کہ حضرت جدی و شیخی
فی القادریۃ پیر فضل الدین
رضی اللہ تعالےٰ عنہ بکثرت
مصراع ذیل را برائے تنبیہ
طالبان حق مے فرمودند ع

واقفِ دم باش بیجا دم مزن

ونیز ایں بیت حضرت فریدالدین
عطار را قدس سرہ مے خواندند

بیت

گر خبر داری ز حی لایموت
بر دہان خود بنہ مہر سکوت

ترا دوست لیس کمثلہ شئی ہے
اور یہ دم جو جا چکا ہے
کسی صورت سے واپس
نہیں آئے گا۔ کیا تجھ پر یہ لازم
نہیں کہ اس بے مثل کو اسی بے مثل
کی رضا میں صرف کرے اور
یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً کے
گروہ پاک میں شامل ہو
جائے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت
جدی و شیخی فی القادریۃ پیر فضل الدین
شاہ صاحب رضی اللہ عنہ اکثر یہ مصرع
طالبان حق کی تنبیہ کے لئے ورد
زبان رکھتے تھے

واقفِ دم باش بیجا دم مزن

اور حضرت فریدالدین عطار کا یہ بیت

اگر تو اے حی و قیوم سے خبر رکھتا ہے
تو منہ پر خاموشی کی مہر لگا دے

از اختتام مثنوی

خود چہ شیریں است نام پاک تو
اے پروردگار تیرا نام مبارک کسقدر شیریں ہے

خوشتر از آبِ حیات ادراک تو
تیری معرفت آبِ حیات سے بھی عمدہ ہے

نام تو چوں بر زبانم میرود
جب تیرا اسم گرامی میری زبان پر جاری ہوتا ہے

ہر بنِ مو از عسل جوئے شود
تو ہر سرِ مو شہد کی نہر محسوس ہوتا ہے

اللہ اللہ این چہ شیرینست نام
اللہ اللہ یہ کسقدر شیریں نام ہے

شیر و شکر مے شود جانم تمام
جس سے میری جان شیر و شکر ہو جاتی ہے

اللہ اللہ این چہ نامِ خوش مذاق
اللہ اللہ یہ کسقدر خوش مذاق نام ہے

حرفِ حرفش مے دہد جاں را رواق
جس کا ہر حرف جان کو خوشی بخشتا ہے

اللہ اللہ این چہ احساں کردۂ
اللہ اللہ تو نے یہ کیسا احسان فرمایا ہے

در چنیں برزخ چناں در پردۂ
کہ اس طرح کے برزخ میں در پردہ ہے

اینچنیں حبل المتین دادی مرا
مجھے ایسا قوی ذریعہ عطا فرمایا

کاعتصامش عرش را شد مرتقی
جسکا اعتصام عرش کیلئے بھی موجب رفعت ہے

اللہ اللہ خود چہ نیکو کردۂ
اللہ اللہ تو نے کیا خوب کیا

آشکارا ہستی و در پردۂ
کہ آشکارا ہوتے ہوئے پردہ میں ہے

دہ چہ بدکارم کہ جملہ نیستم
میں کسقدر برا ہوں کیونکہ نیست محض ہوں

پس چرا پیشت بہستی ایستم
پھر تیرے سامنے ہستی کیساتھ کیسے ٹھہر سکتا ہوں

اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل
اللہ اللہ تو میرا بہترین وکیل ہے

انت ربی انت حسبی یا جلیل
تو ہی میرا پروردگار اور میرے لئے کافی ہے

اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود
اللہ اللہ تیرے سوا عالم ہستی میں کوئی نہیں

ہل تری الدیار فی دیر الشہود
عالم شہود میں اس کے بغیر بھلا کون نظر آرہا ہے

اللہ اللہ لا الہ بہر چیست
اللہ اللہ لا الہ کی نفی کس لئے ہے
چونکہ الا اللہ خورشید جلیست
جبکہ الا اللہ کا اثبات خود واضح آفتاب ہے

چشم ظاہر بین بہ نفی آمد مقل
ظاہر بین آنکھ اغیار سے نگاہ اُٹھا لینی ہے
میتوان کردن بلے جہد المقل
لیکن اس کے لئے سخت کوشش چاہئے

اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست
اللہ اللہ دوست کا اسم پاک
اسم اعظم از برائے قرب اوست
اس کے قرب کیلئے اسم اعظم ہے

اللہ اللہ گو برو تا سقف عرش
اللہ اللہ کا ذکر کرتا کہ تجھے عرش پر رسائی ہو
پیش معراج تو گردد چرخ فرش
اور آسمان تیرے عروج کے سامنے فرش ہو جائے

چوں برارم دم باللہ الصمد
جب میں اللہ الصمد کے ساتھ سانس نکالتا ہوں
چرخ نعرہ لیتنی کنت زند
تو آسمان میرے اس ذکر پر رشک کرتا ہے

اسم اعظم ہست اللہ العظیم
اللہ العظیم اسم اعظم ہے
جان جان و محیی عظم رمیم
جان جان اور بوسیدہ ہڈیوں کو جان بخشنے والا ہے

اللہ اللہ مستم از نام خدا
اللہ اللہ خدا کے نام سے مست ہوں
میچکد از ہر رگم راوق جدا
میری ہر ایک رگ سے شراب محبت ٹپکتا ہے

ساقیم آن بادہ اندر جام کرد
میرے ساقی نے وہ شراب جام میں ڈالی
کہ ز ما و من بر آورد ست گرد
جس نے ما و من کو ختم کر دیا